عورت گوہر ہستی

مؤلف

ولی فقیہ حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ

سید علی الحسینی الخامنہ ای مدظلہ العالی

ناشر

معراج کمپنی لاہور

نام کتاب .... عورت گوہر ہستی

مؤلف .... ولی فقیہ حضرت آیت اللہ سید علی الحسینی الخامنہ ای مدظلہ العالی

اردو تصیح و پروف ریڈنگ .... مجاہد حسین حرّ

کمپوزنگ .... قائم گرافکس ۔جامعہ علمیہ۔ڈیفنس فیز ۴

ناشر .... معراج کمپنی لاہور

ہدیہ ....

ملنے کا پتہ

معراج کمپنی لاہور

بیسمنٹ میاں مارکیٹ،غزنی سٹریٹ اردو بازار۔لاہور

03214971214،04237361214

محمد علی بک ایجنسی اسلام آباد

03335234311

انتساب!

عالم ہستی کی سب سے افضل ترین، کامل ترین، بہترین اور عالم اسلام کی نوجوان روحانی و سیاسی خاتون شخصیت حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے نام! جو تمام انسانوں بالخصوص خواتین کے لیے تا قیامت اسوۂ عمل ہیں۔

عرض ناشر

حمد ہے اس ذات کے لئے جس نے انسان کو قلم کے ساتھ لکھنا سکھایا اور درود و سلام ہو اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جسے اس نے عالمین کے لئے سراپا رحمت بنا کر مبعوث فرمایا اور سلام ورحمت ہو ان کی آل پر جنہیں اس نے پورے جہاں کے لئے چراغ ہدایت بنایا۔

جب سے ادارہ قائم کیا ایک خواہش تھی کہ آقائی رہبر معظم سید علی خامنہ ای مدظلہ العالی کی کتابیں شائع کی جائیں لیکن مصرفیات اور کچھ آقائی موصوف کی کتب کی غیر دستیابی کی بنا پر اس خواہش کی تکمیل میں تاخیر ہوئی۔ لیکن اب الحمد للہ جناب مولانا مجاہد حسین حرؔ صاحب نے رہبر معظم کی کتب فراہم کرنے کی ذمہ داری لی اور انھوں نے خداوند قدوس کی بارگاہ سے امید ظاہر کی ہے کہ انشاء اللہ سو (۱۰۰) سے زائد کتب فراہم کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔ اور ان کی اس سعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

"عورت گوہر ہستی" ولی فقیہ حضرت آیت اللہ سید علی خامنہ ای مدظلہ العالی کی ایک ایسی کتاب ہے جس میں خاندان میں عورت کی اہمیت و ذمہ داریوں کو بیان کیا گیا ہے۔

زیر نظر کتاب کی اشاعت ہمارے لئے کسی بڑے اعزاز سے کم نہیں ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور اسلامی تعلیمات کے فروغ اور دین الٰہی کی نشر و اشاعت کے لئے کام کر رہے ہیں، ہماری دعا ہے رب العزت تمام امت مسلمہ کو عزت و سربلندی عطا فرمائے اور ہم سب کو ہر طرح کی بداخلاقی اور دیگر آفات و بلیات سے محفوظ

رکھے۔(آمین)

ہم اللہ تعالیٰ کی رضاوخوشنودی اوراسلامی تعلیمات کے فروغ اوردین الٰہی کی نشرو اشاعت کے لئے کام کررہے ہیں، ہماری دعا ہے رب العزت تمام امت مسلمہ کوعزت و سربلندی عطافرمائے اورہم سب کو ہرطرح کی بداخلاقی اوردیگرآفات وبلیات سے محفوظ رکھے۔(آمین ثم آمین)

قارئین کرام کوہم یہ بھی بتادینا چاہتے ہیں بہت جلدمعراج کمپنی کی ویب سائیٹ بناکرآقائی رہبرمعظم کی تمام کتابیں اس پرلوڈ کردی جائیں گی۔

ادارہ معراج کمپنی شیخ محمدباقرامین صاحب کی دادی مرحومہ کے نام پرقائم کیاگیا ہے۔مومنین کرام سے درخواست ہے کہ مرحومہ کواپنی دعاؤں میں یادرکھیں۔

ادارہ

فہرست کتاب

دوسرا باب

خواتین کے مسائل اور حقوق کے بارے میں اسلام کی عادلانہ نظر

تیسرا باب

خواتین کے معنوی کمال، اجتماعی فعالیت اور گھریلو زندگی سے متعلق اسلام کی نظر

چوتھا باب

حقوق نسواں کے دفاع کیلئے لازمی اصول

پانچواں باب

اسلامی خواتین کا آئیڈیل

چھٹا باب

اسلامی گھرانہ اور خاندانی نظام زندگی

مقدّمہ

اس دنیا کا ہر ذی حیات موجود، خداوند عالم کی حکمت وعدالت کی بنیاد پر عالم خلقت میں نہ صرف یہ کہ اپنے ہدف وغایت اوراپنی زندگی سے متعلق خاص سوالات کے جوابات کا متلاشی ہے بلکہ اپنے خاص اورمناسب مقام میں دیگرمخلوقات سے باہمی رابطے ومعاملے کے بندھن میں بھی جڑا ہوا ہے۔ احسن الخالقین کی تمام مخلوقات کے درمیان، سب سے احسن ترین تخلیق (انسان)، دیگر موجودات کے مقابلے میں بہت زیادہ حکمت وعدالت سے مالا مال ہے اور خداوند عالم کے پنہاں اسرار ورموز نے اس کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ مرد وعورت، دو متقابل نقاط میں نہیں بلکہ معاملے، رابطے اور تعامل کے ایک نقطے پر تکمیل خلقت، دوام نسل اورمحبت وسکون میں توازن کیلئے خلق ہوئے ہیں اور خدائے رحمان ورحیم نے دونوں میں سے ہر ایک کو اس کی خلقت کے بنیادی مقصد کی جوابدہی اوراس کے مناسب ترین مقام تک رسائی کیلئے اپنے لطف و رحمت میں ڈھانپا ہوا ہے۔ اس نے ایک وجود کو لطافت، نرمی، نفاست، ظرافت اور محبت بخشی ہے تو دوسرے کو قوت وطاقت، مضبوط وبلند حوصلے اورتکیہ واعتماد کا مرکز بنایا ہے۔ نہ پہلے کو دوسرے پر برتری دی ہے اور نہ دوسرے کو پہلے پر سبقت کا موقع فراہم کیا ہے بلکہ اس نے ہر ایک کو خاندانی مدار اورعالم ہستی کے نظام میں اپنی اپنی مخصوص ذمے داریوں اورشرعی واجبات کی ادائیگی کیلئے مقرر کیا ہے۔ عالم خلقت میں دونوں کی جداگانہ ذمے داریوں کے تعین کی وجہ سے مرد وعورت دونوں کے حقوق واضح ہوجاتے ہیں اوراسی نگاہ سے دونوں کی حدود اوردائرہ فعالیت

بھی مشخص ہو جاتے ہیں۔

بشر نے اپنی جاہلانہ وشیطانی روش کی وجہ سے کہ جب اس نے حدود الٰہی سے تجاوز کیا، نہ صرف یہ کہ اپنی مخصوص ذمے داریوں اور فرائض کونہیں پہچانا بلکہ دائرہ فعالیت اور حد بندی کو بھی یکسر فراموش کر دیا اور یوں عورتوں پر بھی ستم کیا، پورے معاشرتی نظام کو تہہ و بالا کیا اور ساتھ ہی مردوں پر بھی ظلم کیا۔ انسانی معاشرے میں موجود انحطاط، برائیاں اور عریانی وفحاشی سب حقوق و حدود الٰہی سے تجاوز کرنے اور ظالمانہ رفتار وکردار پر دلالت کرتے ہیں۔ درحالانکہ تمام جگہ خداوند عالم کے احکام جاری وساری ہیں اور روحانیت ورحمت الٰہی، حیات بخش بارش کی مانند ہر آن و ہر لمحہ نشاط وسلامتی لے کر آتی ہے۔

اسلامی انقلاب، اس طراوت ونشاط کی پہلی کرن ہے اور مرد وعورت سب پر خداوند عالم کی رحمت ومعنویت کی زندہ نشانی ہے۔ اسلامی انقلاب نے سیرت حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین علیہ السلام کی تعلیمات کی روشنی و پیروی میں تمام خواتین کو ان کے عظیم و بلند مقام پر فداکار اور محبت نچھاور کرنے والی ماؤں، صابر، مونس وغمخوار بیویوں، استقامت اور قدم جما کر (میدان جنگ سمیت تمام محاذوں پر لڑنے والی) مجاہدہ خواتین کی صورت میں پرورش دی ہے۔

میک اپ شدہ جاہلیت اور ٹیکنالوجی کے غرور میں ڈوبے ہوئے مغربی معاشرے نے "اسلامی ثقافت اور اسلامی نکتہ نظر سے عورت کے مقام" کے مقابلے میں خود کو ایک بڑی مصیبت میں گرفتار کر کے اپنی فعالیت اور جدوجہد کو اور تیز کر دیا ہے تاکہ شخصیت زن اور حقوق نسواں کی تازہ نسیم کا راستہ روک سکے اور مظلوم خواتین کو اس تازہ فضا میں سانس نہیں لینے دے۔ سیمینار منعقد کیے گئے، کانفرنسوں کا آغاز کیا گیا، قراردادیں پاس ہوئیں اور مغرب کی پسند کی بنیاد پر خواتین کی آزادی کی سخن سامنے آئی۔ لیکن مسلمان خواتین کو حقوق نسواں کے ان مدافعوں کی نہ کوئی حاجت تھی اور نہ ہی انہوں نے اہل مغرب کی کوششوں کو سچا اور حق کے مطابق پایا۔" آب

حیات" ان کے کوزے میں تھا اور وہ تشنہ لب نہیں تھیں، عشق الٰہی کے جام کی شیرینی ان کے دلوں میں رچی بسی تھی اور وہ بیگانوں کے سامنے دست بہ سوال نہیں تھیں۔ اگر وہ اپنے حق میں کسی ظلم و ستم یا حقوق کے ملنے میں کسی خلل کا مشاہدہ کرتیں تو انہیں حدود الٰہی اور احکام خدا کی عدم پابندی کا نتیجہ قرار دیتیں نہ کہ احکام و حدود الٰہی کو توڑنے کا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر وہ اپنے حقوق تک رسائی کیلئے کوششیں کرتیں تو مغرب کی تقلید اور ان کی تاریک ثقافت سے کوئی بھی اثر لئے بغیر اسلام کے محور اور اس کے نورانی احکامات کے مطابق انجام دیتیں۔

خطبات وتقاریر کا یہ منتخب مجموعہ دراصل رہبر معظم حضرت آیت اللہ العظمٰی خامنہ ای دامت برکاتہ کے وہ راہنما اصول ہیں کہ جن میں انہوں نے خالص اسلام کی نگاہ کو اس خاص زاویے سے بیان فرمایا ہے اور ان پر تاکید فرمائی ہے۔ یہ بیانات دراصل خواتین کے بارے میں مغرب کے انحطاط اور مشکلات پر ایک عمیق اور صادقانہ تجزیہ بھی ہیں اور اسلام کی نگاہ میں شخصیت اور حقوق نسواں پر صحیح نظر بھی، ساتھ ہی حقوق نسواں کا پاس رکھنے اور گھرانے کی بنیادوں کو مستحکم بنانے کیلئے مشفقانہ اور پدرانہ نصیحتیں بھی۔ البتہ اس مختصر سی کتاب میں موجود بیانات خواتین کے بارے میں رہبر معظم کے تمام بیانات نہیں ہیں بلکہ ان کا خلاصہ ہیں۔

ہمیں امید ہے کہ ان بیانات کا مطالعہ نہ صرف یہ کہ قارئین کے علم میں اضافے کا باعث ہوگا بلکہ وہ انہیں اپنا سر مشق قرار دیتے ہوئے اپنی گمشدہ حقیقت کو پانے کیلئے اسلامی احکامات کی روشنی میں جدو جہد کریں گے، ان شاء اللہ۔

پہلا باب

مغرب اور خواتین

دریچہ مغرب

اپنی تاریخ کے مختلف ادوار میں خواتین کے بارے میں شدید قسم کے افراط کا شکار رہا ہے اور اب اس مسئلے میں تفریط کی سیاہ گھٹاؤں نے اسے آگھیرا ہے۔ ہم بہت دور کی بات نہیں کر رہے ہیں۔ اقتصادی، اجتماعی اور تحصیل علم کے مسائل میں حقوق نسواں کو کبھی رسمی نگاہ سے نہیں دیکھا گیا اور وہ ظلم وستم کا نشانہ بنتے رہے اور آج جبکہ مغربی تمدن کی اوج کا زمانہ ہے تو خواتین اور نوجوان لڑکیوں پر جنسی تشدد کے نتیجے میں پیدا ہونے والی مشکلات، گھرانے (میں عدم تربیت وعدم محبت) کے بحران اور "حقوق نسواں" کے کھوکھلے نعروں نے مغربی معاشرے کا جنازہ نکال دیا ہے۔

مرد و خواتین کے باہمی تعلقات میں آزادانہ میل ملاپ اور لا ابالی پن، مردوں کی لذت وشہوت کی تکمیل کیلئے خواتین کا وسیلہ بننا، خواتین کا فضول خرچی، عیش پرستی اور زینت پرستی کی دوڑ میں شریک ہونا، عریانی، بے پردگی اور برائیوں کا عام ہونا، مردوں کی جنسی آزادی اور حقوق نسواں کے بارے میں مرد اور خواتین کے درمیان اختلافات ان جملہ اجتماعی اور ثقافتی اختلافات میں سے ہیں کہ جس نے مغرب کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے۔ دنیا کے انسان اور مسلمان، ان ظلم وستم کی وجہ سے مغربی ثقافت کو عدالت کے کٹہرے میں لے آئے ہیں اور مغرب کو اب ملامت وسرزنش کا نشانہ بننا چاہیے۔

پہلی فصل:

خواتین اور گھرانے کے بارے میں مغرب کا افراط وتفریط

مغربی ادب میں عورت کی مظلومیت سب سے پہلے مغربی معاشرے کی مشکلات اور مغربی ثقافت کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں، اس کے بعد اسلام کی نظر بیان کروں گا۔ اہل مغرب،عورت کے مزاج کی شناخت اور صنف نازک سے برتاؤ میں افراط وتفریط کا شکار رہے ہیں۔ بنیادی طور پر عورت کے بارے میں مغرب کی نگاہ دراصل غیر متوازن اور عدم برابری کی نگاہ ہے۔

آپ مغرب میں لگائے جانے والے نعروں کو ملاحظہ کیجئے، ۔

یہ کھوکھلے نعرے ہیں اور حقیقت سے کوسوں دور ہیں۔ ان نعروں سے مغربی ثقافت کی شناخت ممکن نہیں بلکہ مغربی ثقافت کو ان کے ادب میں تلاش کرنا چاہیے۔

جو لوگ مغربی ادب، یورپی معاشرے کے اشعار، ادبیات، ناول، کہانیوں اور اسکرپٹ سے واقف ہیں، وہ جانتے ہیں کہ مغربی ثقافت میں قبل از قرون وسطیٰ کے زمانے سے

لے کر اس صدی کے آخر تک عورت کو دوسرا درجہ دیا گیا ہے۔ جو فرد بھی اس حقیقت کے خلاف دعویٰ کرتا ہے وہ حقیقت کے خلاف بولتا ہے۔ آپ شیکسپیئر کے ناول کو دیکھئے، آپ ملاحظہ کریں گے کہ اس ناول میں اور بقیہ مغربی ادب میں صنف نازک کو کن خیالات، کس زبان اور کس نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ مغربی ادب میں مرد، عورت کا سردار، مالک اور صاحب اختیار ہے اور اس ثقافت کی بعض مثالیں اور آثار آج بھی باقی ہیں۔

آج بھی جب ایک عورت، مرد سے شادی کرتی ہے اور اپنے شوہر کے گھر میں قدم رکھتی ہے تو حتیٰ اس کا خاندانی نام (یا اس کے اصلی نام کے ساتھ اس کا دوسرا نام) تبدیل ہوجاتا ہے اور اب اس کے نام کے ساتھ شوہر کا نام لیا جاتا ہے۔ عورت جب تک شادی نہیں کرتی وہ اپنے خاندانی نام کو اپنے نام کے ساتھ استعمال کرتی ہے لیکن جب وہ شوہر دار ہوجاتی ہے تو عورت کا خاندانی نام، مرد کے خاندانی نام میں تبدیل ہوجاتا ہے، یہ ہے اہل مغرب کی رسم! لیکن ہمارے ملک میں نہ تو یہ رسم کبھی تھی اور نہ آج ہے۔ (ہمارے معاشرے میں) عورت اپنے خاندان (میکے) کے تشخص کو اپنے ساتھ شادی کے بعد بھی محفوظ رکھتی ہے۔ یہ مغرب کی قدیم ثقافت کی نشانی ہے کہ مرد، عورت کا آقا اور مالک ہے۔

یورپی ثقافت میں جب ایک عورت اپنے تمام مال ومنال کے ساتھ شادی کرتی تھی اور شوہر کے گھر میں قدم رکھتی تھی تو نہ صرف یہ کہ اس کا جسم، مرد کے اختیار میں ہوتا تھا بلکہ اس کی تمام ثروت ودولت جو اس کے باپ اور خاندان (میکے) کی طرف سے اسے ملتی تھی، شوہر کے اختیار میں چلی جاتی تھی۔ یہ وہ چیز ہے کہ جس کا انکار خود اہل مغرب بھی نہیں کرسکتے کیونکہ یہ مغربی ثقافت کا حصہ ہے۔

مغربی ثقافت میں جب عورت اپنے خاوند کے گھر میں قدم رکھتی تھی تو درحقیقت اس کے شوہر کو اس کی جان کا بھی اختیار ہوتا تھا! چنانچہ آپ مغربی کہانیوں، ناولوں اور یورپی

معاشرے کے اشعار میں ملاحظہ کریں گے کہ شوہر ایک اخلاقی مسئلے میں اختلاف کی وجہ سے اپنی بیوی کو قتل کر دیتا ہے اور کوئی بھی اسے سرزنش نہیں کرتا! اسی طرح ایک بیٹی کو بھی اپنے باپ کے گھر میں کسی قسم کے انتخاب کا کوئی حق حاصل نہیں تھا۔

البتہ یہ بات ضرور ہے کہ اسی زمانے میں مغربی معاشرے میں مرد و خواتین کا طرز زندگی ایک حد تک آزاد تھا لیکن اس کے باوجود شادی کا اختیار اور شوہر کا انتخاب صرف باپ کے ہاتھ میں تھا۔ شیکسپیئر کے اسی ناول میں جو کچھ آپ دیکھیں گے وہ یہی کچھ ہے کہ ایک لڑکی کو شادی پر مجبور کیا جاتا ہے، ایک عورت اپنے شوہر کے ہاتھوں قتل ہوتی ہے اور آپ کو ایک ایسا گھر نظر آئے گا کہ جس میں عورت سخت دباؤ میں گھری ہوئی ہے، غرض جو کچھ بھی ہے وہ اسی قسم کا ہے۔ یہ ہے مغربی ادب وثقافت! موجودہ نصف صدی تک مغرب کی یہی ثقافت رہی ہے۔ البتہ انیسویں صدی کے اواخر میں وہاں آزادی نسواں کی تحریکیں چلنی شروع ہوئی ہیں۔

یورپی عورت کی آزادی کے خودغرضانہ مادّی عوامل

محترم خواتین اور خصوصا جوان لڑکیاں کہ جو اس مسئلے میں فکر کرنا چاہتی ہیں، انہیں چاہیے کہ وہ بھرپور توجہ کریں۔

سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ جب یورپ میں خواتین کا ”حق مالکیت“ معین کیا گیا جیسا کہ یورپی معاشرتی ماہرین کی تحقیقاتی سروے رپورٹ سے پتہ چلتا ہے، اس لیے تھا کہ مغرب میں صنعت وجدید ٹیکنالوجی کی آمد کے زمانے میں کارخانوں اور ملوں نے رونق حاصل کی تھی اور انہیں مزدوروں کی سخت ضرورت تھی مگر مزدور کم تھے اور کارخانوں کو مزدوروں کی ایک بڑی تعداد درکار تھی۔ اسی لیے انہوں نے خواتین کو کارخانوں کی طرف کھینچا اور ان کی طاقت وتوانائی سے

استفادہ کیا۔ البتہ خواتین مزدوروں کو دوسروں کی بہ نسبت کم تنخواہ دی جاتی تھی، اس وقت اعلان کیا گیا کہ عورت کو مالکیت کا حق حاصل ہے! بیسویں صدی کے اوائل میں یورپ نے خواتین کو "حق مالکیت" دیا۔ یہ ہے خواتین کے بارے میں مغرب کا افراطی، غلط اور ظالمانہ رویہ۔

جلتا ہوا مغربی معاشرہ!

اس قسم کے افراط کے مقابلے میں تفریط بھی موجود ہے۔ جب اس گھٹن کے ماحول میں خواتین کے حق میں اس قسم کی (ظاہراً) پرسود تحریک شروع ہوتی ہے تو ظاہری سی بات ہے کہ دوسری طرف سے خواتین تفریط کا شکار ہوتی ہیں۔ لہٰذا آپ ملاحظہ کریں گے کہ ان چند دہائیوں میں خود آزادی نسواں کے نام پر مغرب میں کئی قسم کی برائیوں، فحاشی و عریانی اور بے حیائی نے جنم لیا اور یہ سب برائیاں بتدریج رواج پیدا کرتی گئیں کہ جن سے خود مغربی مفکرین بھی حیران و پریشان ہیں۔

آج مغربی ممالک کے سنجیدہ، مصلح، خردمند اور سینے میں دل و تڑپ رکھنے والے افراد اس جنم لینے والی موجودہ صورتحال سے حیران و پریشان اور ناراض ہیں لیکن وہ اس سیلاب کا راستہ روکنے سے قاصر ہیں۔ انہوں نے خواتین کی خدمت کرنے کے نام پر ان کی زندگی پر ایک بہت کاری ضرب لگائی ہے، آخر کیوں؟ صرف اس لئے کہ مرد و عورت کے درمیان تعلقات میں اس لاابالی پن، برائیوں اور فحاشی و عریانی کو فروغ دینے اور ہر قسم کی قید و شرط سے دور مرد و خواتین کی آزادی اور طرز معاشرت نے گھرانے کی بنیادوں کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔

وہ مرد جو معاشرے میں آزادانہ طور پر اپنی شہوت کی تشنگی کو بجھا سکے اور وہ عورت جو سماج میں بغیر کسی مشکل اور اعتراض کے مردوں سے مختلف قسم کے روابط برقرار کر سکے، گھر کی

چار دیواری میں یہ مرد نہ ایک اچھا شوہر ثابت ہوگا اور نہ ہی یہ عورت ایک اچھی اور بہترین و وفادار بیوی بن سکے گی۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں گھرانے کی بنیادیں مکمل طور پر تباہ ہوگئیں ہیں۔

موجودہ زمانے کی سب سے بڑی بلاؤں میں سے ایک بلا وآفت ”گھرانے کے مسائل“ ہیں کہ جس نے مغربی ممالک کو اپنے پنجوں میں جکڑا ہوا ہے اور انہیں ایک بدترین قسم کی نامطلوب حالت سے دوچار کردیا ہے۔ لہٰذا ایسے ماحول و معاشرے میں اگر کوئی خاندان اور گھرانے کے بارے میں نعرہ لگائے (اور اپنی منصوبہ بندی کا اعلان کرے) تو وہ اہل مغرب خصوصاً مغربی خواتین کی نگاہوں میں وہ ایک مطلوب ومحبوب شخص ہے،

لیکن کیوں؟

اس لئے کہ یہ لوگ مغربی معاشرے میں خاندان اور گھرانے کی بنیادوں کے تزلزل سے سخت نالاں اور پریشان ہیں اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ وہاں کے عائلی نظام نے وہ چیز جو مرد وخواتین بالخصوص خواتین کیلئے امن وسکون کا ماحول فراہم کرتی ہے، اپنے ہاتھوں سے کھودی ہے۔ بہت سے گھرانے اور خاندان تباہ و برباد ہوگئے ہیں، بہت سی ایسی خواتین ہیں جو زندگی کے آخری لمحات تک تنہا زندگی بسر کرتی ہیں، بہت سے مرد ایسے ہیں جو اپنی پسند کے مطابق خواتین حاصل نہیں کر پاتے اور بہت سی ایسی شادیاں ہیں کہ جو اپنے نئے سفر کے ابتدائی چند سالوں میں ہی جدائیوں اور طلاق کا شکار ہوجاتی ہیں۔

ہمارے ملک میں موجود خاندان اور گھرانے کی جڑیں اور محکم بنیادیں، آج مغرب میں بہت کم مشاہدہ کی جاتی ہیں۔ مغربی معاشرے میں ایسے خاندان بہت کم ہیں کہ جہاں دادا، دادی، نانا، نانی، نواسے، نواسیاں، پوتے، پوتیاں، چچا زاد بہن بھائی اور خاندان کے دیگر افراد ایک دوسرے سے واقف ہوں، ایک دوسرے کو پہچانتے ہوں اور آپس میں تعلقات رکھتے ہوں۔ وہاں ایسے خاندان بہت کمیاب ہیں اور وہ ایسا معاشرہ ہے کہ جہاں میاں بیوی بھی ایک

گھر کیلئے لازمی وضروری پیار ومحبت سے عاری ہیں۔

یہ وہ بلا ہے جو غلط کاموں کو انجام دینے اور ایک طرف سے افراط اور دوسری طرف سے اس کے مقابل سر اٹھانے والی تفریط کے نتیجے میں اس معاشرے پر مسلط ہوئی ہے اور اس کا سب سے زیادہ نقصان مغربی خواتین کو ہوا ہے۔[1]

---

[1] تہران کے آزادی جیم خانہ میں خواتین کی ایک بڑی کانفرنس سے خطاب

دوسری فصل:

جاہلانہ تمدن وثقافت کے خطرات ونتائج

حقوق نسواں، موجودہ دنیا کا ایک گھمبیر مسئلہ

حقوق نسواں کے بارے میں جو دنیا کا ابھی تک ایک حل نہ کیا جانے والا مسئلہ ہے، بہت زیادہ گفتگو کی گئی ہے اور کی جا رہی ہے۔ جب ہم اس دنیا کے انسانی نقشے اور مختلف انسانی معاشروں پر نظر ڈالتے ہیں، خواہ وہ ہمارے اپنے ملک کا اسلامی معاشرہ ہو یا دیگر اسلامی ممالک کا یا حتیٰ غیر اسلامی معاشرے بھی کہ جن میں پیشرفتہ اور متمدن معاشرے بھی شامل ہیں، تو ہم دیکھتے ہیں کہ ان تمام معاشروں میں بہت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ حقوق نسواں کا مسئلہ ابھی تک حل نہیں ہوا ہے۔ یہ سب انسانی مسائل کے بارے میں ہماری کج فکری اور غلط سوچ کی نشانی ہے اور اس بات کی عکاسی کرتے ہیں کہ ہم ان تمام مسائل میں تنگ نظری کا شکار ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسان اپنے تمام بلند و بانگ دعوؤں، مخلص اور ہمدرد افراد کی تمام تر جدوجہد اور حقوق نسواں اور خواتین کے مسائل کے بارے میں وسیع پیمانے پر ہونے والی ثقافتی سرگرمیوں اور فعالیت کے باوجود ان دو جنس (مرد و عورت) اور مسئلہ خواتین کہ اسی کے ذیل میں مردوں کے

مسائل کوایک اورطرح سے بیان کیا جا تا ہے، کے بارے میں ایک سیدھے راستے اور صحیح روش کو ابھی تک ڈھونڈھنے سے قاصر ہے۔

شاید آپ خواتین کے درمیان بہت سے ایسی خواتین ہوں کہ جنہوں نے دنیا کی ہنرمند خواتین کے ہنری اور ادبی آثار کو دیکھا یا پڑھا ہو کہ ان میں بعض آثار فارسی زبان میں ترجمہ ہو چکے ہیں اور بعض اپنی اصلی زبان میں موجود ہیں۔ یہ سب اسی مذکورہ بالا مسئلے کی عکاسی کرتے ہیں کہ خواتین کے مسائل اور اسی کے ذیل میں ان دو جنس، مرد و عورت کے مسئلے اور بالخصوص انسانیت سے متعلق مسائل کو حل کرنے میں بشر ابھی تک عاجز و ناتواں ہے۔ بہ عبارت دیگر؛ زیادتی، کج فکری اور فکری بدہضمی اور ان کے نتیجے میں ظلم و تعدّی، تجاوز، روحی ناپختگی، خاندان اور گھرانوں سے متعلق مشکلات؛ ان دو جنس مرد و زن کے باہمی تعلقات میں اختلاط و زیادتی سے مربوط مسائل ابھی تک عالم بشریت کے حل نہ کیا جانے والے مسائل کا حصہ ہیں۔ یعنی مادی میدانوں میں ترقی، آسمانی وادیوں اور کہکشاؤں میں پیش قدمی اور سمندروں کی گہرائیوں میں اتنی کشفیات کرنے ،نفسیاتی پیچیدگیوں اور الجھنوں کی گھتّیوں کو سلجھانے اور اجتماعی واقتصادی مسائل میں اپنی تمام تر حیران کن پیشرفت کے باوجود یہ انسان ابھی تک اس ایک مسئلے میں زمین گیر و ناتواں ہے۔ اگر میں ان تمام ناکامیوں اور انجام تک نہ پہنچنے والے امور کو فہرست وار بیان کروں تو اس کیلئے ایک بڑا وقت درکار ہے کہ جس سے آپ بخوبی واقف ہیں۔

دنیا میں ”خاندانی“ بحران کی اصل وجہ!

خاندانی مسائل کہ جو آج دنیا کے بنیادی ترین مسائل میں شمار کیے جاتے ہیں، کہاں سے جنم لیتے ہیں؟

کیا یہ خواتین کے مسائل کا نتیجہ ہیں یا پھر مرد وعورت کے باہمی رابطے کے نتیجے میں پیدا ہوتے ہیں؟

ایک خاندان اور گھرانہ جو دنیائے بشریت کا اساسی ترین رکن ہے، آج دنیا میں اتنے بحران کا شکار کیوں ہے؟

یعنی اگر کوئی بقول معروف آج کی متمدّن مغربی دنیا میں خاندان کی بنیادوں کو مستحکم بنانے کا خواہ ایک مختصر سا ہی منصوبہ کیوں نہ پیش کرے تو اس کا شاندار استقبال کیا جائے گا، مرد، خواتین اور بچے سب ہی اس کا پرتپاک استقبال کریں گے۔

اگر آپ دنیا میں "خاندان" کے مسئلے پر تحقیق کریں اور خاندان کے بارے میں موجود اس بحران کو اپنی توجہ اور کاوش کا مرکز قرار دیں تو آپ ملاحظہ کریں گے کہ اس بحران نے ان دو جنس یعنی مرد وعورت کے درمیان باہمی رابطے، تعلّقات اور معاشرے سے مربوط حل نہ کیا جانے والے مسائل سے جنم لیا ہے یا بہ تعبیر دیگر یہ نگاہ وزاویہ، غلط ہے۔ اب ہم لوگ ہیں اور مقابل میں مرد حضرات کے خود ساختہ افکار ونظریات ہیں، تو جواب میں ہم یہی کہیں گے کہ خواتین کے مسئلے کو جس نگاہ وزاویے سے دیکھا جا رہا ہے وہ صحیح نہیں ہے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ مردوں کے مسئلے کو اس زاویے سے دیکھنا بھی غیر معقول ہے یا مجموعاً ان دونوں کی کیفیت وحالت کا اس نگاہ سے جائزہ لینا سراسر غلطی ہے۔

مرد وعورت کی کثیر المقدار مشکلات کا علاج

اس مسئلے کی مشکلات، زیادہ اور مسائل فراوان ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ ان سب کا علاج کیسے ممکن ہے؟

ان سب کا راہ حل یہ ہے کہ ہم خداوند عالم کے بنائے ہوئے راستے پر چلیں۔ دراصل مرد و عورت کے مسائل کے حل کیلئے پیغام الٰہی میں بہت ہی اہم مطالب بیان کئے گئے ہیں لہٰذا ہمیں دیکھنا چاہیے کہ پیغام الٰہی اس بارے میں کیا کہتا ہے۔ خداوند عالم کے "پیغام وحی" نے اس مسئلے میں صرف وعظ و نصیحت کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ اس نے راہ حل کیلئے زندہ مثالیں اور عملی نمونے بھی پیش کیے ہیں۔

آپ ملاحظہ کیجئے کہ خداوند عالم جب تاریخ نبوت سے مومن انسانوں کیلئے مثال بیان کرنا چاہتا ہے تو قرآن میں یہ مثال بیان کرتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

"وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوا امۡرَاَتَ فِرۡعَوۡنَ" [1]

اللہ نے اہل ایمان کیلئے زن فرعون کی مثال بیان فرمائی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں اہل ایمان کی کثیر تعداد موجود تھی کہ جنہوں نے ایمان کے حصول کیلئے بہت جد و جہد اور فداکاری کی لیکن خداوند عالم نے ان سب کے بجائے زن فرعون کی مثال پیش کی ہے۔

آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

کیا خداوند عالم خواتین کی طرفداری کرنا چاہتا ہے یا در پردہ حقیقت کچھ اور ہے؟

حقیقتاً مسئلہ یہ ہے کہ یہ عورت (زن فرعون) خدا کے پسندیدہ اعمال کی بجا آوری کے ذریعے ایسے مقام تک جا پہنچی تھی کہ فقط اسی کی مثال ہی پیش کی جاسکتی تھی۔ یہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور حضرت مریم سلام اللہ علیہا سے قبل کی بات ہے۔ فرعون کی بیوی، نہ پیغمبر ہے اور نہ پیغمبر کی اولاد، نہ کسی نبی کی بیوی ہے اور نا ہی کسی رسول کے خاندان سے اس کا تعلق ہے۔ ایک عورت کی روحانی و معنوی تربیت اور رشد اسے اس مقام تک پہنچاتی ہے!

---

[1]

البتہ اس کے مقابلے میں یعنی برائی میں بھی اتفاقاً یہی چیز ہے۔ یعنی خداوند متعال جب برے انسانوں کیلئے مثال بیان کرتا ہے تو فرماتا ہے:

"ضرب اللہ مثلا للّذین کفروا امرآت نوحٍ وّ امرآت لوط" [1]

اللہ نے اہل کفر کیلئے نوح اور لوط کی بیویوں کی مثال پیش کی ہے۔ یہاں بھی خدا نے دو عورتوں کی مثال پیش کی ہے کہ جو برے انسانوں سے تعلق رکھتی تھیں۔ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کے زمانے میں کافروں کی ایک بہت بڑی تعداد موجود تھی اور ان کا معاشرہ برے افراد سے پر تھا لیکن قرآن ان لوگوں کو بطور مثال پیش کرنے کے بجائے حضرت نوح علیہ السلام وحضرت لوط علیہ السلام کی زوجات کی مثال بیان کرتا ہے۔

اہل ایمان کیلئے زن فرعون کی مثال کے پیش کیے جانے کے ذریعے صنف نازک پر یہ خاص عنایت اور ایک عورت کے مختلف عظیم پہلوؤں اور اس کے مختلف ابعاد پر توجہ کی اصل وجہ کیا ہے؟ شاید یہ سب اس جہت سے ہو کہ قرآن یہ چاہتا ہے کہ اس زمانے کے لوگوں کے باطل اور غلط افکار ونظریات کی جانب اشارہ کرے۔

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس زمانہ جاہلیت کے باطل افکار وعقائد آج بھی ہنوز باقی ہیں، خواہ وہ جزیرۃ العرب کے لوگ ہوں جو اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے یا دنیا کی بڑی شہنشاہت کے زمانے کے لوگ ہوں مثل روم وایران۔

یورپ کی موجودہ تمدن کی بنیاد

یورپ کے موجودہ تمدن کی بنیاد، روم کی قدیمی تہذیب وثقافت پر قائم ہے۔ یعنی

[1] سورۂ تحریم/ ۱۰

یورپ ومغرب اوراس کے ذیل میں امریکی تہذیب وثقافت پر سر سے پیر تک جو چیز مسلط وحاکم ہے، وہ وہی اصول ونکات ہیں کہ جو رومی شہنشاہیت کے زمانے میں موجود تھے اور وہی اصول و قوانین آج ان ممالک کی ثقافت اور تہذیب وتمدن کا معیار بنے ہوئے ہیں۔اس زمانے میں بھی خواتین کا بہت زیادہ احترام کیا جاتا تھا، انہیں بہت بلند مقام ومرتبہ دیا جاتا تھا اور مختلف قسم کے زیور اور آرائش وزینت سے انہیں مزین کیا جاتا تھا مگر کس لیے؟ صرف اس لیے کہ مرد کی ایک خاکی وپست اور سب سے زیادہ مادی (اور حیوانی وشہوتی) خصلت کی سیرابی کا وسیلہ بن سکے! یہ ایک انسان اور صنف نازک کی کتنی بڑی تحقیر اور توہین ہے!

ایرانی شہنشاہیت کے زمانے میں ایران بھی بالکل ایسا ہی تھا۔ ساسانی سلسلہ بادشاہت کے حرم سراؤں کے قصے تو آپ نے سنے ہوں گے۔حرم سرا کا مطلب آپ کو پتہ ہے؟! حرم سرا یعنی عورت کی اہانت وتذلیل کی جگہ۔ایک مرد چونکہ قدرت کا حامل ہے لہٰذا وہ خود کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ ایک ہزار عورتوں کو اپنے حرم سرا میں رکھے۔اس زمانے کے بادشاہ کی رعایا کا ہر فرد بھی اگر قدرت وتوانائی رکھتا تو وہ بھی اپنی حیثیت وطاقت کے مطابق ایک ہزار، پانچ سو، چار سو یا دوسو عورتوں کو اپنے پاس رکھتا۔ یہ واقعات وحقائق عورت سے متعلق کون سے افکار ونظریات کی عکاسی کرتے ہیں؟!

مغربی عورت کی حالت زار

ہمیں مغرب سے ابھی بہت کچھ طلب کرنا ہے کہ جس نے تاریخ کے مختلف ادوار سے لیکر آج تک اس صنف نازک کی اتنی تحقیر وتذلیل کی ہے۔آپ توجہ کیجئے کہ ابھی ماضی قریب تک یورپ اور مغربی ممالک میں خواتین کو اپنے مستقل اور جداگانہ مالی حقوق حاصل نہیں تھے۔ میں

نے ایک دفعہ کافی تحقیق کے بعد اس بارے میں اعداد و شمار آج سے تقریباً چار، پانچ سال [۱] قبل نماز جمعہ کے کسی خطبے میں ذکر کیے تھے۔

مثلاً بیسویں صدی کے اوائل تک ان تمام بلند و بانگ دعوؤں، مغرب میں روز بروز پھیلنے والی بے حیائی اور حد سے گزر جانے والے اور بے مہار جنسی اختلاط و بے راہ روی کے بعد بھی کہ جس کے بعد یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ عورت کو اس طرح زیادہ احترام و بلند مقام دیا جاتا ہے، مغربی عورت کو یہ حق حاصل نہیں تھا کہ وہ اپنے ذاتی مال و ثروت سے آزادانہ استفادہ کرے! وہ شوہر کے مقابلے میں اپنے ذاتی مال و دولت کی بھی مالک نہیں تھی! یعنی جو عورت بھی شادی کرتی تھی اس کی تمام جمع پونجی اور مال و دولت سب اس کے شوہر کی ملکیت میں چلا جاتا تھا اور عورت کو اپنا ہی مال خرچ کرنے کا کوئی اختیار حاصل نہیں تھا، یہاں تک کہ بیسویں صدی کے اوائل میں خواتین کو نوکری و ملازمت اور ملکیت کا حق دیا گیا۔

اہل مغرب نے اس مسئلے کو بھی جو انسانی حقوق کے بنیادی اور ابتدائی ترین مسائل سے تعلق رکھتا ہے، عورت کی پہنچ سے دور رکھا۔ جبکہ اپنی تمام تر توجہ ان مسائل کی جانب رکھی کہ جو خواتین کے ان قیمتی اور حقیقتاً قابل قدر مسائل کے مدمقابل ہیں کہ جن کی اسلام میں بہت تاکید کی گئی ہے۔ یہ جو حجاب اور پردے کے بارے میں ہمارے یہاں اتنی تاکید کی گئی ہے، اس کی وجہ بھی یہی ہے۔ [۲]

---

[۱] اگست، اکتوبر اور نومبر ۱۹۸۶ء میں نماز جمعہ کے خطبات

[۲] خواتین کی ثقافتی کمیٹی کے اراکین، مختلف لیڈی ڈاکٹروں اور پہلی اسلامی حجاب کانفرنس کے عہدیداروں سے ۱۹۹۱ء میں خطاب

حقوق نسواں کے بارے میں استکبار کی غلطی

جاہلیت سے مالا مال عالمی استکبار بہت بڑی غلطی میں ہے کہ جو یہ خیال کرتا ہے کہ ایک عورت کی قدر و قیمت اور بلند مقام اس میں ہے کہ وہ خود کو مردوں کیلئے زینت و آرائش کرے تا کہ آوارہ لوگ اسے دیکھیں، اس سے ہر قسم کی لذت حاصل کریں اور اس کی تعریف کریں۔ مغرب کی انحطاط شدہ اور منحرف ثقافت کی جانب سے" آزادی نسواں" کے عنوان سے جو چیز سامنے آئی ہے اس کی بنیاد اس چیز پر قائم ہے کہ عورت کو مردوں کی (حیوانی اور شہوتی) نگاہوں کا مرکز بنائیں تا کہ وہ اس سے جنسی لذت حاصل کر سکیں اور عورت، مردوں کی جنسی خواہشات کی تکمیل کیلئے ایک آلہ و وسیلہ بن جائے، کیا اسی کو" آزادی نسواں" کہا جاتا ہے؟

جو لوگ حقیقت سے جاہل اور غافل مغربی معاشرے اور گمراہ تہذیب و تمدن میں اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ انسانی حقوق کے طرفدار ہیں تو در حقیقت یہ لوگ عورت پر ظلم کرنے والوں کے زمرے میں شمار ہوتے ہیں۔

آپ عورت کو ایک بلند مرتبہ و مقام کے حامل انسان کی حیثیت سے دیکھئے تا کہ معلوم ہو کہ اس کا کمال، حق اور اس کی آزادی کیا ہے؟ آپ عورت کو عظیم انسانوں کے سائے میں پرورش پانے والے اور اصلاح معاشرہ کیلئے ایک مفید عنصر کی حیثیت سے دیکھے تا کہ یہ معلوم ہو کہ اس کا حق کیا ہے اور وہ کس قسم کی آزادی کی خواہاں ہے (اور کون سی آزادی اس کے انسانی مقام و منصب سے میل کھاتی ہے)۔

آپ عورت کو ایک گھرانے اور خاندان کی تشکیل دینے والے بنیادی عنصر کی حیثیت سے اپنی توجہ کا مرکز قرار دیں۔ درست ہے کہ ایک مکمل گھرانہ مرد اور عورت دونوں سے تشکیل پاتا ہے اور یہ دونوں موجود خاندان کی بنیادیں رکھنے اور اس کی بقا میں موثر ہیں، لیکن ایک گھرانے کی

آسائش اور آرام وسکون عورت کی برکت اور صنف نازک کے نرم ولطیف مزاج کی وجہ ہی سے قائم رہتا ہے۔اس زاویے سے عورت کو دیکھئے تاکہ یہ مشخص ہو کہ وہ کس طرح کمال حاصل کرسکتی ہے اوراس کے حقوق کن امور سے وابستہ ہیں۔

جس دن سے اہل یورپ نے جدید ٹیکنالوجی کوحاصل کرنا شروع کیا اور انیسویں صدی کے اوائل میں مغربی سرمایہ داروں نے جب بڑے بڑے کارخانے لگائے اور جب انہیں کم تنخواہ والے سستے مزدوروں کی ضرورت ہوئی تو انہوں نے "آزادی نسواں" کا راگ الاپنا شروع کر دیا تاکہ اس طرح خواتین کو گھروں سے نکال کر کارخانوں کی طرف کھینچ کر لے جائیں، ایک سستے مزدور کی حیثیت سے اس کی طاقت سے فائدہ اٹھائیں، اپنی جیبوں کو پر کریں اور عورت کو اس کے بلند مقام ومرتبے سے تنزّل دیں۔مغرب میں آج جو کچھ "آزادی نسواں" کے نام پر بیان کیا جارہا ہے، اس کے پیچھے یہی داستان کارفرما ہے، یہی وجہ ہے کہ مغربی ثقافت میں عورت پر جو ظلم و ستم ہوا ہے اور مغربی تمدن و ادب میں عورت کے متعلق جو غلط افکار ونظریات رائج ہیں ان کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔

مغربی عورت، مرد کی نفسانی خواہشات کی تسکین کا وسیلہ

تاریخ میں سب جگہ عورت پر ظلم ہوا ہے لیکن بڑے پیمانے پر ہونے والا یہ ظلم مثلاً ماضی قریب میں ہونے والا ظلم دراصل مغربی تمدن کا نتیجہ ہے۔انہوں نے عورت کو مرد کی شہوت کی تکمیل کے لیے ایک وسیلے کی حیثیت سے متعارف کرایا ہے اوراسے آزادی نسواں کا نام دیا ہے! حالانکہ یہ عورت سے جنسی لذت حاصل کرنے والے آوارہ اور ہر قید وشرط سے آزاد مردوں کی آزادی ہے نہ کہ عورتوں کی۔

مغرب نے نہ صرف اقتصاد وصنعت اور اس جیسے دیگر شعبوں میں بلکہ ہنر وادب میں بھی عورت کو اپنی ہوس اور ظلم وستم کا نشانہ بنایا ہے۔ آپ آج مغرب کی کہانیوں، ناولوں، مصوری ونقاشی اور مختلف قسم کے ہنری کاموں کو ملاحظہ کیجیے تو آپ مشاہدہ کریں کہ یہ لوگ عورت ذات کو کس نگاہ وزاویے سے دیکھتے ہیں؟ کیا اس نظر وزاویے میں عورت میں موجود قیمتی اقدار وصفات (اور استعداد ولیاقت) پر توجہ دی جاتی ہے؟

کیا عورت سے متعلق یورپی ومغربی طرز فکر میں عورت میں خداوند عالم کی طرف سے ودیعت کیے گئے نرم ولطیف جذبات، احساسات اور مہربانی ومحبت کہ جس میں ماں کی ممتا و پیار اور بچوں کی حفاظت وتربیت شامل ہے، توجہ دی جاتی ہے یا اس کے شہوتی اور جنسی پہلو اور خود ان کی تعبیر اور اصطلاح کے مطابق عورت کے عشقی پہلو پر؟ (ان کی یہ تعبیر سراسر غلط ہے اس لیے کہ یہ شہوت پرستی ہے نہ کہ عشق)۔ انہوں نے عورت کی اس طرح پرورش کی، یعنی جب بھی اور کوئی بھی چاہے اسے استعمال کرے اور اسے ایک ایسا مزدور بنادے جو کم طلب اور ارزاں قیمت ہو۔

اسلام میں خواتین کی فعالیت وملازمت

اسلام ان تمام چیزوں کو اہمیت نہیں دیتا ہے۔ اسلام خواتین کے کام اور ملازمت کرنے کا موافق ہے بلکہ ان کی فعالیت وملازمت کو اس حد تک کہ ان کی بنیادی اور سب سے اہم ترین ذمے داری یعنی تربیت اولاد اور خاندان کی حفاظت سے متصادم نہ ہو شاید لازم وضروری بھی جانتا ہے۔ ایک ملک اپنی تعمیر وترقی کیلئے مختلف شعبہ ہائے زندگی میں خواتین کی قدرت و توانائی سے بے نیاز نہیں ہوسکتا! لیکن شرط یہ ہے کہ یہ کام اور فعالیت، عورت کی معنوی اور انسانی کرامت و بزرگی اور قدر و قیمت سے منافات نہیں رکھتے ہوں، مرد اس کی تذلیل وتحقیر نہ کرے

اور اسے اپنے سامنے تواضع اور جھکنے پر مجبور نہ کرے۔ تکبر تمام انسانوں کیلئے مذموم اور بدترین صفت ہے سوائے خواتین کے اور وہ بھی نامحرم مردوں کے مقابل! عورت کو نامحرم مرد کے سامنے متکبر ہونا چاہیے۔

"فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ" [1]

عورت کو نامحرم مرد کے سامنے نرم و ملائم لہجے میں بات نہیں کرنی چاہیے، اس لیے کہ یہ عورت کی کرامت و بزرگی کی حفاظت کیلئے لازمی ہے۔ اسلام نے عورت کیلئے اسی کو پسند کیا ہے اور یہ ایک مسلمان عورت کیلئے مثالی نمونہ ہے۔

خواتین کو ہماری دعوت!

یہی وہ جگہ ہے کہ جہاں ہم بالکل درست دنیائے استکبار کے مدمقابل مدّعی ہیں۔ میں نے مختلف مبلغین اور مقررین کے سامنے بارہا مسئلہ خواتین کو ذکر کیا ہے کہ یہ ہم نہیں ہیں کہ جو (خواتین اور دیگر مسائل کے بارے میں) اپنے موقف کا دفاع کریں بلکہ یہ مغرب کی منحرف ثقافت ہے کہ جو اپنا دفاع کرے۔ ہم خواتین کے بارے میں جو کچھ بھی بیان کرتے ہیں در حقیقت وہ چیز ہے کہ جس کا کوئی بھی باانصاف اور عقل مند انسان منکر نہیں ہوسکتا ہے کہ

"یہ عورت کیلئے بہترین ہے"۔

ہم خواتین کو عفت، عصمت، حجاب، مرد و عورت کے درمیان ہر قسم کی قید و شرط سے آزاد باہمی اختلاط و روابط سے دوری، اپنی انسانی کرامت و بزرگی کی حفاظت اور نامحرم مرد کے سامنے زینت و آرائش نہ کرنے کی تاکہ وہ عورت سے لذت حاصل نہ کرے، دعوت دیتے ہیں۔

---

[1] سورۂ احزاب/ ۳۲

کیا یہ باتیں بری ہیں؟!

یہ ایک مسلمان عورت سمیت تمام عورتوں کیلئے کرامت و بزرگی ہے۔

وہ افراد جو خواتین کو اس بات کی ترغیب دیتے اور ان کی ہمتیں بندھاتے ہیں کہ وہ اپنی اس طرح زینت و آرائش کریں کہ کوچہ و بازار کے مردان پر نگاہ ڈالیں اور اپنی جنسی خواہشات کی سیرابی کیلئے (حرام راستے سے) اقدامات کریں، تو ہم یہ کہتے ہیں کہ ان خواتین کو چاہیے کہ اپنا دفاع کریں کہ مرد، عورت کو اس حد تک پست کیوں کرے اور اس کی اتنی تحقیر و تذلیل کرے؟ ایسے لوگوں کو جواب دینا چاہیے۔ ہماری اسلامی ثقافت، ایسی ثقافت ہے کہ جسے مغرب کے عقل مند افراد اور مفکرین پسند کرتے ہیں اور ان کا کردار ایسا ہی ہے۔ اس مغربی ثقافت میں صاحب عفت، متین اور سنجیدہ خواتین بھی ہیں کہ جو اپنے لیے قدر و قیمت کی قائل ہیں اور اس بات کیلئے قطعاً حاضر نہیں ہیں کہ خود کو اجنبی، آوارہ اور ہر قید و شرط سے آزاد مردوں کی جنسی خواہشات کی تسکین کا وسیلہ قرار دیں۔ مغرب کی منحرف شدہ ثقافت میں اس جیسی مثالیں فراواں ہیں۔ [1]

---

[1] ۲۹۹۱ء میں خواتین کے ایک گروہ سے ملاقات

دوسرا باب

خواتین کے مسائل اور حقوق کے بارے میں اسلام کی عادلانہ نظر

دریچہ

اسلام، خواتین کیلئے ایک عظیم و بلند مقام و مرتبے کا قائل ہے اور انہیں مشخص شدہ حقوق اور عملی زندگی خصوصاً خاندان کے قیام ودوام میں بنیادی کردار عطا کرتا ہے اور اسی طرح ان کے اور مردوں کے درمیان فطری اور منطقی حدود کو معین کرتا ہے۔

خواتین کیلئے اسلام کی سب سے بڑی خدمت، معاشرے کے اس اہم طبقے اور ان کے حقوق کی نسبت عمومی نظر وزاویے کی اصلاح اور خواتین کو ایک جامع خاندانی نظام اور معاشرتی زندگی میں ایک اہم کردار دلانا ہے۔اس سلسلے میں خاندانی نظام زندگی میں ان کے حقوق اور مقام ومرتبے کو استحکام بخشنا، فضول خرچی، شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ، تجمّل پرستی، زینت وآرائش کو ظاہر نہ کرنا اور جنسی و مادی امور میں سرگرمی کو ممنوع قرار دینا اور خواتین کے رشد ومعنوی ترقی اور بلند و بالا انسانی مقامات تک رسائی کے امکانات فراہم کرنا، اسلام کی ہدایت اور منصوبہ بندی میں شامل ہیں۔

پہلی فصل

عورت، عالم ہستی کا اہم ترین عنصر

عورت، عالم خلقت کے اہم ترین امور کی ذمہ دار

میری بہنو! خواتین کا موضوع اور معاشرے کا اس سے برتاؤ اور رویہ ایسا مسئلہ ہے جو ہمیشہ سے مختلف معاشروں اور مختلف تہذیب وتمدن میں زیر گفتگو رہا ہے۔ اس دنیا کی نصف آبادی ہمیشہ خواتین پر مشتمل رہی ہے۔ دنیا میں زندگی کا قیام جس تناسب سے مردوں سے وابستہ ہے، اسی طرح خواتین سے بھی مربوط ہے۔ خواتین نے عالم خلقت کے بڑے بڑے کاموں کو فطری طور پر اپنے ذمے لیا ہوا ہے اور تخلیق کے بنیادی کام مثلاً بچے کی پیدائش اور تربیت اولاد، خواتین کے ہاتھوں میں ہیں۔ پس خواتین کا مسئلہ بہت اہم مسئلہ ہے اور مختلف معاشروں میں مختلف مفکرین اور مختلف اقوام وملل کے اخلاق وعادات میں ہمیشہ سے موضوع بحث رہا ہے۔ اسلام نے ان اہم موضوعات میں سے ایک اہم موضوع کو منتخب کر کے اسے افراط وتفریط سے بچاتے ہوئے دنیا کے تمام لوگوں کو خبردار کیا ہے۔

خواتین مرد کے شانہ بشانہ بلکہ ان سے بھی آگے!

اسلام نے ان مردوں کو جو اپنے قدرت مند جسم یا مالی توانائی کی وجہ سے خواتین کو اپنا نوکر بناتے، ان سے خدمت لیتے اور خواتین کو اذیت و آزار اور کبھی کبھی تحقیر کا نشانہ بناتے تھے، مکمل طور پر خاموش کر دیا ہے اور خواتین کو ان کے حقیقی اور مناسب مقام تک پہنچایا ہے بلکہ خواتین کو بعض جہات سے مردوں کے شانہ بشانہ لا کھڑا کیا ہے۔

"اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ"

(قرآن بیان کر رہا ہے کہ) مسلمان مرد اور مسلمان عورت، عابد مرد اور عابد عورت اور نماز شب پڑھنے والا مرد اور نماز شب ادا کرنے والی عورت۔

پس اسلام نے انسانی درجات اور روحانی مقامات کو مرد و عورت کے دمیان برابر برابر تقسیم کیا ہے۔ (یعنی ان مقامات تک رسائی ان دونوں میں سے کسی ایک سے مخصوص نہیں ہے بلکہ دونوں میں سے کوئی بھی یہ مقام حاصل کر سکتا ہے)۔ اس زاویے سے مرد و عورت ایک دوسرے کے مساوی اور برابر ہیں۔ جو بھی خدا کیلئے نیک عمل انجام دے گا:

"مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى"،

خواہ مرد ہو یا عورت،

"فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً" [1]،

ہم اسے حیات طیبہ عطا کریں گے۔

اسلام نے کچھ مقامات پر عورت کو مرد پر ترجیح دی ہے۔ مثلاً جہاں مرد و عورت، ماں

---

[1] سورۂ نحل: ۹۷

وباپ کی صورت میں صاحب اولاد ہیں۔ان کی یہ اولاد اگر چہ کہ دونوں کی مشترکہ اولاد ہے لیکن اولاد کی اپنی ماں کیلئے خدمت وذمے داری باپ کی بہ نسبت زیادہ اورلازمی ہے۔اولاد پر ماں کا حق باپ کی بہ نسبت زیادہ ہےاور ماں کی نسبت اولاد کا وظیفہ بھی سنگین ہے۔

خاندان میں عورت کا حق!

اس سلسلے میں بہت زیادہ روایات نقل کی گئی ہیں۔پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی نے سوال کیا:

"من عبر؟"

میں کس سے نیکی کروں۔

آپؐ نے جواب میں فرمایا:

"امّك"۔

اپنی ماں سے۔

آپؐ نے اسکے دوسرے سوال کے جواب میں بھی یہ فرمایا اوراس کے تیسرے سوال کا یہی جواب دیا لیکن چوتھی مرتبہ جواب میں فرمایا: "اباك" (اپنے باپ سے نیکی کرو)۔[1]

پس خاندان کی چار دیواری میں عورت کا اولاد پر حق بہت سنگین ہے۔البتہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ خداوند عالم یہ چاہتا ہے کہ ایک طبقے کو اکثریت پر ترجیح دے بلکہ یہ اس جہت سے ہے کہ خواتین زیادہ زحمتیں برداشت کرتی ہیں۔

یہ بھی عدل الٰہی ہے کہ خواتین کی زحمتیں زیادہ ہیں تو ان کا حق بھی زیادہ ہےاورخواتین

---

[1] الکافی (ط ـ الاسلامیۃ) / ج ۲ / باب البر بالوالدین ..... ص:۱۵۹، جامع ترمذی، جلد اول باب البر والصلۃ ۱۸۹۷

زیادہ مشکلات کا سامنا کرتی ہیں لہٰذا ان کی قدر و قیمت بھی زیادہ ہے۔ یہ سب عدالت الٰہی کی وجہ سے ہے۔ مالی مسائل میں مثلا خاندان اوراس کی سرپرستی کا حق اوراس کے مقابل خاندان کو چلانے کی ذمہ داری میں اسلامی روش ایک متوازن متعادل روش ہے۔

اسلامی قانون نے اس بارے میں اتنی سی بھی اجازت نہیں دی ہے کہ مرد یا عورت پر ذرہ برابر ظلم ہو۔ اسلام نے مرد وعورت دونوں کا حق الگ الگ بیان کیا ہے اوراس نے مرد کے پلڑے میں ایک وزن اورعورت کے پلڑے میں دوسرا وزن رکھا ہے۔ اگر ان موارد میں اہل فکر توجہ کریں تو وہ ان چیزوں کو ملاحظہ کریں گے۔ یہ وہ چیزیں ہیں کہ جنہیں کتابوں میں بھی لکھا گیا ہے۔ آج ہماری فاضل اور مفکر خواتین الحمدللہ ان تمام مسائل کو دوسروں اور مردوں سے بہتر طور پر جانتی ہیں اوران کی تبلیغ بھی کرتی ہیں۔ یہ تھا مرد وعورت کے حقوق کا بیان۔

دوسری فصل

اسلام اور حجاب

مرد اور عورت کی درمیانی "حد" پر اسلام کی تاکید

یہاں ایک بنیادی نکتہ ہے کہ جس پر اسلام نے بہت زیادہ تاکید کی ہے اور وہ یہ ہے کہ تاریخ میں مردوں کے مزاج، عورتوں کی بہ نسبت سخت اور ان کے ارادے مشکلات کا مقابلہ کرنے کی وجہ سے قوی اور جسم مضبوط رہے ہیں۔ اسی وجہ سے انہوں نے اہم ترین کاموں اور مختلف قسم کی ذمہ داریوں کو اپنے ذمّے لیے ہوا تھا اور یہی وہ چیز ہے کہ جس نے مردوں کیلئے اپنی جنس مخالف سے اپنے فائدے کیلئے سوئے استفادہ کرنے کے امکانات فراہم کیے ہیں۔ آپ دیکھئے کہ بادشاہوں، ثروت مند، صاحب مقام و صاحب قدرت افراد میں سے کون نہیں ہے کہ جس نے اپنے اپنے درباروں اور اپنے اپنے دائرہ کار میں اپنے مال و دولت اور مقام قدرت وغیرہ کے بل بوتے صنف نازک سے سوئے استفادہ، دست درازی اور بے آبروئی کیلئے اقدامات نہ کیے ہوں؟!

یہ وہ مقام ہے کہ جہاں اسلام اپنی پوری قوت و قدرت کے ساتھ احکامات جاری کرتا

ہے اور معاشرے میں مرد و عورت کے درمیان حد اور فاصلے کو قرار دیتا ہے اور ان کے درمیان تعلقات میں سختی و پابندی کرتا ہے۔ اسلام کی رو سے کسی کو بھی یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اس حد کو پامال کرے اور اس قانون کی بے احترامی کرے، کیونکہ اسلام نے خاندان اور گھرانے کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔ گھر کے گلشن میں مرد و عورت کا باہمی رابطہ کسی اور قسم کا ہے اور معاشرے میں کسی اور قانون کے تابع۔ اگر معاشرے میں مرد و عورت کے درمیان حائل فاصلوں کے قانون کا خیال نہ رکھا جائے تو نتیجے میں خاندان اور گھرانہ خراب ہو جائے گا۔ گھرانے میں عورت پر اکثر اوقات اور مرد پر کبھی کبھار ممکن ہے ظلم ہو۔ اسلامی ثقافت، مرد و عورت کے درمیان عدم اختلاط کی ثقافت ہے۔ ایسی زندگی، خوشبختی سے آگے بڑھ سکتی ہے اور عقلی معیار و میزان کی رعایت کرتے ہوئے صحیح طریقے سے حرکت کر سکتی ہے۔ یہ وہ مقام ہے کہ جہاں اسلام نے سختی کی ہے۔

اسلام کی رو سے اگر معاشرے میں (نامحرم) مرد اور عورت کے درمیان فاصلے اور حد کو عبور کیا جائے، خواہ یہ خلاف ورزی مرد کی طرف سے ہو یا عورت کی طرف سے تو اسلام نے اس معاملے میں سخت گیری سے کام لیا ہے۔ اسی نکتے کے بالکل مقابل وہ چیز ہے کہ جسے ہمیشہ دنیا کے شہوت پرستوں نے چاہا اور اس پر عمل کرتے رہے ہیں۔ صاحبان زر و زمین اور قدرت و طاقت رکھنے والے مرد، خواتین، ان کے ماتحت افراد اور ان افراد نے کہ جنہوں نے ان افراد کے ساتھ اور ان کیلئے زندگی بسر کی، یہی چاہا ہے کہ مرد و عورت کا درمیانی فاصلہ اور حجاب ختم ہو جائے۔ البتہ خود یہ امر معاشرتی زندگی اور معاشرتی اخلاق کیلئے بہت برا اور مضرّ ہے۔ یہ فکر و خیال اور عمل معاشرتی حیا و عفت کیلئے باعث زیاں اور گھر و گھرانے کیلئے بہت نقصان دہ اور برا ہے اور یہ وہ چیز ہے کہ جو خاندان اور گھرانے کی بنیادوں کو متزلزل کرتی ہے۔

حجاب و پردے میں اسلام کی سنجیدگی

اسلام، خاندان اور گھرانے کیلئے بہت زیادہ اہمیت کا قائل ہے۔ مسلمانوں سے مغرب کی تمام پروپیگنڈا مشینریوں کا اختلاف اور جرح و بحث اسی مسئلے پر ہے۔آپ دیکھئے کہ اہل مغرب حجاب و پردے کے مسئلے پر کتنی حسّاسیت ظاہر کرتے ہیں! اگر یہ حجاب، اسلامی جمہوریہ میں ہو اسے برا شمار کرتے ہیں، اگر عرب ممالک کی یونیورسٹیز و جامعات میں ہو کہ جہاں جوان لڑکیاں اپنی معرفت، آگاہی اور اپنے تمام میل و اختیار سے حجاب کا انتخاب کرتی ہیں، تو اپنی حساسیت ظاہر کرتے ہیں اور اگر سیاسی پارٹیوں اور جماعتوں میں حجاب ہو تو بھی ان کی بھنویں چڑھ جاتی ہیں۔حتی اگر خود ان کے اسکولوں میں لڑکیاں با حجاب ہوں تو باوجود یہ کہ یہ لڑکیاں ان کے ملک کی باشندہ ہیں لیکن پھر بھی یہ لوگ حجاب کی نسبت حساس ہو جاتے ہیں۔

پس اختلاف کی جڑ یہی ہے۔ البتہ خود یہ لوگ اپنی پروپیگنڈا مشینری کے ذریعے ہر وقت فریاد بلند کرتے رہتے ہیں کہ اسلام میں یا اسلامی جمہوریہ میں خواتین کے حقوق کو پامال کیا جا رہا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ خود ان کو اس مسئلے کا یقین نہیں ہے اور وہ جانتے ہیں کہ اسلامی جمہوریہ ایران میں خواتین کے حقوق کمزور اور پامال ہونے کے بجائے ان کا بہت زیادہ خیال رکھا جاتا ہے۔

اسلامی انقلاب اور حقوق نسواں!

آپ توجہ کیجئے کہ آج ایران کے اعلیٰ تعلیمی اداروں اور جامعات میں خواتین طالب علموں اور تحصیل علم میں مصروف لڑکیوں کی تعداد زیادہ ہے یا زمانہ طاغوت میں؟ تو آپ دیکھیں

گے کہ تعداد آج زیادہ ہے۔ حصول تعلیم کے میدان میں اچھی پوزیشن اور اچھے نمبر (درجات) لانے والی لڑکیوں کی تعداد آج زیادہ ہے یا شاہی حکومت کے زمانے میں تھی۔ وہ خواتین جو ہسپتالوں، صحت کے مراکز اور مختلف علمی اداروں میں کام اور تحقیق میں مصروف عمل ہیں آج ان کی تعداد زیادہ ہے یا گزشتہ زمانے میں زیادہ تھی؟ وہ خواتین جو ملکی سیاست اور بین الاقوامی اداروں میں اپنی شجاعت و دلیری کے ذریعے اپنے ملک وقوم کے حقوق اور موقف کا دفاع کرتی ہیں، ان کی تعداد آج زیادہ ہے یا انقلاب سے قبل ان کی تعداد زیادہ تھی؟

آپ دیکھیں گے کہ ان کی تعداد آج پہلے کی نسبت زیادہ ہے۔ شاہی حکومت کے زمانے میں خواتین مختلف گروپوں کی شکل میں سیاحت اور سفر کیلئے جاتی تھیں اور یہ سفر بہت اعلیٰ پیمانے پر ہوتے تھے لیکن ہوس رانی، شہوت پرستی اور اپنی وضع قطع اور زینت و آرائش کو دوسروں کو دکھانے کیلئے۔ لیکن آج کی مسلمان عورت بین الاقوامی اداروں، بین الاقوامی کانفرنسوں، علمی مراکز اور جامعات میں علمی، سیاسی اور دیگر قسم کی فعالیت انجام دے رہی ہے اور انہی چیزوں کی قدر و قیمت ہے۔

مغربی اور مغرب زدہ معاشرے میں خواتین کی صورتحال

طاغوتی ایام میں ہماری لڑکیوں کو "آئیڈیل لڑکی" اور "بہترین مثال" کے نام سے خاندان اور گھرانوں کے پاکیزہ اور پیار و محبت سے لبریز ماحول سے باہر کھینچ کر برائیوں کی کیچڑ میں ڈال دیتے تھے لیکن آج ایسی کوئی بات نہیں۔ حقوق نسواں کہاں ضایع ہوتے ہیں؟ جہاں خواتین سے تحصیل علم، مناسب ملازمت، ان کی فعالیت اور خواتین کی خدمت کرنے جیسے اہم امور کے دروازے خواتین پر بند کر دیے جاتے ہیں اور جہاں انہیں تحقیر و تذلیل کا نشانہ بنایا جاتا

ہے۔جائیے اورامریکی معاشرے کودیکھئے! آپ مشاہدہ کریں گے کہ اس معاشرے میں عورت کی کتنی تحقیر کی جاتی ہے! گھر کی عورت،شوہر کی طرف سے اہانت کا نشانہ بنتی ہے اور ماں اپنے بچوں کی طرف سے تحقیر کا۔ ماں کے حقوق کہ جس طرح اسلامی مراکز اور معاشروں میں موجود ہیں،اس معاشرے میں ان کا تصور بھی ممکن نہیں۔

خواتین،معاشرہ اورحجاب!

میں نے ایک بین الاقوامی فورم میں بہت ہی اہم اورمعروف تقریر میں خاندان اور گھرانے سے متعلق گفتگو کی۔ بعد میں جو رپورٹ ہمیں ملی وہ اس بات کی عکاسی کررہی تھی کہ اس ملک کے باشندوں نے میری تقریر کے اسی حصے کو بہت توجہ سے سنا اور بہت زیادہ پسندیدگی کا اظہار کیا۔ وجہ یہ ہے کہ ان ممالک میں خاندان اور گھرانوں کی صورتحال بہت خراب ہوچکی ہے اور وہاں کے معاشرتی نظام میں خواتین مختلف قسم کی ظلم کی چکی میں پس رہی ہے۔لیکن ہمارے یہاں مردوعورت کے درمیان ایک حداور فاصلہ موجود ہے۔

اس حداورفاصلے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مردوعورت ایک جگہ علم حاصل نہیں کریں، ایک جگہ عبادت انجام نہ دیں اور ایک جگہ کاروبار اورتجارت نہ کریں، اس کی مثالیں ہمارے یہاں زیادہ موجود ہیں، بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنی معاشرتی زندگی میں اپنے اخلاق وکردار کیلئے اپنے درمیان حداور فاصلے کوقرار دیں اور یہ بہت اچھی چیز ہے۔ ہمارے معاشرے میں خواتین (مردوں کے ساتھ معاشرتی تعلقات کے باوجود) اپنے حجاب کی حفاظت کرتی ہیں۔ ہماری عوام نے حجاب کیلئے چادرکومنتخب کیا ہے۔البتہ ہم نے کبھی یہ نہیں کہا کہ

”حجاب و پردے کیلئے صرف چادرکو ہی ہونا چاہیے اور چادر کے علاوہ کوئی اور

چیز قابل قبول نہیں ہے"،

ہاں! ہم نے یہ کہا ہے کہ

"چادر دوسری چیزوں سے زیادہ حجاب کیلئے موزوں اور بہترین ہے"۔

ہماری خواتین اس بات کی خواہاں ہیں کہ وہ اپنے پردے کی حفاظت کریں لہٰذا وہ چادر کو پسند کرتی ہیں۔ چادر ہماری خواتین کا قومی لباس ہے۔ چادر قبل اس کے کہ اسلامی حجاب ہو، ایک ایرانی حجاب ہے۔ چادر ہماری عوام کا منتخب کیا ہوا حجاب اور خواتین کا قومی لباس ہے۔

اسلامی جمہوریہ ایران میں خواتین کی ترقی

ہمارے معاشرے میں تعلیم یافتہ، مسلمان اور باایمان خواتین کی تعداد بہت زیادہ ہے جو یا تحصیل علم میں مصروف ہیں یا ملکی جامعات میں اعلیٰ درجے کے علوم وفنون کو بڑے پیمانے پر تدریس کررہی ہیں اور یہ بات ہمارے اسلامی نظام کیلئے باعث افتخار ہے۔ الحمد للہ ہمارے یہاں ایسی خواتین کی تعداد بہت زیادہ ہے کہ جو طب اور دیگر علوم میں ماہرانہ اور پیشہ وارانہ صلاحیتوں کی مالک ہیں بلکہ ایسی بھی خواتین ہیں کہ جنہوں نے دینی علوم میں بہت ترقی کی ہے اور بہت بلند مراتب ودرجات عالیہ تک پہنچی ہیں۔ اصفہان میں ایک بہت ہی عظیم القدر خاتون گزری ہیں "اصفہانی بانو" کے نام کی کہ جو مجتہدہ، عارف وفقیہ تھیں۔ اس زمانے میں صرف وہ تن تنہا تھیں لیکن آج بہت سی ایسی جوان لڑکیاں ہیں جو مستقبل قریب میں علمی، فلسفی اور فقہی اعلیٰ مقامات تک رسائی حاصل کرنے والی ہیں اور ایسی خواتین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ یہ خواتین ہمارے اسلامی نظام کیلئے باعث افتخار ہیں۔ اسے کہتے ہیں پیشرفت زن اور خواتین کی ترقی۔ [1]

---

[1] اکتوبر ۱۹۹۴ میں نرسوں کے ایک وفد سے خطاب

تیسری فصل

خواتین کے بارے میں اسلام کی نظر

خواتین کے بارے میں تین قسم کی گفتگو اوران کے اثرات

الف: خواتین کی تعریف وستائش کی گفتگو

پہلی قسم کی گفتگو انقلاب میں خواتین کے فعال کردار کی تمجید وستائش کے بارے میں ہے۔ اسی طرح انقلاب کے بعد اور اسلامی تحریک کو پروان چڑھانے میں خواتین کے مؤثر کردار کے بارے میں بھی ہے کہ اگر انقلاب سے قبل اور انقلاب کے زمانے میں خواتین اس مبارزے اور تحریک میں شرکت نہیں کرتیں تو یہ تحریک کبھی کامیاب نہیں ہوتی۔ یا موجودہ زمانے میں خواتین کے کردار کو بیان کرنا ہو تو ہم دیکھتے ہیں جیسا کہ ذمے دار افراد ہمیں رپورٹ دیتے ہیں کہ جامعات میں خواتین کی تعداد زیادہ ہوگئی ہے، خواتین بڑی بڑی ذمے داریوں کو قبول کررہی ہیں یا وہ عوامی ا اجتماعات میں اس طرح شرکت کرتی ہیں۔

یہ گفتگو کا ایک ایسا سلسلہ ہے کہ جس پر بحث ہونی چاہیے اور ہو بھی رہی ہے اور یہ بہتر بھی ہے۔ یہ بحث و گفتگو نہ صرف یہ کہ ترغیب دینے والی بھی ہے بلکہ حقائق کو روشن بھی کرتی

ہے۔اس کے ساتھ ساتھ یہ گفتگو اس میدان میں اسلامی جمہوریہ کے موقف کو سامنے لاتی ہے لیکن خواتین کے مسائل کے مستقبل کیلئے بہت سودمند اور تاثیر گزار نہیں ہے۔

ب: خواتین کے بارے میں اسلام کی نظر کی وضاحت

دوسری قسم کی بحث وگفتگو، خواتین کے بارے میں اسلام کی نظر کو بیان کرنے کے بارے میں ہے۔ایک جگہ میں نے خواتین سے متعلق گفتگو کی، میری بحث کا خلاصہ یہ تھا کہ اسلام بنیادی طور پر خواتین کو کس نگاہ و زاویے سے دیکھتا ہے۔ میں نے کہا تھا کہ عورت تین مقامات پر اپنے وجود کو ثابت کرسکتی ہے۔ان میں سے ایک انسانی کمال کا میدان ہے۔اس بارے میں اسلام کی نظر یہ ہے کہ

"اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ." [1]

مسلمان، مومن، صادق، صابر، خاشع، صدقہ دینے والے، روزہ دار، شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے اور خدا کا کثرت سے ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔

یہاں خداوند عالم نے مرد اور عورت کی دس بنیادی صفات کو کسی فرق وتمیز کے بغیر دونوں کیلئے بیان کیا ہے۔اس کے بعد خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ

---

[1] سورۂ احزاب/ ۳۵

"اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا" [1]

اللہ نے ایسے مردوں اور خواتین کیلئے مغفرت اور اجر عظیم مہیا کیا ہے۔

لہٰذا اس میدان میں اسلام کی نظر کو معلوم کرنا اور اسے بیان کرنا چاہیے۔

دوسرا میدان کہ جس میں عورت اپنے وجود کو ثابت کرسکتی ہے، وہ اجتماعی فعالیت کا میدان ہے، خواہ وہ سیاسی فعالیت ہو، اقتصادی ہو یا اجتماعی یا کوئی اور غرضیکہ عورت، معاشرے میں وجود رکھتی ہو۔ لہٰذا اس میدان میں بھی اسلام کی نظر کی وضاحت کرنی چاہیے۔ خواتین کی فعالیت کا تیسرا میدان؛ عائلی اور خاندانی نظام زندگی میں عورت کے میدان سے عبارت ہے لہٰذا اس میں بھی اسلام کی نظر کو واضح کرنے کی ضرورت ہے۔

ہمارے محققین و مقررین ان تمام جہات میں اسلام کی نظر بیان کررہے ہیں۔ ہم نے بھی کچھ مطالب کو ذکر کیا ہے اور دوسرے افراد بھی گفتگو کررہے ہیں اور یہ بہت اچھی بات ہے۔ ہماری نظر میں یہ بحث و گفتگو، بہت مفید اور اچھی ہے۔ یہ وہ مقام ہے کہ جہاں اسلامی نظریات اور مغربی دعوؤں کے درمیان موازنہ ہونا چاہیے کہ یہ دیکھیں کہ اسلام ان تین میدانوں میں خواتین کے کردار و فعالیت کو کس طرح بیان کرتا ہے اور اہل مغرب اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟ اور حق بھی یہی ہے اور عدل و انصاف بھی اسی بات کی تائید کرتا ہے کہ ان تینوں میدانوں میں عورت اور معاشرے کیلئے اسلام کی نظر، دنیا میں رائج تمام نظریات و گفتگو سے کئی مراتب بہتر، مفید اور مضبوط و مستحکم ہے۔

پس آپ توجہ کیجئے کہ دوسری قسم کی گفتگو ان مطالب سے عبارت ہے کہ جہاں مختلف شعبوں میں اسلام کی نظر بیان کی جاتی ہے اور یہ اچھی بات ہے۔ ان تمام کاموں کو بھی انجام پانا چاہیے اور یہ بالکل بجا ہیں۔ ممکن ہے اس جگہ مختلف ابہامات اور غیر واضح امور موجود ہوں۔ چنانچہ

---

[1] سورۂ احزاب/ ۳۵

ضروری ہے کہ افراد بیٹھیں، بحث کریں اور اپنے نظریے کو بیان کریں تو اس وقت اس گفتگو کو با آسانی اور بہترین طریقے سے زیر بحث لایا جاسکتا ہے جو گزشتہ کچھ عرصے سے فقہی حوالے سے ہمارے کانوں میں پہنچ رہی ہے اور وہ یہ ہے کہ کیا خواتین قاضی بن سکتی ہیں اور کیا خواتین اجتماعی، معاشرتی اور سیاسی منصب کی حامل ہوسکتی ہیں؟

ج: معاشرتی اور گھریلو زندگی میں خواتین کی مشکلات

تیسری قسم کی بحث و گفتگو "خواتین کی مشکلات" کے بارے میں ہے کہ اس بندۂ حقیر کی نظر میں اس مسئلے پر ہمیں اپنی فکر کو متمرکز کرنا چاہیے۔ چنانچہ اگر ہم نے اس مسئلے کا صحیح حل نہیں نکالا تو گزشتہ دونوں قسم کی گفتگو اور بحث، خواتین کے مسائل کے حل کے سلسلے میں کسی کام نہیں آسکیں گی۔ دیکھنا چاہیے کہ عورت کو معاشرے میں کن مشکلات کا سامنا ہے؟ اور اس سے بھی اہم بات یہ کہ عورت اپنی عائلی اور گھریلو زندگی میں کن مشکلوں سے دو چار ہے؟

کون سی گفتگو اہم ہے؟

آپ خواتین کو جو "حقوق نسواں اور ان کے مسائل" کے میدان میں سرگرم عمل ہیں، اس بات پر ہرگز قانع نہیں ہونا چاہیے کہ کوئی اس سلسلے میں یا ایک عورت کے فلاں عہدے کو لینے یا نہ لینے یا دیگر مسائل میں اسلام کی نظر کو بیان کرنے کیلئے کتاب لکھے۔ لہٰذا ان چیزوں پر قانع ہوکر اپنی فعالیت کو متوقف نہیں کرنا چاہیے بلکہ براہ راست خواتین کی مشکلات کے حل کیلئے اقدامات کرنے چاہئیں۔

چوتھی فصل

خواتین سے متعلق صحیح اور غلط نظریات

جہالت، خواتین پر ظلم کا اصل سبب

اس بندۂ حقیر کا بیان ہے کہ پوری تاریخ میں اور مختلف معاشروں میں عورت ظلم وستم کا نشانہ بنی ہے۔ ایک جگہ میں نے اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ اس ظلم وستم کی وجہ کیا ہے۔ یہ تمام ظلم وستم، انسان کی جہالت کی وجہ سے سامنے آتے ہیں۔ اس جاہل انسان کی طبیعت ومزاج یہ ہے کہ جہاں بھی اس کے سر پر کوئی زور زبردستی کرنے والا نہ ہو، یا خود اس کے اندر سے یعنی واضح اور مضبوط ایمان (کہ اس کی مثال بہت کم ہے) یا اس کے باہر سے کسی قانون کا دباؤ نہ ہو یا اس کے سر پر کوئی تلوار یا قانون کا ڈنڈا نہ ہو تو معمولاً ایسا ہوتا ہے کہ طاقت ور موجود، کمزور پر ظلم کرتا ہے۔

گھر کی حقیقی سربراہ، عورت ہے اور مرد ظاہری حاکم

البتہ عورت عقلی اعتبار سے مرد سے ضعیف وکمزور نہیں ہے بلکہ بعض اوقات اس سے

زیادہ قوی ہے۔ اگرچہ کہ عورت کا اندازِ فکر، مرد کے اندازِ فکر سے مختلف ہے اور دونوں کے احساسات وجذبات میں فرق ہے کیونکہ دونوں کے احساسات وجذبات ایک خاص کام کیلئے خلق کیے گئے ہیں اور انسانی وجود میں انہیں ودیعت کیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر مثلاً ایک علمی مسئلے کے بارے میں زنانہ اور مردانہ اندازِ فکر میں کسی قسم کا فرق نہیں ہوتا ہے لیکن زندگی کو چلانے میں دونوں کے اندازِ فکر مختلف ہوتے ہیں۔

عاقل اور پختہ عمر کی خواتین میں یہ بات رائج ہے، میں نے بارہا اپنی بزرگ اور بڑی خواتین سے سنا ہے اور صحیح سنا ہے کہ وہ کہتی ہے کہ "مرد ایک بچے کی مانند ہے"، اور بالکل ٹھیک کہتی ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے۔

ایک عالم، فاضل اور باشعور مرد بغیر کسی ذہنی بیماری وخلل کے اپنے گھر میں اپنی بیوی کے مدمقابل اور اس کے ساتھ زندگی گزارنے میں ایک بچے کی مانند ہے اور بیوی اس بچے کی ماں کی طرح! جس طرح اگر ایک بچے کی غذا میں تھوڑی تاخیر ہوجائے تو وہ رونے چلانے لگتا ہے۔ لہٰذا اسے کسی بھی صورت میں قانع کرنا اور چپ کرانا چاہیے ورنہ وہ ضد کرنے لگتا ہے۔ چنانچہ اگر ایک عورت اپنی مہارت سے ان کاموں کو انجام دے سکے تو ایک مرد اس کے ہاتھوں رام ہوجاتا ہے۔

آپ توجہ فرمایئے کہ میں ان باتوں کو کیوں نقل کررہا ہوں؟ میں نہیں چاہتا کہ مرد کے ایک بچہ ہونے پر دستخط کروں، البتہ یہ اور بات ہے کہ یہ ایک حقیقت ہے، لیکن اس بات کو بیان کرنے میں میری مراد یہ نہیں ہے بلکہ میرے پیش نظر یہ نکتہ ہے کہ مرد اور عورت کی ذہنیت ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ عورت کی پختگی ومہارت اس کے اپنے دائرہ فعالیت میں اس کے کام آتی ہے۔ یعنی ایک عورت گھر کی چار دیواری میں یہ سمجھتی ہے کہ مرد ایک بچے کی مانند ہے، لہٰذا اس کا کھانا وقت پر تیار کرنا چاہیے تاکہ وہ بھوکا نہ رہے ورنہ وہ بداخلاق ہوجائے گا۔ لہٰذا بہانے کا کوئی

بھی موقع ہاتھ سے دینا نہیں چاہیے۔ یا فرض کیجئے کہ مرد اعتراض کرتا ہے تو اسے کسی بھی طریقے سے قانع کرنا چاہیے۔

اس نکتے کی طرف بھرپور توجہ کیجئے! عاقل اور پختہ خواتین پوری مہارت سے یہ کام انجام دیتی ہیں اور مرد کی حرکات وسکنات، رفتار وعمل اور ذہنیت کو پوری طرح کنٹرول میں رکھتی ہیں۔

بنابرایں، گھر میں حقیقی سربراہ عورت ہے جبکہ علی الظاہر، مرد ظاہری سربراہ ہے، اس لیے کہ وہ بھاری آواز، مضبوط جسامت اور لمبے قد کاٹھ کا مالک ہوتا ہے۔

پس مطلب کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ بعض خواتین کی ذہنیت وعقل مردوں سے زیادہ مستحکم ہے یا وہ تفکر، علم اور احساسات وغیرہ میں مرد جیسی ہیں لیکن عورت کا جسم بطور متوسط مرد سے کمزور ہوتا ہے۔

توجہ کیجئے! بنیادی نکتہ یہی ہے۔

ایک مثال فرض کیجئے کہ جہاں ایک عقل مند انسان ایک جاہل اور بدمعاش انسان کے ساتھ ہو اور ان میں سے کسی ایک کو پانی پینا ہو (اور پانی کا ایک ہی گلاس موجود ہو)۔ قاعدۃً جس کی طاقت زیادہ ہوگی وہ پانی پی جائے گا مگر یہ کہ کسی طرح اسے دھوکہ دیا جائے اور پانی کا گلاس اس سے چھین لیا جائے۔

تاریخ میں ہمیشہ سے یہی ہوتا رہا ہے۔ مرد حضرات اپنے لمبی قد وقامت، بھاری آواز اور مضبوط جسامت اور پٹھوں کی وجہ سے خواتین پر ان کے نازک اندام ہونے، نرم لب ولہجے، نسبتاً چھوٹے قد اور کمزور جسموں کی بناء پر ان پر ظلم کرتے رہے ہیں! یہ ایک حقیقت ہے، میری اپنی نظر میں اگر آپ اس ماجرا کی تہہ تک پہنچیں اور تحقیق کریں تو آپ اس مقام پر پہنچیں گی کہ تمام ظلم وستم کی وجہ یہی ہے۔

خواتین سے متعلق روایات میں ظالمانہ فکر و عمل سے مقابلہ

ہاں! البتہ اگر کوئی قانون یا بہت شدید قسم کی محبت یا مستحکم ایمان جیسا معنوی عامل موجود ہوتو وہ ان تمام ظلم وستم کا سدّ باب کرسکتا ہے۔ البتہ ایمان کو مضبوط و مستحکم ہونا چاہیے ورنہ بہت سے علماء ہیں کہ جن کا ایمان تو بہت اچھا ہے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ ان کا اپنی زوجات سے برتاؤ اور سلوک اچھا نہیں ہے لہٰذا ایسے لوگ ہماری مجموعی بحث کے زمرے میں آتے ہیں۔ ہمیں صرف اس بات کی وجہ معلوم کرنی چاہیے کہ تاریخ میں خواتین ہمیشہ ظلم وستم کا نشانہ کیوں بنی ہیں؟

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بھی یہ ظلم وستم ہوا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ظلم سے مقابلہ کیا ہے۔ یہ جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواتین کے بارے میں اتنی باتیں ارشاد فرمائی ہیں، صرف اسی ظلم وستم سے مقابلے کیلئے ہیں۔ اگر وہ صرف مقام زن کو بیان کرنا چاہتے تو اس قسم کے پر جوش و پر احساس بیانات کی ضرورت نہیں تھی۔

خواتین کے بارے میں حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احساسات واظہارات اس چیز کی عکاسی کرتے ہیں کہ آپ ایک چیز سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں اور وہ خواتین پر ہونے والا ظلم ہے اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس ظلم کے مقابل کھڑے ہیں۔

معاشرتی اور گھریلو زندگی میں خواتین کے ساتھ زندگی گزارنے کے بارے میں حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ اہل بیت علیہم السلام سے جو روایات [1] نقل کی گئی ہیں وہ اسی ظالمانہ فکر اور ستمگرانہ رویے اور عمل سے مقابلے کی خاطر ہے۔

---

[1] وسائل الشیعہ، جلد ۲۰، صفحہ ۳۲۴۔ ۳۵۴

بہت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہ ظلم وستم ہمارے زمانے میں بھی جاری ہے البتہ صرف ہمارے معاشرے سے مخصوص نہیں ہے۔لیکن اس بات کی طرف ہم سب کی توجہ ہونی چاہیے کہ پوری دنیامیں یہ ظلم موجود ہےاورمغرب میں بہت ہی بدترین شکل میں موجود ہے۔

اہل مغرب کی ایک ظاہری خوبصورتی مگر درحقیقت؟! اہل مغرب صرف ایک خصوصیت کے حامل ہیں کہ اگرخوداس کے مقام پراس کے بارے میں قدرے تأمل اورغوروفکر کیا جائے تومعلوم ہوگا کہ ان کی یہ خصوصیت مثبت نہیں ہے۔لیکن مغربی معاشرے میں کئی مقامات پراس خصوصیت وعادت کو بہت زوروشور سے بیان کیا جاتا ہے کہ گویاوہاں ظلم کا سرے سے وجود ہی نہیں ہے۔

وہ عادت وخصوصیت یہ ہے کہ اہل مغرب مردوعورت کے آپس میں رویے،سلوک اور برتاؤ کوعورت سے عورت یامرد سے مرد کے برتاؤ کے مثل قرار دیتے ہیں یعنی وہ ان دوجنس (مردوعورت) میں کسی بھی فرق کے قائل نہیں ہیں۔کوچہ وبازارہو یا گھرکی چاردیواری،وہ دوستی ورفاقت اورمعاشرت میں اسی رفتار کے حامل ہیں۔ظاہر میں یہ عادت وسلوک بہت دلچسپ اورجالب نظرآتا ہےلیکن جب آپ اس کی حقیقت تک پہنچتے ہیں تومعلوم ہوتا ہے کہ یہ امرغلط اورمنفی ہےاوراسلام اس کی ہرگز تائیدنہیں کرتا ہے۔اسلام نے مردوعورت کے درمیان ایک حجاب اور فاصلہ رکھا ہے کہ یہ دونوں اپنی معاشرتی زندگی میں اس حجاب اورحدود کی رعایت کریں۔

بنابرایں ہم جس ظلم وستم کی بات کررہے ہیں وہ صرف ایرانی معاشرے یاگزشتہ دور سے ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ تاریخ کےمختلف زمانوں سےلیکرآج تک ایران سمیت دنیا کےمختلف مما لک میں اس کا وجود رہا ہے۔آج بھی یہ ظلم پوری دنیامیں موجود ہے،اسی طرح مغربی مما لک خصوصاامریکہ اوربعض یورپی مما لک میں خواتین کواذیت وآزارپہنچانے کے واقعات،ان سے

ظالمانہ سلوک وطرز عمل، شکنجے اور مصیبتیں دوسرے ممالک کی نسبت بہت زیادہ ہیں۔ اس کے اعداد وشمار بہت زیادہ ہیں، البتہ میں نے خود ان اعداد وشمار کو مغربی اور امریکی مطبوعات میں دیکھا ہے نہ یہ کہ ہم اس کو کسی کی زبانی نقل کرر ہے ہیں۔ یہ تو وہ چیز ہے کہ جسے انہوں نے خود اپنی زبان سے بیان کیا ہے۔ لہٰذا اس ظلم وظالمانہ رویے اور عمل سے مقابلے کی ضرورت ہے۔ [1]

[1] نومبر ۱۹۹۶ء میں ثقافتی کمیٹی کے اراکین سے خطاب

تیسرا باب

خواتین کے معنوی کمال، اجتماعی فعالیت اور گھریلو زندگی سے متعلق اسلام کی نظر

دریچہ

اسلام نے تین مختلف میدانوں میں حقوق نسواں کو مشخص کر کے انہیں جاری کیا ہے۔ انفرادی دائرہ زندگی (معنوی کمال)، اجتماعی زندگی (اجتماعی فعالیت) اور گھریلو زندگی، زندگی کے وہ میدان ہیں کہ جہاں خواتین اپنی طاقت کا لوہا منوا سکتی ہیں اور اس کیلئے لازمی ہے کہ ان تینوں میدانوں میں حدود اور حقوق کو کامل طور پر بیان کیا جائے۔ اسلام نے خواتین کیلئے اس ذو اہمیت امر کو خداوند عالم کی نگاہ سے بیان کیا ہے جو ہر قسم کی خطا و لغزش سے دور ہے۔

پہلی فصل

خواتین کے بارے میں اسلام کی واضح، جامع اور کامل نظر

اسلام کی نظر کی کامل شناخت اور مکمل وضاحت کی ضرورت

اگر معاشرے میں عورت کے بارے میں غلط فکر ونظر موجود ہو تو صحیح معنی میں اور وسیع پیمانے پر اسے از سر نو صحیح کرنا مشکل ہوگا۔ خود خواتین کو بھی چاہیے کہ اسلام میں خواتین کے موضوع پر کافی مقدار میں لازمی حد تک اطلاعات رکھتی ہوں تا کہ دین مبین اسلام کے کامل نظریے کی روشنی میں اپنے حقوق کا بھرپور دفاع کرسکیں۔

اسی طرح اسلامی ملک میں معاشرے کے تمام افراد کو یہ جاننا چاہیے کہ خواتین، مختلف شعبہ ہائے زندگی میں ان کی موجودگی، فعالیت، تحصیل علم، اجتماعی، سیاسی، اقتصادی اور علمی میدانوں میں ان کی شرکت اور گھر اور گھر سے باہر ان کے کردار کے بارے میں اسلام کیا بیان کرتا ہے۔

ان سب موضوعات کے بارے میں اسلام کی ایک بہت واضح اور روشن نظر ہے۔ اگر ہم اسلام کی نظر کا دنیا کی مختلف ثقافتوں خصوصاً مغربی ثقافت سے موازنہ کریں تو ہم دیکھیں گے کہ اسلام کی نظر بہت ترقی یافتہ ہے۔ اسی طرح آج کے مرد کے ذہن پر چھائے ہوئے افکار و نظریات کے مقابلے میں اسلامی فکر و نظر بے مثل و بے نظیر ہے اور یہ اسلام ہی کی واضح اور روشن نظر ہے جو ملکی بہبود و ترقی اور ملک میں خواتین کی زیادہ سے زیادہ ترقی اور ان کے مقام و منصب میں اضافے کا باعث ہے۔

میری بہنو! توجہ فرمائیے، میں خاص طور پر اس امر کیلئے تاکید کر رہا ہوں کہ نوجوان خواتین، بلند آرزوؤں اور آہنی حوصلوں اور قلبی شوق و تڑپ کی مالک ہیں، وہ بھرپور توجہ دیں تاکہ اس جلسے کی مناسبت سے مختصر مطالب آپ کی خدمت میں عرض کروں۔

انسانی زندگی اور خواتین کی شان و منزلت اور ان کی معاشرتی حیثیت کے بارے میں اسلام کی نظر تین حصوں میں قابل تقسیم ہے۔ میں نے بارہا ان مطالب کو بیان کیا ہے لیکن میرا اصرار ہے کہ ان مطالب کو معاشرے کی خواتین کے لیے جتنا زیادہ ہو سکے بیان کیا جائے۔ جن افراد کو اس سلسلے میں سب سے زیادہ فعال ہونا چاہیے وہ خود ہمارے معاشرے کی خواتین ہیں۔

ظالم اور مقصّر کون، مرد یا عورت یا دونوں؟

میری بہنو اور بیٹیو! میرا یقین ہے اور یہ میری نظر ہے کہ اسلامی معاشرے کے کسی حصے میں بھی خواہ خود ایران کے اندر ہو یا مختلف ممالک میں، اگر مسلمان خواتین کے بارے میں کوتاہی نظر آتی ہے تو اس میں تھوڑے مقصّر خود مرد بھی ہیں اور تھوڑی مقدار میں خود خواتین بھی اس تقصیر میں شامل ہیں۔ کیونکہ جس کسی کو سب سے پہلے خواتین کی اسلامی حیثیت اور مقام و منزلت کو پہنچانا

اوراس کا دفاع کرنا چاہیے، وہ خواتین ہیں۔انہیں جاننا چاہیے کہ خدا، قرآن اوراسلام نے ان کیلئے کیا احکامات صادر کیے ہیں، ان کے ذریعے خواتین سے کیسا امر مطلوب ہے اوران کی ذمہ داریوں اورفرائض کوکون معین کرے گا؟ ضروری ہے کہ خواتین اپنے بارے میں اسلامی احکامات اوراسلام کی ان سے توقع کو جانیں، ان کا دفاع کریں اوران کے حصول کی کوشش کریں۔اگر وہ یہ سب امورانجام نہ دیں تو وہ افراد جو کسی بھی "قدر" کے شناسا اور پابند نہیں ہیں وہ خواتین پر ظلم و ستم کریں گے۔

جیسا کہ آج مغربی دنیا اور اس دیارِ غربت [1] میں رائج مادی نظاموں (سوشلزم، کمیونزم، کیپٹلزم، فمینزم) کے زیر سایہ، خواتین کیلئے لگائے جانے والے ظاہری خوبصورت نعروں کے باوجود، سب سے زیادہ ظلم مغربی مرد اپنی عورتوں پر کررہے ہیں۔ باپ اپنی بیٹی پر، بھائی اپنی بہن پر اور شوہر اپنی بیوی پر۔

دنیا میں دیے گئے اعداد وشمار کے مطابق، خواتین، بیویوں، بہنوں یا حتیٰ بیٹیوں پر سب سے زیادہ ظلم وستم وآبروریزی اوران کے حقوق کی پائمالی ان افراد کی طرف سے ہوتی ہے جو مغربی نظاموں میں زندگی بسر کررہے ہیں۔یعنی اگر کسی معاشرتی نظام میں معنوی اقدار حاکم نہ ہوں اور خدا کا وجود دلوں میں نہ ہو تو مرد اپنی جسمانی طاقت پر بھروسہ کرتے ہوئے خواتین پر ظلم وستم کی راہ کو اپنے لیے کھلا پائے گا۔

خواتین پر ظلم کی راہ میں مانع دو چیزیں

دو چیزیں خواتین پر ظلم وستم کی راہ میں مانع بن سکتی ہیں۔ایک خدا، قانون اور ایمان

---

[1] جو معاشرہ اپنی خواتین کی حیثیت وآبرو کو پامال کرے اور جہاں عورت جیسی عظیم ہستی ایک کھلونے سے زیادہ حیثیت نہ رکھتی ہو تو وہ معاشرا حقیقت میں غریب ہے اوراسے دیارِ غربت کہنا شائستہ ہے۔(مترجم)

وغیرہ کا خیال رکھنا اور دوسری خود خواتین ہیں جو اپنے انسانی اور خدائی حقوق کو اچھی طرح پہچانیں اوران کا دفاع کریں اور حقیقی طور پر انہیں چاہیں اور حاصل کریں۔

اس سلسلے میں اسلام افراط وتفریط سے دور ایک درمیانی راستے کو متعارف کراتا ہے۔ نہ خود عورت کو ظلم کرنے کی اجازت دیتا ہے اور نہ ہی مرد وعورت کی طبیعت ومزاج کو نظر انداز کرتا ہے۔صحیح اور سیدھا راستہ وہی اسلام کا متعارف کردہ راستہ ہے کہ جس کی مختصر طور پر وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔

دوسری فصل

اسلام خواتین کے کمال، راہ حصول اور طریقہ کار کو معین کرتا ہے

الف: معنوی کمال اور روحانی رشد کا میدان

اسلام نے خواتین کی فعالیت کیلئے تین میدانوں کو معین کیا ہے۔ پہلا میدان خود خواتین کے معنوی کمال اور روحانی رشد کا میدان ہے۔اس میدان میں (فعالیت،ترقی اورعروج کے لحاظ سے) مرد وعورت میں کوئی فرق نہیں ہے۔یعنی مرد معنوی وروحانی لحاظ سے بلند ترین مقامات تک رسائی حاصل کرسکتا ہے اور ایک عورت بھی اعلیٰ ترین درجات پر کمند ڈال سکتی ہے۔ ایک مرد حضرت علی ابن ابی طالب علیہالسلام کی پیروی کرتے ہوئے اونچے مقام کو پاسکتا ہے تو ایک عورت بھی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی تاسّی وتقلید میں اعلیٰ درجات کو حاصل کرسکتی ہے۔

دو مثالی خواتین کا تذکرہ، زن فرعون اور حضرت مریم علیہا السلام

قرآن مجید جب باایمان انسانوں کیلئے کوئی مثالی نمونہ پیش کرنا چاہتا ہے تو مردوں سے مثال نہیں لاتا بلکہ خواتین میں سے ایک خاتون کو بطور مثالی نمونہ پیش کرتا ہے۔

"مَثَلًا لِّلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ"[۱]

یہ وہ مقام ہے کہ جہاں خداوند متعال مومن اور نیک انسانوں میں سے دو خواتین کو بطور مثال اور آئیڈیل کی حیثیت سے پیش کرتا ہے۔ یعنی جب خداوند عالم انسانیت اور معنوی کمال کیلئے مثالی نمونہ پیش کرنا چاہتا ہے تو پیغمبروں، عظیم مردوں اور علمی و دینی شخصیات کا ذکر کرنے کے بجائے دو خواتین کو نمونے کے طور پر پیش کرتا ہے۔ ان میں سے ایک، زن فرعون ہے:

"إِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ"[۲]

جب زن فرعون نے کہا کہ اے میرے رب میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا دے۔

یعنی وہ عورت جو اپنے شوہر کی طاغوتی اور سرکش قدرت سے لڑنے کیلئے ڈٹی رہی اور وہ عورت جو اپنے پورے استقلال کے ساتھ اپنے متجاوز، قدرت مند، فرعون نامی اور فرعون صفت شوہر کے سامنے ثابت قدمی سے رہی۔ عورت کی عظمت یہاں ہے کہ اس کا شوہر ضلالت و گمراہی کے راستے کو اس پر مسلط نہ کر سکے، خواہ وہ شوہر، فرعون جیسا یا اس جیسی طاقت و قدرت کا مالک ہی کیوں نہ ہو! لاکھوں مرد، فرعون کی قدرت و طاقت کے سامنے تسلیم اور اس کے ارادے کے اسیر

---

[۱] سورۂ تحریم/۱۱

[۲] سورۂ تحریم/۱۱

وغلام ہیں لیکن خود اس مرد کی بیوی، خود اس کے گھر میں اس کے ارادوں اور قدرت کی اسیر نہیں ہے بلکہ آزاد ہے اور وہ خدا پر ایمان لاتی ہے، فرعون (کے جاہ وحشم، مال وثروت اور تخت وتاج اور اس) کے راستے کو خیر باد کہتی ہے اور اس کے مقابلے میں راہ خدا اور راہ حق کا انتخاب کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کے اسے عظیم وشائستہ اور قابل مثال انسان کی حیثیت سے، نہ صرف خواتین سے بلکہ تمام بنی نوع انسان سے منتخب کیا جاتا ہے۔

دوسری مثالی عورت، دختر حضرت عمران علیہ السلام، مادر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم سلام اللہ علیہا ہیں۔

"مَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ" [1]

مریم وہ جوان لڑکی ہے کہ جو اپنے شہر کے تمام مردوں کی تہمت اور بدترین اور کثیف ترین سوئے ظن کے مقابلے میں مضبوط کوہ کی مانند جمی رہی اور خدا نے اپنی قدرت کاملہ کے ذریعے کلمۃ اللہ اور روح کو اس کے پاکیزہ دامن میں قرار دیا۔ وہ خدا کے نبی کی تربیت اپنے ذمہ لیتی ہے اور اپنے فرزند کو اس زمانے کی تاریک دنیا کی نورانیت کا باعث بناتی ہے۔ یہ دو خواتین ہیں کہ جنہوں نے دنیا میں نور افشانی کی ہے۔

یہ سب اس بات کی عکاسی کرتے ہیں کہ اس امر میں اسرار ورموز پوشیدہ ہیں کہ ان تمام انسانوں کی کثیر تعداد میں سے کہ جہاں اولین وآخرین کی خلائق جمع ہیں، جب خداوند عالم، عالم بشریت سے دو انسانوں کو مثال اور نمونے کے طور پر انتخاب کرتا اور انہیں متعارف کرانا چاہتا ہے تو صرف دو خواتین کو منتخب کرتا ہے، نہ کہ دو مردوں یا ایک مرد ایک عورت کو بلکہ صرف اور صرف دو خواتین کو۔

پس اس پہلے میدان یعنی انسان روحانی ترقی اور معنوی کمال کے میدان میں،

---

[1] سورہ تحریم/ ۱۲

مرد وعورت میں کوئی فرق نہیں ہے۔عورت، مرد کے مثل اور مرد، عورت کی مانند، دونوں قرب خدا اور روحانیت کے اعلیٰ مدارج ومراتب تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔لہٰذا خداوند عالم قرآن میں ارشاد فرماتا ہے کہ

"اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ" [1]

خداوند عالم نے (اسلام، ایمان، اطاعت، صداقت، صبر، خشوع وفروتنی، صدقہ دینے، روزے داری، شرمگاہ کی حفاظت اور ذکر الٰہی جیسے اہم ترین معنوی امور میں) مرد وعورت کو ایک دوسرے کے شانہ بشانہ لاکھڑا کیا ہے۔

"اعدّ اللہ لھم مغفرۃ وّ اجرا عظیما" [2]

خدا نے ان مرد وخواتین کیلئے مغفرت اور اجر عظیم مہیا کر رکھا ہے۔

یہ وہ پہلا میدان ہے کہ جہاں مرد وعورت میں کوئی تفاوت نہیں ہے۔

ب: اجتماعی فعالیت کا میدان

دوسرا میدان کہ جہاں خواتین اپنے وجود کو ثابت کرسکتی ہیں وہ اجتماعی فعالیت کا میدان ہے۔خواہ وہ فعالیت اقتصادی ہو یا سیاسی، یا خاص معنوں میں اجتماعی فعالیت ہو یا

---

[1] سورہ احزاب/ ۳۵

[2] سورہ احزاب/ ۳۵

تحصیل علم اور تحقیق وریسرچ، تعلیم وتدریس اور راہ خدا سمیت زندگی کے تمام شعبوں میں جدوجہد اور محنت کرنا ہو، ان تمام شعبہ ہائے زندگی میں مختلف قسم کی فعالیت اور محنت وجدوجہد کرنے میں مردوعورت میں اسلام کی نگاہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ مرد کو تحصیل علم کا حق ہے، عورت کو نہیں، مرد تدریس کرسکتا ہے، عورت نہیں؛ مرد اقتصادی و معاشی میدان میں آگے بڑھ سکتا ہے، عورت کو اقتصاد ومعیشت سے کیا سروکار اور مرد سیاسی فعالیت انجام دے سکتا ہے، عورت کا سیاست سے کیا کام؟ تو نہ صرف یہ کہ اس کہنے والے نے اسلام کی منطق کو بیان نہیں کیا بلکہ برخلاف اسلام، سخن اس کے لبوں پر آئی ہے۔ اسلام کی نگاہ میں انسانی معاشرے اور زندگی کے تمام شعبوں سے مربوط فعالیت میں مرد وعورت دونوں کو شرکت کی اجازت ہے اور دونوں اس امر میں مشترک ہیں۔

ہاں! البتہ بعض ایسے کام ہیں جو خواتین کے کرنے کے نہیں ہیں چونکہ اس کی جسمانی ساخت اور اس کی طبیعت ومزاج اور فطرت سے مطابقت نہیں رکھتے۔ بعض کام ایسے ہیں جنہیں انجام دینا مرد کے بس کی بات نہیں ہے چونکہ اس کی جسمانی، اخلاقی اور روحی صفات و عادات سے میل نہیں کھاتے۔ اس موضوع کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے کہ عورت اجتماعی فعالیت کے میدان میں سرگرم عمل ہوسکتی ہے یا نہیں۔ کاموں کی تقسیم درحقیقت امکانات، شوق اور اس کام کے تقاضوں اور اہداف کو مدنظر رکھتے ہوئے کی گئی ہے۔ اگر عورت شوق رکھتی ہو تو وہ معاشرتی زندگی سے مربوط مختلف قسم کی اجتماعی فعالیت کو انجام دے سکتی ہے۔

اجتماعی فعالیت اور حجاب وحدود کی رعایت

البتہ ان فعالیت کی انجام دہی کیلئے کچھ اصول وقوانین کو معین کیا گیا ہے کہ یہ اصول و

قوانین عورت اور اسے فعالیت کی اجازت دینے سے مربوط نہیں ہیں بلکہ مرد وعورت کے باہمی اختلاط اور بے مہار میل و جول اور رابطے سے مربوط ہے کہ جن کو اسلام بہت زیادہ خاص مسائل کی حیثیت سے دیکھتا ہے۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ مرد وعورت کو چاہیے کہ وہ معاشرتی زندگی کے تمام پہلوؤں اور تمام مقامات، شاہراہوں، اداروں، کارخانوں وغیرہ میں اپنے درمیان ایک حد وفاصلے کے قائل ہوں اور اسی لیے مرد وعورت کے درمیان حجاب اور اسی سے مربوط حدود وقوانین کو وضع کیا گیا ہے۔

مرد وعورت کا باہمی اختلاط اور میل جول، مردوں کے آپس میں یا خواتین کے آپس میں میل جول اور رابطے جیسا نہیں ہے لہٰذا ان تمام امور کا خیال رکھنا چاہیے، یعنی مرد حضرات بھی ان قوانین اور حدود کا خیال رکھیں اور خواتین بھی حجاب وحدود کی پابندی کریں۔ اگر مرد وعورت کے باہمی رابطے اور میل جول کی روش میں اسلامی احکامات وحساسیت کو مدنظر رکھا جائے تو اجتماعی فعالیت کے میدان کے وہ تمام کام جو مرد انجام دے سکتے ہیں خواتین بھی اگر جسمانی قدرت اور شوق کی مالک ہوں اور فرصت ووقت رکھتی ہوں، وہ کام انجام دے سکتی ہیں۔

خواتین کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ بعض لوگ اس فکر کے حامل ہیں کہ لڑکیوں کو تعلیم حاصل نہیں کرنی چاہیے، یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ لڑکیاں ان تمام مضامین میں تعلیم حاصل کرسکتی ہیں جو ان کیلئے سودمند اور مفید ہیں اور انہیں شوق بھی ہے۔ انسانی معاشرے کو تعلیم یافتہ لڑکیوں اور خواتین کی ضرورت ہے جیسا کہ وہ تعلیم یافتہ لڑکوں اور مرد حضرات کا نیازمند ہے۔ البتہ تحصیل علم کے ماحول کو لڑکے اور لڑکی دونوں کیلئے صحیح وسالم اور پاکیزہ ہونا چاہیے۔

ملکی جامعات (یونیورسٹیوں) کو چاہیے کہ وہ قوم کے بچوں بچیوں کو حصول تعلیم کیلئے امن وسکون کا ماحول فراہم کریں۔ کوچہ وبازار عزت وآبرو اور اخلاق کی حفاظت کے لحاظ سے

قابل اطمینان ہوں اور اس سلسلے میں لڑکے اورلڑکی میں کوئی فرق نہیں ہے۔اگر یہ امن وسکون حاصل ہوجائے تو کوچہ و بازار، جامعات اوراسکول و کالج میں بھی امن ہوگا اورافراد کو اخلاقی اورفکری سالمیت بھی حاصل ہوجائے گی۔ یہ اعلی عہدیداروں اوروالدین کا کام ہے،تو ایسے ماحول میں مسلمان لڑکے،لڑکیاں اورمردوخواتین سب اپنی فعالیت کوبطریق احسن انجام دے سکیں گے۔

معاشرتی زندگی میں حجاب کےفوائد

اس قسم کے بے مہار میل جول اورروابط وتعلقات کا سدباب کرنے اوراخلاقی حدودکی حفاظت کیلئے اسلام نے خواتین کیلئے حجاب کومعین کیا ہے۔خود یہ حجاب خواتین کو ایک قسم کی حفاظت اورامن وسکون عطا کرتا ہے۔

ایک باحجاب مسلمان عورت نہ صرف یہ کہ امن وسکون کا احساس کرتی ہے بلکہ مسلمان مرد بھی (آنکھوں اورشہوت کے گناہوں وغیرہ کی دوری کی وجہ سے) راحت وآرام پاتے ہیں۔جہاں بھی حجاب کوخواتین سے لے کرانہیں عریانی وفحاشی (اوربے پردگی) سےنزدیک کیا جائےتوسب سے پہلے خودخواتین اوراس کے بعدمردوں اورنوجوانوں سے(روحانی اورجسمانی) آرام وسکون چھین لیا جائے گا۔

اسلام نے معاشرے کے ماحول کو پاکیزہ رکھنے اور(روحانی وجسمانی) آرام وسکون کی حفاظت کیلئے حجاب کو واجب کیا ہے تاکہ خواتین معاشرے میں باآسانی اپنے امورکوانجام دے سکیں اورمرداپنی ذمہ داریوں اورفرائض سے عہدہ برآں ہوسکیں۔یہ حجاب، اسلام کے شانداراحکامات میں سے ایک حکم ہےاوراس کا ایک فائدہ یہی ہے کہ جسے آپ کی خدمت میں

عرض کیا۔اس کے دوسرے بہت سے فوائدبھی ہیں کہ جن کی جانب بعد میں اشارہ کریں گے۔

معاشرتی زندگی میں خواتین کی فعالیت کی اساسی شرط

عفت و پاکدامنی کی حفاظت

پس اس دوسرے میدان میں کہ جو اجتماعی، سیاسی، علمی اور دوسری قسم کی فعالیت کا میدان ہے، ایک مسلمان عورت کو ایک مسلمان مرد کی طرح (آزادانہ فضا میں) فعالیت کا حق حاصل ہے مگر زمانے کے تقاضوں کے ساتھ، یعنی وہ معاشرتی زندگی میں جس خلا اور جس ذمے داری کا اپنے دوش پر احساس کریں، انہیں انجام دیں۔ مثلاً ایک لڑکی چاہتی ہے کہ طب کے شعبے میں قدم رکھے اور ڈاکٹر بنے، یا اقتصاد کے میدان میں اپنی ماہرانہ اور پیشہ وارانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لائے یا دیگر علمی مضامین میں فعالیت انجام دے، یا جامعہ میں تدریس کرے، یا سیاسی میدان میں مردوں کا بوجھ ہلکا کرے یا صاحب قلم یا ایڈیٹر بن کر ادب و معاشرے کی خدمت کرے تو اس کیلئے تمام راستے کھلے ہیں۔ مگر ایک شرط کے ساتھ!

اور وہ یہ کہ وہ اپنی عفت و پاکدامنی کی حفاظت کرے اور مرد و عورت کے درمیان بے مہار میل جول اور غیر شرعی تعلقات سے کنارہ کشی اختیار کرے تو ایسے اسلامی معاشرے میں مرد وعورت دونوں کیلئے راہ کھلی ہے۔ ہمارے اس مطلب پر گواہ، وہ تمام اسلامی آثار ہیں کہ جو اس سلسلے میں ہمارے پاس موجود ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اسلامی احکام و فرائض ہیں کہ جو مرد وعورت کو یکساں طور پر اجتماعی ذمے داریاں عطا کرتے ہیں۔ یہ جو حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ

"من اصبح لا یھتمّ بأمور المسلمین فلیس بمسلم" [1]

جو اس حالت میں صبح کرے کہ اسے مسلمانوں کے حالات سے کوئی دلچسپی نہ ہو تو وہ مسلمان نہیں ہے۔

یہ حکم صرف مردوں کیلئے نہیں ہے بلکہ خواتین کو بھی چاہیے کہ مسلمانوں کے حالات، دنیائے اسلام سمیت پوری دنیا کے مسائل کی نسبت احساس ذمے داری کریں اور ان پر توجہ دیں، چونکہ یہ ایک اسلامی وظیفہ ہے۔

سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۳۵ کے مطابق خواہ اسلام ہو یا ایمان کی مضبوطی، خداوند متعال کی اطاعت گزاری ہو یا خشوع اور فروتنی، راہ خدا میں صدقہ دینا ہو یا روزے داری، صبر و استقامت ہو یا عزت و ناموس کی حفاظت یا پھر ذکر الٰہی، ان تمام فضیلتوں میں مرد و عورت سب برابر ہیں (یعنی ہر کوئی اپنی سعی اور کوشش کے نتیجے میں بلند سے بلند مقام حاصل کر سکتا ہے)۔ اگر خواتین اسلامی حدود و قوانین کا احترام کریں تو معاشرتی اور اجتماعی فعالیت ان کیلئے مکمل طور پر مباح، جائز اور مطلوب ہے۔ خواتین اس شرط کے ساتھ معاشرے میں اپنا بھرپور فعال کردار ادا کریں اور معاشرے میں موجود اپنی نصف طاقت کو بروئے کار لاتے ہوئے معاشرے کو خوش بخت بنائیں۔

جس وقت خواتین بھی معاشرے میں مردوں کے شانہ بشانہ تحصیل علم میں مشغول ہوں تو اس کے اجتماعی و انفرادی فوائد اس زمانے کی نسبت دگنے ہوں گے کہ جب معاشرے میں صرف مردوں کو تحصیل علم کا حق حاصل ہو۔ خواتین کی شعبہ تدریس سے وابستگی کے وقت معاشرے میں معلمین کی تعداد اس تعداد سے دو برابر ہوگی کہ جب صرف مرد تدریس کریں۔ ملکی تعمیر و ترقی، تعمیر نو، اقتصادی میدان میں آگے قدم بڑھانے، منصوبہ بندی کرنے، ایک ملک، شہر،

---

[1] کافی، جلد ۲، صفحہ ۱۶۳

گاؤں اور گھریلو اور شخصی امور میں مطالعہ کرنے جیسے اہم امور میں مرد وعورت میں کوئی فرق نہیں ہے، سب ذمے دار ہیں اور سب کو یہ کام انجام دینے چاہئیں۔

مسلمان بیٹیو! اور مومنہ خواتین!

یہ بھی آپ کی خدمت میں عرض کروں کہ اہل یورپ جو اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ یورپی معاشرے میں عورت آزاد ہے تو اس کا کیا مطلب ہے؟ یہی یورپی ہی تھے کہ جو نصف صدی قبل عورت کو اس بات کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ وہ اپنے ذاتی مال وثروت میں اپنی مرضی کے مطابق تصرّف کرے! یعنی ایک یورپی یا امریکی عورت، پچاس ساٹھ سال قبل اگر لاکھوں روپے کی مالک بھی ہوتی تو اسے یہ حق نہیں تھا کہ وہ اپنی خوشی اور ارادے سے اسے خرچ کر سکے۔

وہ ہر صورت میں اپنے مال و دولت کو اپنے شوہر، باپ یا بھائی کے اختیار میں دے دیتی اور وہ لوگ اپنے میل اور ارادے سے اس عورت کی دولت کو خود اس کیلئے یا اپنے لیے خرچ کرتے تھے! لیکن اسلام میں ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اسلام میں عورت اپنی ثروت و دولت کی خود مالک ہے، خواہ اس کا شوہر راضی ہو یا نہ ہو، اس میں اس کے باپ کی مرضی شامل ہو یا نہ ہو، کوئی فرق نہیں ہے۔ اسلامی قوانین کی رو سے عورت اپنے مال و دولت اور جمع پونجی کو استعمال میں لائے اور اس میں وہ کسی کے اذن وارادے کی محتاج نہیں ہے۔

خواتین کے اقتصادی استقلال و آزادی کی حمایت کرنے میں دنیا، اسلام سے تیرہ صدیاں پیچھے ہے۔ اسلام نے اس امر کو تیرہ صدی قبل بیان کیا ہے لیکن یورپ میں ابھی چالیس پچاس سال اور بعض دیگر ممالک میں اس مدت سے بھی کم عرصہ ہوا ہے کہ انہوں نے اپنے

معاشرے کی عورت کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ اپنے ذاتی مال وثروت میں تصرف کرے! اسلام اس جہت سے بھی بہت آگے ہے۔

ج: گھریلو زندگی کا میدان

خواتین کی فعالیت کا تیسرا اہم ترین میدان، ان کی گھریلو اور خاندانی زندگی ہے۔ہم نے معنوی کمال میں عورت کے کردار پر روشنی ڈالی ہے اور ہر قسم کی اجتماعی فعالیت کیلئے اسلامی احکامات کو بھی بیان کیا ہے۔لیکن اس تیسرے حصے میں ہم گھریلو اور خاندانی زندگی میں عورت کے اہم کردار کو بیان کریں گے یعنی ایک عورت، ایک بیوی اور ماں کے روپ میں کیا کردار ادا کرسکتی ہے۔ یہاں اسلام کے احکامات اتنے زیادہ نورانی اور باعث فخر ہیں کہ انسان جب ان احکامات کا مشاہدہ کرتا ہے تو خوشی سے جھوم اٹھتا ہے۔

۱۔شوہر کا انتخاب

عورت ایک بیوی اور ہمسر کی حیثیت سے مختلف مراحل زندگی میں اسلام کی خاص لطف وعنایت کا مرکز ہے۔سب سے پہلے مرحلے میں انتخاب شوہر کا مسئلہ ہے۔اسلام کی نظر میں عورت، انتخاب شوہر کے مسئلے میں بالکل آزاد ہے اور کسی کو بھی یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ شوہر اور اس کے جیون ساتھی کے انتخاب میں اس پر کوئی چیز تھونپے یا اپنی رائے مسلّط کرے۔ یہاں تک کہ اس کے بھائیوں، باپ یا اس کے عزیز واقارب اگر یہ چاہیں کہ اپنی رائے یا مرضی و پسند کو اس پر تھونپیں کہ تم صرف فلاں شخص سے ہی شادی کرو تو انہیں ہرگز یہ حق حاصل نہیں ہے۔ یہ اسلام کی نظر ہے۔

لوگوں کے جاہلانہ آداب ورسوم اور ہیں اور اسلامی احکامات اور!

البتہ اسلامی معاشرے میں تاریخی پیچ وخم کے نتیجے میں جاہلانہ عادات ورسوم کا وجود رہا ہے۔ یہ جاہلانہ عادات ورسوم آج بھی بعض مما لک میں موجود ہیں، خود ہمارے ملک کے بعض شہروں میں بھی موجود ہیں۔ فرض کیجئے، جیسا کہ مجھے علم ہے کہ بعض قبائل میں ہر لڑکی کے چچا زاد بھائی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس لڑکی کی شادی کے بارے میں اظہار رائے کرے! یہ کام غلط ہے، اسلام نے کسی کو ایسا کام کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دی ہے۔ حقیقت سے بے خبر اور جاہل مسلمان جو بھی کام کریں اسے اسلام کے کھاتے میں نہیں ڈالنا چاہیے۔ یہ جاہلانہ عادات و رسوم ہیں۔

جاہل اور حقیقت سے بے خبر مسلمان، جاہلانہ آداب ورسوم کے مطابق بہت سے ایسے کام انجام دیتے ہیں کہ جن کا اسلام اور اس کے نورانی احکامات سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر کوئی کسی لڑکی کو مجبور کرے کہ تم اپنے چچا زاد بھائی سے ہی شادی کرو تو اس نے خلاف شریعت کام انجام دیا ہے۔ اگر کوئی اس لحاظ سے کہ وہ ایک لڑکی کا چچا زاد بھائی ہے اور (جاہلانہ عادات ورسوم کی بنا پر) اس نے خود کو یہ حق دیا ہے کہ اسے شادی کرنے سے منع کرے اور اس سے کہے کہ چونکہ تم نے مجھ سے شادی نہیں کی پس میں تم کو کسی اور سے شادی کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ لڑکی کا چچا زاد بھائی اور جو بھی اس کی اس فعل میں مدد کرے گا، وہ خلاف شریعت اور حرام فعل کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اس فعل کا حرام اور خلاف شریعت ہونا بہت ہی واضح ہے اور فقہائے اسلام اس بارے میں متفق القول ہیں۔

اگر فرض کریں کہ ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ سے اپنے اختلافات مثلاً خون ریزی کے مسئلے کو حل کرنے کیلئے اس طرح اقدامات کریں کہ یہ قبیلہ ایک لڑکی کو اس کی اجازت کے بغیر

اورمرضی کے خلاف دوسرے قبیلے کے حوالے کردے، یہ کام خلاف شریعت ہے۔ البتہ ایک وقت خودلڑکی سے اجازت لیتے ہیں تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ وہ لڑکی ہے، لڑکے کو چاہتی ہے تو اس میں کوئی عیب نہیں ہے کہ وہ دوسرے قبیلے کے ایک نوجوان سے شادی کرے کہ اس طرح دونوں قبیلوں کا اختلاف ختم ہوسکتا ہے، یہ بہت اچھی بات ہے لیکن اگرلڑکی کو اس کام کیلئے مجبور کیا جائے تو یہ کام شریعت کے سراسر خلاف ہے۔

بیوی پر شوہر کی اطاعت!

آپ توجہ فرمایئے کہ اسلامی احکام نے شوہر کے انتخاب اور گھرانے کی تشکیل کی ابتدا ہی سے خواتین کی مدد کرنے کو مدنظر رکھا ہے۔ چونکہ بہت سے مرد، خواتین پر ظلم وستم کرتے تھے تو اسی لیے اسلام ان کے ظلم کے سامنے ڈٹ گیا ہے۔ جب ایک گھرانہ تشکیل پاتا ہے تو اسلام کی نظر میں گھر کے اندر مرد اور عورت دونوں زندگی میں شریک ہیں اور دونوں کو چاہیے کہ آپس میں محبت کا سلوک کریں۔ مرد کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ بیوی پر ظلم کرے اور بیوی کو بھی یہ حق حاصل نہیں وہ شوہر سے ناحق بات کہے۔ گھرانے اور خاندان میں مرد وعورت کے رابطے اور تعلقات بہت ظریف ہیں۔

خداوند عالم نے مرد وعورت کی طبیعت ومزاج اور اسلامی معاشرے اور مرد وعورت کی مصلحت کو مدنظر رکھتے ہوئے ان احکامات کو معین کیا ہے۔ شوہر، صرف چند جگہ کہ میں صرف ایک مقام کو صراحت سے بیان کرنے پر ہی اکتفا کروں گا اور دیگر مقام کو یہاں بیان نہیں کروں گا، اپنی بیوی کو حکم دینے کا حق رکھتا ہے اور بیوی پر لازم ہے کہ اسے بجالائے۔ وہ مقام کہ جسے میں صراحت کے ساتھ بیان کروں گا یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو اپنی اجازت کے بغیر گھر سے باہر

جانے پر روک سکتا ہے۔مگر اس شرط کے ساتھ کہ نکاح میں اس بارے میں کوئی شرط نہ رکھی گئی ہو۔اگر نکاح میں شرط نہیں لگائی گئی ہوتو مرد بیوی کو روک سکتا ہے۔

یہ احکام الٰہی کے پیچیدہ اسرار ورموز میں سے ایک راز ہے اور یہ حق صرف شوہر کو دیا گیا ہے۔حتی باپ کو بھی یہ حق حاصل نہیں ہے۔ایک باپ بھی اپنی بیٹی کو اس بات کا پابند نہیں کرسکتا کہ اگر تم باہر جانا چاہو تو مجھ سے اجازت لو۔نہ باپ کو یہ حق حاصل ہے۔[1] اور نہ بھائی کو اپنی بہن کیلئے یہ حق دیا گیا ہے لیکن شوہر اپنی بیوی کیلئے اس حق کا مالک ہے۔البتہ خواتین نکاح کے وقت کچھ شرائط کو نکاح میں درج کرواسکتی ہیں اور ان شرائط پر میاں بیوی دونوں کو سختی سے عمل درآمد کرنا ہوگا۔بنابرایں، اگر کسی شرط کو نکاح کے ذیل میں لکھیں تو یہ دوسری بحث ہے لیکن پہلے مرحلے میں خداوند عالم نے شوہر کو اپنی بیوی کی نسبت یہ حق عطا کیا ہے۔ایک دو اور ایسے مقامات ہیں کہ جہاں بیوی پر واجب ہے کہ وہ ان میں اپنے شوہر کی اطاعت کرے (کہ فی الحال ان سے صرف نظر کرتا ہوں)۔

مستحکم گھرانے کیلئے میاں بیوی کی صفات وعادات سے استفادہ

یہ سب احکامات، مرد وعورت کی طبیعت ومزاج کو مدنظر رکھتے ہوئے صادر کیے گئے ہیں۔مرد وعورت دونوں کے مزاج وفطرت کی اپنی اپنی خصوصیات ہیں۔گھرانے کے اندر مردوں کے فرائض، کاموں اور مردانہ حوصلے اور جذبے کی عورت سے ہرگز توقع نہیں کرنی چاہیے

---

[1] لیکن والدین اپنی اولاد کی بہترین تربیت کیلئے اس کے غیر مناسب دوستوں اور سہیلیوں سے ملنے، آوارہ گردی کرنے، گناہ کی محفلوں میں شرکت کرنے اور برائیوں کی طرف قدم بڑھانے اور گناہ کی دلدل میں اسے پھنسنے سے نجات دینے کیلئے اسے تحت نظر رکھ سکتے ہیں یا غیر ضروری طور پر اسے باہر جانے سے روک سکتے ہیں۔(مترجم)

اور اسی طرح گھر کے ماحول میں بیوی کی نسوانہ خصوصیات کی مرد سے امید نہیں رکھنی چاہیے۔ دونوں کی اپنی اپنی فطری اور روحی صفات وخصوصیات ہیں کہ عالم بشریت، معاشرے اور مرد وعورت کے اجتماعی نظام کی مصلحت یہی ہے کہ گھرانے میں دونوں کی خصوصیات وعادات کا اپنے اپنے مقام پر خاص خیال رکھا جائے۔ اگر ان کا خیال رکھا جائے تو شوہر بھی خوش بخت ہوگا اور بیوی بھی خوشحال رہے گی۔ ایسے ماحول میں کسی کو کسی پر ظلم کرنے، زبردستی اپنی بات منوانے اور دوسرے سے اپنی خدمت کرانے کا کوئی حق نہیں ہوگا۔ بعض مرد حضرات یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ عورت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے سے مربوط تمام کاموں کو انجام دے۔ البتہ گھر کے ماحول میں شوہر اور بیوی ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور وہ اپنے ذاتی شوق اور میل سے ایک دوسرے کے کاموں اور امور کو انجام دیتے ہیں۔ اپنے میل ورغبت سے کسی کام کو انجام دینے کا اس بات سے کوئی تعلق نہیں ہے کوئی (شوہر) یہ خیال کرے یا اس طرح کا رویہ اختیار کرے کہ اس کی بیوی کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے شوہر کی ایک نوکرانی کی مانند خدمت کرے۔ اسلام میں ایسی چیز کا کوئی وجود نہیں ہے!

۲۔ تربیت اولاد

گھر اور گھرانے میں خواتین کے من جملہ فرائض میں سے ایک فریضہ، تربیت اولاد ہے۔ وہ خواتین جو گھر سے باہر اپنی مصروفیات کی وجہ سے صاحب اولاد ہونے میں پس وپیش سے کام لیتی ہیں تو وہ درحقیقت اپنی زنانہ اور بشری طبیعت ومزاج کے خلاف اقدام کرتی ہیں۔ خداوند عالم ان کے اس کام سے راضی نہیں ہے۔ وہ خواتین جو اپنے بچوں، تربیت اولاد، بچے کو دودھ پلانے اور اسے اپنی محبت بھری آغوش میں پرورش کرنے کو ان کاموں کیلئے کہ جن کا وجود

ان خواتین پر موقوف نہیں ہے، ترک کردیتی ہیں تو وہ غلطی کا شکار ہیں۔تربیت اولاد کی بہترین روش یہ ہے کہ وہ اپنی ماں کی محبت و چاہت کے سائے میں اپنی ممتا کی آغوش میں پرورش پائے۔ جو خواتین اپنی اولاد کو خدا کے عطا کیے ہوئے اس عطیّے سے محروم کرتی ہیں، وہ غلطی کا ارتکاب کررہی ہیں اوراس طرح انہوں نے نہ صرف یہ کہ اپنی اولاد کے نقصان کیلئے اقدام کیا ہے بلکہ وہ اپنے اوراپنے معاشرے کیلئے بھی ضرروزیاں کا باعث بنی ہیں۔اسلام اس چیز کی ہرگز اجازت نہیں دیتا ہے۔

خواتین کے اہم ترین وظائف میں ایک وظیفہ یہ بھی ہے کہ وہ اپنی اولاد کو محبت و چاہت، صحیح تربیت، اپنے دل کی پوری توجہ اورتربیت کے اصولوں پرتوجہ دیتے ہوئے اس طرح پرورش دیں کہ یہ انسانی موجودخواہ بیٹا ہو یا بیٹی، جب بڑا ہوتو روحی لحاظ سے ایک سالم انسان اور نفسیاتی الجھنوں سے دور ہواور ذلت و بدبختی اور ہلاکت ومصیبت کہ جس میں آج مغرب و یورپ اورامریکی نوجوان نسل گرفتار ہے، کے بغیر پرورش پائے۔

خاندانی نظام زندگی کی اہمیت سے روگردانی......!

میری عزیز بہنو! آپ مشاہدہ کیجئے کہ مغربی خواتین کے اپنے گھرانوں، خاندانوں اور اولاد کو اہمیت نہ دینے کی وجہ سے مغربی معاشرے کی نوبت یہاں تک آ پہنچی ہے کہ امریکا اور یورپی ممالک میں آج لاکھوں تباہ حال اور برے نوجوان، دس بارہ سال کی عمر میں اپنی تباہی اور بربادی کا سامان کررہے ہیں۔حالانکہ یہ وہی ممالک ہیں کہ جہاں مادی تہذیب وتمدن اپنے عروج پر ہے، جن کے بڑے بڑے محل وقصر، بڑے اورترقی یافتہ ایٹمی پلانٹ، سومنزلہ سے زیادہ سربفلک عمارتیں اورعلمی اورٹیکنالوجی ترقی اور پیش رفت، زبان زدخاص وعام ہے۔ایسے

ماحول میں یہ نوجوان تباہ و برباد ہورہے ہیں، قاتل ہیں، اسمگلنگ، منشیات، سگریٹ اور دیگر قسم کے نشوں میں گرفتار ہیں۔ ان سب کی کیا وجہ ہے؟ وجہ یہ ہے کہ مغربی عورت گھر، گھرانے اور خاندانی نظام زندگی کی قدر و قیمت سے غافل ہے۔

گزشتہ زمانے میں مغربی خواتین کی یہ حالت نہیں تھی۔ چالیس پچاس سال سے مغربی خواتین کی حالت خصوصاً امریکہ اور بعض یورپی ممالک میں روز بروز بدتر ہوتی چلی گئی ہے۔ جس دن سے مغربی خواتین نے اس غلط راہ پر قدم اٹھایا ہے وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھیں کہ تیس، چالیس یا پچاس سال میں ان کا ملک و معاشرہ اس حالت سے دوچار ہوجائے گا کہ بارہ سالہ لڑکا ریوالور سے گولی چلائے، یا تیز خنجر اپنی جیب میں رکھ کر پھرے یا رات یا دن کے کسی حصے میں نیویارک، لندن یا دوسرے مغربی شہروں کی سڑکوں کے گوشہ و کنار پر کسی کو قتل کرے اور بغیر کسی چیز کا ملاحظہ کیے ہوئے کسی کو موت کے گھاٹ اتار دے! یہ ہے ان کی حالت زار! جب کسی معاشرے میں خاندان اور گھرانے کا شیرازہ بکھر جائے تو اس کی یہی حالت ہوتی ہے۔

عورت، گھرانے کی بانی اور محافظ

حقیقت تو یہ ہے کہ یہ عورت ہی ہے جو ایک گھرانے اور خاندان کو وجود میں لاتی ہے اور اس کا دوام بھی اسی کے وجود پر برکت سے وابستہ ہے۔ اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے۔ ایک گھرانے کو تشکیل دینے والا بنیادی اور اساسی عنصر، عورت ہے نہ کہ مرد۔ مرد کے بغیر ممکن ہے کہ کوئی گھرانہ وجود رکھتا ہو۔ یعنی فرض کیجئے کہ کوئی ایسا گھرانہ ہو کہ جہاں مرد موجود نہ ہو یا وہ انتقال کر گیا ہو اور گھر کی عورت اگر عاقل، مدبر اور گھریلو ہو تو وہ اپنے گھرانے کو محفوظ رکھ سکتی ہے، بنابرایں، یہ عورت ہی ہے جو نہ صرف یہ کہ گھرانے کو وجود میں لانے کا باعث بنتی ہے

بلکہ اس کی حفاظت بھی کرتی ہے۔

گھرانے اور خاندان میں عورت کے کردار پر اسلام کی اتنی اہمیت دینے اور تاکید کرنے کی وجہ یہی ہے کہ اگر عورت اپنے گھرانے اور خاندان سے مخلص ہو، اس سے عشق و محبت کرے، اپنی اولاد کی تربیت پر اہمیت دے، بچوں کی دیکھ بھال کرے، انہیں اپنا دودھ پلائے، اپنی آغوش میں پرورش دے، قرآنی قصوں، اسلامی احکامات، سبق آموز کہانیوں اور اسلامی آداب وغیرہ کے ذریعے ان کی ثقافتی ضرورتوں کو پورا کرے اور ہر لمحے سے استفادہ کرتے ہوئے مادی غذاؤں کی مانند انہیں اپنے بچوں کی روح کے ذائقے میں ڈالے تو اس معاشرے کی نسلیں پختہ، رشید اور کامیاب نسلیں ہوں گی۔ یہ ہے عورت کا ہنر اور فن اور یہ امور اس کے تحصیل علم، تدریس، ملازمت، فعالیت اور سیاست وغیرہ جیسے اہم میدان میں قدم رکھنے سے کوئی منافات نہیں رکھتا ہے۔

گھریلو اور اجتماعی فعالیت میں توازن ضروری ہے

اسلام کے ابتدائی زمانے میں خواتین میدان جنگ میں زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے کے علاوہ کہ یہ کام سب سے زیادہ خواتین کے ذمے تھا، حتیٰ نقاب کے ساتھ بھی اس زمانے کی سخت اور دو بدو جنگ کے باوجود، شمشیر بھی چلاتی تھیں! اسی کے ساتھ ساتھ گھر میں اپنے بچوں کو اپنی آغوش میں لیتیں، ان کی اسلامی تربیت کرتیں اور ساتھ ہی اپنے حجاب کی پوری طرح حفاظت بھی کرتیں تھیں کیونکہ ان تمام امور میں کوئی تصادم نہیں ہے۔

بعض لوگ افراط کا شکار ہیں اور بعض لوگ تفریط کا! کچھ کہتے ہیں کہ چونکہ اجتماعی فعالیت ہمیں اجازت نہیں دیتی ہے کہ ہم گھر، شوہر اور بچے داری کریں پس ہمیں اجتماعی فعالیت

سے دستبردار ہوجانا چاہیے۔ اس کے برخلاف کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ چونکہ گھر، شوہر اور بچے داری کے مسائل اور جھمیلے ہمارا پیچھا نہیں چھوڑتے کہ ہم اجتماعی اور معاشرتی امور میں قدم رکھیں پس ہمیں گھر بار کو خیر آباد کہہ دینا چاہیے۔ یہ دونوں فکر غلط ہیں۔ نہ اسے اس کی خاطر اور نہ اسے اس کی وجہ سے چھوڑنا چاہیے۔

اسلامی انقلاب کی کامیابی میں خواتین کا کردار

عائلی اور خاندانی نظام زندگی میں ایک مسلمان عورت اپنے گھرانے میں بہت سے وظائف کی حامل ہے کہ جو گھرانے میں اس کے بنیادی رکن ہونے، تربیت اولاد، ہدایت اور شوہر کی روحی تقویت کرنے عبارت ہیں۔ ایران میں شاہی طاغوتی حکومت سے مقابلوں میں بہت سے مرد میدان مبارزہ میں نبرد میں مصروف تھے لیکن ان کی خواتین نے انہیں اجازت نہیں دی کہ وہ شاہی حکومت سے مقابلے کو جاری رکھیں، کیونکہ ان میں اس بات کی قوت نہیں تھی کہ وہ مقابلے کی سختیوں کو تحمل سے برداشت کریں۔ اس کے برخلاف بہت سی خواتین اس مبارزے کی راہ میں استقامت اور ڈٹے رہنے پر نہ صرف یہ کہ اپنے شوہروں کی حوصلہ افزائی کرتیں تھیں بلکہ ان کی مدد کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی ہمتوں کو بلند رکھنے کیلئے روحی طور پر ان کی پشت پناہی بھی کرتیں تھیں۔ سن ۱۹۷۷ اور ۱۹۷۸ کے عوامی مظاہروں میں جب ملک کے کوچہ و بازار سب عوام سے بھرے پڑے تھے تو خواتین اپنے شوہروں اور بچوں کو مظاہروں، شاہی حکومت سے مبارزے و مقابلے کرنے اور عوامی رضا کار فوجی (بسیج) کو فعال بنانے میں اہم اور کلیدی کردار کی حامل تھیں۔

انقلاب اور آٹھ سالہ تھونپی گئی جنگ کے دوران ہماری ماؤں نے اپنے بیٹوں کو راہ

اسلام میں سر بہ کف مجاہدوں اور دلیروں میں جبکہ بیویوں نے اپنے شوہروں کو صاحب استقامت اور مضبوط انسان میں تبدیل کر دیا تھا۔ یہ ہے اولاد اور شوہر کیلئے بیوی کا کردار اور اس کے عمل کی تاثیر۔ یہ وہ کردار ہے کہ جسے ایک عورت اپنے گھر میں ادا کرسکتی ہے اور یہ اس کے بنیادی کاموں میں سے ایک کام ہے اور میری نظر میں عورت کا یہ کام اس کے سب سے زیادہ اہم ترین کاموں میں شامل ہے۔ اولاد کی صحیح تربیت اور زندگی کے بڑے بڑے میدانوں اور امتحانوں میں قدم رکھنے کیلئے شوہر کی روحی طور پر مدد کرنا ایک عورت کے اہم ترین کاموں میں شامل ہے۔ ہم خدا کے شکر گزار ہیں کہ ہماری مسلمان ایرانی خواتین نے اس میدان میں بھی سب سے زیادہ خدمات انجام دیں ہیں۔

البتہ ایران کی شجاع، ہوشیار، استقامت اور صبر کرنے والی خواتین نے انقلاب اور جنگ کے زمانے میں، خواہ محاذ جنگ پر ہوں یا محاذ جنگ کے پیچھے یا پھر گھر کی چار دیواری کے اندر بالعموم تمام میدانوں میں بہت فعال کردار ادا کیا ہے اور آج بھی سیاست، ثقافت اور انقلاب کے میدانوں میں بھی عالمی دشمنوں کے مقابلے میں اپنا بھر پور کردار ادا کر رہی ہیں۔

وہ افراد جو ہمارے وطن اور اسلامی جمہوریہ کے نظام کا تجزیہ و تحلیل کرنا چاہتے ہیں جب ان مصمّم ارادوں، اس آگاہی اور شعور وشوق کا مشاہدہ کریں گے تو ایرانی قوم اور اسلامی جمہوریہ کے نظام کے مقابلے میں ستائش و تعظیم کا احساس کریں گے۔ [1]

---

[1]

تیسری فصل

خواتین پر مغرب کا ظلم وستم اور اسلام کی خدمات

(۱) انسانی اقدار کے سوداگروں کا ظلم اور اسلام کی پہلی خدمت

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی ولادت باسعادت اوران کا تذکرہ مسلمان خواتین کیلئے بہترین فرصت ہے تاکہ اسلامی افکار وتعلیمات کی روشنی میں ایک مسلمان عورت اورخواتین کی قدر وقیمت اوراہمیت پر بھر پورتوجہ دی جاسکے۔ دیگر امور کی طرح، خواتین بھی انسانی اقدار کے سوداگروں کے ہاتھوں ایک جنس بے متاع بن گئی ہے۔

وہ افراد جو صنف نازک، خود انسان، انسانی اقدار اورکرامت و بزرگی کیلئے مال و دولت کے علاوہ کسی اور چیز کے قائل نہیں ہیں کہ افسوس ناک بات یہی ہے کہ یہ افراد مغرب کے موجودہ تمدن میں بہت اہم کلیدی کردار ادا کررہے ہیں، انہوں نے خواتین کے مسئلے کو زندگی کے مختلف شعبوں میں اپنے لیے ایک سرمائے اورتجارت وسوداگری کے وسیلے میں تبدیل کردیا ہے۔ یہ افراد آئے دن اس پر بحث کرتے ہیں، اپنی رائج ثقافت اورتہذیب وتمدن میں اسے ایک جائز مقام دینے کی کوششوں میں مصروف ہیں، اس کے لئے پروپیگنڈا کرتے ہیں اور یوں دنیا کے تمام

مردوں اور عورتوں کے اذہان کو ایک بڑی گمراہی اور وسوسے سے دو چار کر رہے ہیں۔ یہ وہ مقام ہے کہ جہاں ایک مسلمان عورت کو چاہیے کہ اسلامی تعلیمات اور عورت سے متعلق اسلامی اقدار و احکامات میں غور و فکر اور مرد و خواتین کی پیشرفت کیلئے اسلامی نظام میں وضع کیے گئے قوانین اور راہنما اصولوں میں سنجیدگی سے تأمل کے ذریعے اپنے تشخص کا از سر نو جائزہ لیتے ہوئے اپنے وجود کو دوبارہ حاصل کرے۔ اسے چاہیے کہ بے بنیاد مفروضوں و سفسطوں اور صیہونزم، سرمایہ داروں اور ثروت اندوز افراد کے وسوسوں میں دبے ہوئے اپنے حقیقی اور اصلی وجود کو نکالے۔

(۲) عورت کے معنوی کمال، اجتماعی فعالیت اور خاندانی کردار پر بھرپور توجہ

اسلام نے زمانہ جاہلیت میں خواتین پر ہونے والے ظلم و ستم کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے، خواہ یہ ظلم عورت کی روحانیت و معنویت، فکر اور اسلامی اقدار پر ہو یا سیاسی میدان میں اس کی فعالیت پر یا اس سے بھی بڑھ کر گھر اور خاندانی نظام زندگی میں اس کے موثر ترین کردار پر۔ مرد و عورت دونوں مل کر معاشرے میں ایک چھوٹے سے اجتماع کو تشکیل دیتے ہیں جسے ”خاندان“ یا ”گھرانہ“ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ اگر اس مختصر سے اجتماع کیلئے معاشرے میں اقدار، احکام اور راہنما اصولوں کو صحیح انداز سے بیان نہ کیا جائے تو عورت پر سب سے پہلا ظلم خود اس کے اپنے گھر میں ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے عورت کے معنوی کمال، اجتماعی فعالیت اور گھرانے میں اس کے بنیادی کردار پر بہت زیادہ توجہ دی ہے۔

معنوی مسائل میں بھی خواتین، انسان کی معنوی حرکت میں وہ دستہ ہیں جو پیشرفت اور ترقی کے لحاظ سے آگے آگے ہے۔ قرآن جب مومن انسانوں کیلئے مثال بیان کرنا چاہتا ہے تو کہتا

ہے کہ

"وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ" [۱]

"اللہ نے اہل ایمان کیلئے زن فرعون کی مثال پیش کی ہے"۔

اور جہاں اسلام، ایمان، صبر صداقت، اور اسلامی، معنوی اور انسانی اقدار کے حصول کیلئے جدو جہد کی بات کرتا ہے تو فرماتا ہے:

"اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ" [۲]

مسلمان مرد و مسلمان عورتیں، مومن مرد، مومنہ عورتیں، اطاعت گزار مرد اور اطاعت گزار عورتیں، سچے مرد اور سچی عورتیں، صابر مرد اور صابر عورتیں۔"

اس آیت اسلام، ایمان، اطاعت سچائی، صبر، فروتنی، صدقہ دینا، روزہ گزاری، عزت و ناموس کی حفاظت اور ذکر الٰہی جیسی دس معنوی اقدار کو بیان کیا گیا ہے۔ مرد و عورت دونوں ان معنوی اقدار کے حصول کیلئے شانہ بشانہ حرکت کر رہے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ خداوند متعال دونوں کو ساتھ ذکر کرتا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں مردوں حتی عورتوں کے ذریعے بھی مرد کے لیے جس بت کی ہمیشہ پرستش کی جاتی رہی ہے اسلام نے ان آیات میں اسے پاش پاش کر دیا ہے اور وہ سیاسی اور اجتماعی میدان میں عورت کے بیعت کرنے کی اہمیت اور اس پر توجہ دینے کو لازمی امر اور ایک زندہ اور حقیقی مسئلے کی حیثیت سے متعارف کراتا ہے۔

(۳) اسلامی نظام میں خواتین کی جداگانہ بیعت کی اہمیت

---

[۱] سورۂ تحریم/۱۱

[۲] سورۂ احزاب/۳۵

آپ ملاحظہ کیجئے کہ مغربی دنیا اور یورپی ممالک میں حقوق نسواں کے دفاع میں ان بلند و بانگ نعروں اور اتنے مدعیوں کے باوجود جو تقریباسب کے سب ہی جھوٹے ہیں، گزشتہ صدی کی ابتدائی دہائیوں تک خواتین کو ووٹ ڈالنے کا حق حاصل نہیں تھا، وہ نہ صرف یہ کہ اپنی بات آزادانہ طور پر کہنے اور انتخاب کے حق سے محروم تھیں بلکہ انہیں مالکیت کے بھی حق سے محروم رکھا گیا تھا۔ یعنی عورت اپنی میراث میں ملنے والے مال وثروت کی بھی مالک نہیں تھی، اس کا تمام مال و دولت اس کے شوہر کے اختیار میں ہوتا تھا۔ جبکہ اسلام میں خواتین کے بیعت کرنے، اس کے حق مالکیت اور سیاسی اور اجتماعی میدانوں میں اس کے فعال اور موثر ترین کردار کو ثابت کیا گیا ہے۔

"اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ" [1]

"اے رسولؐ جب آپ کے پاس مومنات بیعت کیلئے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو اس کا شریک قرار نہیں دیں گی"۔

خواتین پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آتی تھیں اور بیعت کرتی تھیں۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ صرف مرد آکر بیعت کریں اور اس بیعت کے نتیجے میں وہ جس چیز کے بارے میں اپنا حق رائے دہی استعمال کریں، اظہار نظر کریں اور جس چیز کو بھی قبول کریں تو خواتین بھی مجبور ہیں کہ ان کی بات کو من وعن قبول کریں، نہیں! انہوں نے کہا کہ خواتین بھی آکر بیعت کریں اور اس حکومت اور اس اجتماعی اور سیاسی نظام کو قبول کرنے میں شرکت کریں۔ اہل مغرب اس معاملے میں اسلام سے تیرہ صدیاں پیچھے ہیں اور آج بڑھ چڑھ کر یہ دعوے کر رہے ہیں (کہ گویا یہ سب انہی کا دیا ہوا نظام ہے)۔ مالکیت کے مسئلے میں بھی ایسا ہی ہے اور سیاسی

---

[1] سورۂ ممتحنہ/ ۱۲

اوراجتماعی مسائل سے مربوط دیگر شعبوں میں بھی یہی صورتحال ہے۔

(۴) حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی سیرت، اسلام میں خواتین کی سیاسی اوراجتماعی کردار پر واضح ثبوت

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی سیرت اورآپ کا اسوہ ہونا خواہ آپ کے بچپنے کا زمانہ ہو یا ہجرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مدینے میں آپ کی اجتماعی مصروفیات کا زمانہ ہو، آپ ان تمام حالات وواقعات میں کہ جب آپ کے والد گرامی تمام سیاسی اوراجتماعی واقعات وحوادث کا مرکز تھے، بہ نفس نفیس موجود تھیں۔ یہ سب اسلامی نظام میں ایک عورت کے فعال اورموثر اجتماعی کردار کی عکاسی کرتے ہیں۔ البتہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا ان سب فضائل میں سب سے بلندترین مرتبے پر فائز ہیں۔صدراسلام میں اوربھی بہت سی نامورخواتین تھیں جو اپنی معرفت اورعقل وعلم کے لحاظ سے ایک خاص مقام کی حامل تھیں اورزندگی کے مختلف شعبوں سمیت حتیٰ میدان جنگ میں شرکت کرتی تھیں۔ کچھ خواتین تو اپنی شجاعت وشہامت کے ساتھ میدان جنگ میں جا کرتلوار بھی چلاتی تھیں۔ البتہ اسلام نے خواتین پر ان سب امور کوواجب نہیں کیا ہے اوران کے دوش سے یہ بار اٹھالیا ہے چونکہ یہ سب امورخواتین کی طبعیت ومزاج، جسمانی ترکیب وساخت اوران کے احساسات سے میل نہیں کھاتے۔

(۵) عورت، گھر میں ایک پھول ہے!

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مرد اس بات کا پابند ہے کہ وہ عورت سے ایک پھول کی مانند سلوک کرے۔ حدیث بنوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے کہ ”المرآۃ ریحانۃ“ عورت ایک پھول ہے، یہ

حقیقت سیاسی، اجتماعی اور تحصیل علم کے شعبے سے مربوط نہیں ہے بلکہ یہ گھر میں ایک عورت کے حقیقی کردار کی عکاسی کرتی ہے۔

"اَلْمَرْأَةُ رَيْحَانَةٌ وَلَيْسَتْ بِقَهْرَمَانَةٍ" [1]

عورت ایک پھول ہے کوئی طاقتور انسان یا پہلوان نہیں ہے۔

یہ خطا بین نگاہیں جو یہ گمان کرتی ہیں کہ عورت، گھریلو کام کاج کرنے کی پابند ہے، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس بیان کے ذریعے ان تمام غلط اور باطل فکر وخیال کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے۔

عورت، ایک پھول کی مانند ہے کہ جس کی ہر طرح سے حفاظت کرنی چاہیے۔ اس جسمی وروحی لطافت ونرمی والے موجود کو ان نگاہوں سے دیکھنا چاہیے، یہ ہے اسلام کی نظر۔ بالخصوص اس حدیث اور بالعموم تمام اسلامی تعلیمات کی روشنی میں خواتین کی تمام زنانہ صفات وخصوصیات، احساسات اور امید وآرزوؤں کی حفاظت کی گئی ہے۔ اس پر کوئی ایسی چیز تھونپی نہیں گئی ہے جو اس کی زنانہ فطرت، نسوانہ عادات وصفات اور ایک پھول کی مانند اس کے نرم ولطیف احساسات اور مزاج سے میل نہیں رکھتی ہو اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے ایک عورت اور انسان ہونے کے باوجود اس سے یہ مطلوب نہیں ہے کہ وہ مرد کی طرح سوچے، اس کی طرح کام اور جدوجہد کرے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ علم، معرفت، تقویٰ اور سیاست کے میدان کی راہ اس پر کھلی ہے، کسب علم سمیت سیاسی اور اجتماعی میدانوں میں ترقی کرنے کیلئے اسے شوق بھی دلایا گیا ہے۔ اب مرد سے یہ کہا گیا ہے کہ اسے عورت سے گھر میں زبردستی کام کاج کرانے، اپنی بات تھونپنے، زیادہ روی کرنے، جاہلانہ عادات واطوار کے ذریعے اپنے مرد (اور گھر کے سرپرست) ہونے کا لوہا منوانے اور غیر قانونی (غیر اسلامی) ہتھکنڈوں کو استعمال کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ یہ ہے

---

[1] بحار الانوار، جلد ۱۰۰، صفحہ ۲۵۳

اسلام کی نگاہ۔

اسلامی انقلاب میں خواتین کا صبر و استقامت اور معرفت

یہی وجہ ہے کہ جب ایران کی اسلامی تحریک، اسلامی انقلاب کی دہلیز تک پہنچی تو ہماری خواتین نے اسلام کی خواتین کے بارے میں اسی نظریے اور تعلیمات کی روشنی میں قدم اٹھائے اور سامنے آئیں۔ اسی وجہ سے امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا اور صحیح فرمایا تھا کہ "اگر خواتین اس تحریک میں مدد نہ کرتیں تو انقلاب کبھی کامیاب نہیں ہوتا"۔ یقیناً اگر خواتین انقلاب کے زمانے میں ہونے والے بڑے بڑے عظیم الشان مظاہروں میں شرکت نہیں کرتیں تو انقلاب کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوتا۔

آٹھ سالہ تھونپی گئی جنگ کی تمام مدت میں بھی انہی خواتین کی مانند تین تین شہیدوں اور دیگر شہدا کی مائیں اور بیویاں کہ مجھے ان جیسے ہزاروں افراد سے گفتگو کرنے اور نزدیک سے ان کے احساسات کا مشاہدہ کرنے کا فخر حاصل ہے، اگر اپنے جوان بیٹوں اور مردوں کی فداکاری کے نتیجے میں ان کے زخمی جسموں اور کٹے ہوئے اعضا و جوارح اور تمام مشکلات کا اپنے ایمان، صبر، استقامت، معرفت، شعور اور آگاہی سے جواب نہیں دیتیں تو جنگ کبھی کامیاب نہ ہوتی۔ اگر ان شہدا کی مائیں اور بیویاں بے صبری کا مظاہرہ کرتیں تو مردوں کے دلوں میں جہاد فی سبیل اللہ اور شوق شہادت کے جذبات ٹھنڈے پڑ جاتے، یہ جوش و خروش سامنے نہیں آتا اور ہمارے معاشرے کو اس طرح جوش و ولولہ اور حوصلہ نہیں ملتا۔

میدان جنگ میں بھی خواتین نے بہت کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ اگر انقلاب کے مختلف مراحل، مظاہروں اور انتخابات سمیت دیگر میدانوں میں خواتین اگر ایثار و فداکاری سے کام نہیں

لیتیں اور اپنے فعال کردار کو ادا نہیں کرتیں تو یہ عظیم عوامی تحریک یقیناً آج اس صورت میں موجود نہیں ہوتی۔ یہ ہے اسلام کی نظر اور اسلامی نظام میں خواتین کا کردار۔

خواتین پر مغرب کا ظلم اور خیانت

اہل مغرب کو خواتین کے بارے میں اپنی خیانت کا ہر صورت میں جوابدہ ہونا چاہیے کیونکہ مغربی تہذیب و تمدن نے عورت کو کچھ نہیں دیا ہے۔ جہاں کہیں بھی علمی، سیاسی اور فکری پیشرفت اور ترقی کا مشاہدہ کیا جارہا ہے یہ خواتین کی اپنی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ دنیا میں جہاں بھی یہ صورتحال سامنے آئی ہے، ایران ہو یا دیگر مما لک، سب جگہ خود خواتین نے جدوجہد کی ہے۔

وہ چیز جس کو مغرب نے خود پروان چڑھایا اور مغربی تمدن نے جس عمارت کی ٹیڑھی بنیاد رکھی وہ ہر قسم کی قید و شرط سے آزاد، مرد و عورت کے آزادانہ تعلقات اور عریانی و فحاشی ہے۔ انہوں نے عورت کی نہ صرف یہ کہ گھر میں اصلاح نہیں کی بلکہ عورت کو (گھر سے باہر نکال کر) بے حیائی اور عریانی و فحاشی کی طرف کھینچ کر لے گئے۔ امریکی اور یورپی اخبارات ومطبوعات میں بارہا خواتین کو دی جانے والی اذیت وآزار، مشکلات، بے توجہی اور سنگ دلی کے واقعات اور خبریں چھپتی رہتی ہیں۔ خواتین کو بے بند و باری، آزادانہ (جنسی وغیر جنسی) تعلقات اور عریانی وفحاشی کی طرف کھینچنے کے نتیجے میں مغرب کے خاندانی اور عائلی نظام کی بنیادیں کمزور ہوگئی ہیں، وہاں گھرانے اور خاندان کا شیرازہ روز بروز بکھرتا جارہا ہے اور اس بات کا سبب بنا ہے کہ وہ اور گھرانے اور خاندان میں مرد و عورت کی ایک دوسرے سے خیانت کو سہل انگاری سے دیکھیں، کیا یہ گناہ نہیں ہے؟ کیا یہ صنف نازک سے خیانت نہیں ہے؟ اس کثیف ترین ثقافت اور تمدن کے باوجود بھی یہ لوگ دنیا پر اپنی برتری کے خواہاں ہیں جبکہ انہیں جوابدہ ہونا چاہیے!

مغربی ثقافت کو خواتین کے بارے میں اپنے ظلم وخیانت کی وجہ سے دفاعی حالت میں ہونا چاہیے کہ وہ اپنے امور اور اقدامات کا دفاع کریں اور ان کی وضاحت کریں۔لیکن سرمایہ دارانہ نظام اور مستکبرانہ ذرائع ابلاغ کا مغربی معاشرے پر تسلط اور غلبہ اس حقیقت کو الٹا ہی پیش کرر ہا ہے۔جس کے نتیجے میں وہ حقوق نسواں کے چیمپئن بنے بیٹھے ہیں اور خود ان کی اپنی اصلاح کے مطابق حقوق نسواں کے علمبردار وطرفدار ہیں! حالانکہ ایسی کوئی چیز وجود نہیں رکھتی۔ البتہ مغرب میں کچھ مفکرین، فلسفی حضرات اور سچے اور نیک انسانوں کا وجود بھی ہے جو پاک نیتوں کے حامل ہیں اور (حق کی) بات کرتے ہیں۔ جو کچھ میں بیان کرر ہا ہوں وہ خواتین پر مغربی ثقافت اور تمدن کے ظلم وخیانت کی عمومی شکل ہے۔

خواتین کا اسلامی تشخص اور اس کے تقاضے

ایران (سمیت دیگر اسلامی مما لک) کی خواتین کی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ وہ ایک مسلمان عورت کی حقیقی تشخص کو اس طرح زندہ کریں کہ وہ پوری دنیا کو اپنی طرف متوجہ کرا سکے۔ یہ ہے آج کی مسلمان عورت کا وظیفہ خصوصا جوان خواتین اور اسکول، کالج اور یونیورسٹی کی طالبات کا۔

اسلامی تشخص یہ ہے کہ عورت جب اپنی خاص زنانہ خصوصیات اور نسوانہ مزاج و تشخص کی حفاظت کرے کہ جو اس کی طبیعت و فطرت سے عبارت ہے اور ہر جنس (موجود) کی خصوصیات ہی اس کی قدر و قیمت و اہمیت کا باعث ہوتی ہیں، یعنی جب ایک عورت اپنے نرم و نازک اور لطیف احساسات، پیار و محبت، عشق و چاہت اور خاص نسوانہ صفات کی حفاظت کرے تو اسی کے ساتھ ساتھ معنوی اقدار کے میدان میں علم، تقویٰ، تقرب خدا، معرفت الٰہی اور وادی

عرفان میں پیشرفت کرے اور ساتھ ہی سیاسی اور اجتماعی مسائل، صبر، استقامت، سیاسی فعالیت، سیاسی شعور، اپنے مستقبل، اپنے ملک سمیت دیگر اسلامی ممالک اور مسلمان اقوام کے بڑے اہداف، دشمن اور اس کی سازشوں اور چالوں کی شناخت میں روز بروز ترقی کرے اور اپنی اطلاعات اور آگہی کو زیادہ کرے۔

اسی طرح ایک عورت پر ضروری ہے کہ اپنے گھرانے اور خاندان میں عدل وانصاف اور پرسکون ماحول کے ایجاد اور ان کی بقا کیلئے بھی سرگرم رہے۔ ان تمام مسائل سے مربوط قوانین کا وجود اور ان کی تصحیح اگر لازمی وضروری ہے تو خواتین کو تعلیم، آگاہی، شعور اور معرفت کے ساتھ ان تمام میدانوں میں حرکت کرنی چاہیے اور وہ ایک مثالی عورت کا نمونہ پیش کریں۔ انہیں چاہیے کہ وہ یہ کہیں کہ مسلمان عورت ایسی عورت ہے جو اپنے دین، حجاب، نسوانیت اور اپنے مزاج کی نرمی ولطافت کی حفاظت کرتی ہے، اپنے حق کا نہ صرف یہ کہ دفاع بھی کرتی ہے بلکہ معنویت، علم و تحقیق اور تقرب الٰہی کے میدان میں پیش رفت کرتے ہوئے مثالی خواتین کا نمونہ بھی پیش کرتی ہے اور ساتھ ہی وہ سیاسی میدان میں بھی اپنا فعال کردار ادا کرتی ہے۔ ایسی عورت، مسلمان خواتین کیلئے اسوہ اور آئیڈیل بن سکتی ہے۔ [1]

---

[1] ۱۲ ستمبر ۲۰۰۰ میں خواتین کے ایک بڑے جلسے سے خطاب

چوتھا باب

حقوق نسواں کے دفاع کیلئے لازمی اصول

دریچہ

ایران سمیت دیگر اسلامی ممالک میں اسلام کی طرف سے خواتین کیلئے تعین شدہ حقوق، حدود اور تعلیمات واحکام کی رعایت نہیں کی جاتی ہے۔ خواتین کے حقوق کے اثبات ونفاذ کیلئے جو کوشش کی جائیں انہیں مغرب سمیت تمام ممالک میں خواتین کی فعالیت پر توجہ دیتے ہوئے ان کے پروپیگنڈے سے متاثر نہیں ہونا چاہیے۔

مغرب ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتا رہتا ہے کہ کسی بھی طرح خواتین کی تحریکوں اور فعالیت کے پرچم کو اپنے ہاتھ میں لے تاکہ اس طرح خواتین کے بارے میں ہونے والی واقعی اور فطری اصلاحات کا راستہ روک سکے۔

اسلامی نظام میں حقوق نسواں پر تحقیق کرنے والے افراد کو جن اصولوں کو ہر صورت میں مدنظر رکھنا چاہیے ان میں اسلامی احکام کی پابندی، اسلامی آئیڈیل کی طرف توجہ، دوسروں کی تقلید اور ان کے عمل کو دیکھ کر حواس باختہ ہونے سے پرہیز کرنا، اخلاقی اور معنوی رشد کی طرف توجہ، عفت وحیا کے تقاضوں کو پورا کرنا، گھرانے اور خاندان کی بنیادوں کو مستحکم بنانا، خواتین کی خاص زنانہ فطرت اور طبیعت ومزاج پر بھرپور توجہ دینا اور خواتین پر ہونے والے ظلم وستم کو بالخصوص گھر میں روکنا شامل ہیں۔

ان اصولوں کی رعایت اور پابندی، خواتین کے دفاع کی تمام تحریکوں کو کامیاب اور نتیجہ مطلوب تک پہنچائے گی۔ اس لیے کہ اسلام، بشری زندگی کے مختلف میدانوں میں مرد وعورت کی حقیقی اور فطری ضرورتوں کا جواب دینے کی پوری پوری صلاحیت رکھتا ہے۔

پہلی فصل

خواتین سے متعلق فعالیت وجد وجہد کے اغراض ومقاصد

اسلامی انقلاب کی کامیابی میں خواتین کا کردار

اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد خواتین کے حقوق کے دفاع میں بہت زیادہ تیزی آئی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ انقلاب کے بعد ہی ایرانی عورت کی تکریم وتجلیل کی گئی ہے اور اس تجلیل اور عظمت کی بیان کرنے والی سب سے پہلی ہستی حضرت امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کی تھی کہ جو اپنے پورے وجود کے ساتھ مسلمان اور ایرانی خواتین کی اہمیت واحترام کے قائل تھے۔ ان کے اس تفکر اور نگاہ کی وجہ سے ملک کی خواتین کو اسلامی انقلاب میں اپنا بھرپور کردار ادا کرنے کا موقع ملا۔ درحقیقت اگر خواتین ایرانی قوم کی اس انقلابی تحریک میں شامل نہیں ہوتیں تو اس بات کا زیادہ احتمال تھا کہ یہ انقلاب اس شکل میں کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوتا یا سرے سے ہی کامیاب نہیں ہوتا، یا پھر اسے بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔

اس بنا پر خواتین نے انقلاب کیلئے مشکل کشائی کا کام انجام دیا ہے۔ جنگ میں بھی خواتین نے یہی کردار ادا کیا اور انقلاب کے دیگر مسائل میں بھی ابھی تک اسی طرح ہوتا رہا ہے۔ بنابرایں، حقوق نسواں کیلئے بہت زیادہ کوششیں کی گئی ہیں لیکن اس کے باوجود خواتین کے مسائل کے حل، حقوق کے اثبات، ان پر ہونے والے ظلم کے خاتمے اور ان کی فعالیت کی زمین ہموار کرنے کیلئے لازمی ہے کہ وسیع پیمانے پر ثقافتی کام انجام پانے چاہئیں۔

میں آج اس نیت سے یہ گفتگو کر رہا ہوں تا کہ اس ثقافتی ماحول اور فضا کو وجود میں لانے میں مدد ہو سکے۔ اگر معاشرے کی ثقافتی فضا خواتین کے مسائل کے بارے میں شفاف ہو جائے اور اسلامی احکام اور قرآنی تعلیمات اس بارے میں واضح ہو جائیں تو یہ راستہ ہموار ہو جائے گا اور یوں ہماری خواتین ایک عورت کے شائستہ مقام اور اپنی غایت تک پہنچ سکیں گی۔ اگر چہ کہ یہ بحث و گفتگو ہے، سخن ہے، ایک بات اپنے کہے جانے کے مراحل سے گزر رہی ہے لیکن درحقیقت اپنے اسی مرحلے میں عمل بھی ہے۔ اس لیے کہ یہ بحث و گفتگو معاشرے کی ثقافتی فضا کو شفاف اور اذہان کو روشن کر دے گی۔

حقوق نسواں سے متعلق چند اہم ترین سوالات

ہم ان گزشتہ چند سالوں میں خواتین کے مسائل کے بارے میں ملک کی فکری اور ثقافتی فضا میں قابل ستائش کاموں اور جد و جہد کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ لیکن یہاں ایک بنیادی نکتے کی طرف اشارہ ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ جب ہم خواتین کے حقوق یا ان کے کمال و ترقی، ان سے ظلم کے خاتمے اور خود خواتین کے بارے میں بحث کرتے ہیں تو ان تمام گفتگو سے ہمارا کیا ہدف و مقصد ہوتا ہے؟ یہ ایک ایسا سوال ہے کہ جس کا جواب ہر صورت میں دیا جانا چاہیے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ معاشرے میں خواتین کو ان کے حقیقی مقام و منزلت دلانے کیلئے ہمیں کون سے شعار اور نعروں سے استفادہ کرنا چاہیے اور اس ہدف تک رسائی کیلئے ہم کون سے وسائل کو بروئے کار لائیں؟ چونکہ آج مغربی ممالک اور اسی طرح ان ممالک میں جو مغربی ثقافت زدہ ہیں یا انہی کی بتائی ہوئی ثقافتی راہ پر گامزن اور اس کے زیر سایہ زندگی بسر کر رہے ہیں، حقوق نسواں نامی تحریک وجود رکھتی ہے اور وہاں بھی خواتین کی باتیں، فیمین ازم (Feminism) اور حقوق نسواں کے دفاع کی نیت سے ایک بحث و گفتگو کا سلسلہ جاری ہے۔ کیا آج جو ہم ایران میں بیان کر رہے ہیں یہ سب وہی ہے؟ کیا اس جیسا ہے یا اس سے بالکل مختلف ہے؟ چنانچہ اس مسئلے کیلئے اس سنجیدہ سوال کو بیان کیا جانا چاہیے نیز لازمی ہے کہ اس کا جواب بھی اسی طرح سنجیدگی سے دیا جائے۔ میں آج اس سلسلے میں تھوڑی بہت گفتگو کروں گا اور اس بارے میں اسلام کی نظر کو بطور خلاصہ آپ کی خدمت میں عرض کروں گا۔

خواتین کے اپنے نقطہ مطلوب تک پہنچنے کیلئے ثقافتی اور خواتین کے حقوق کی جدوجہد کیلئے اجتماعی اور انفرادی لحاظ سے دو ہدف تصور کیے جا سکتے ہیں۔

ا۔ ہدف، انسانی اور اسلامی کمال تک عورت کی رسائی ہو

الف: پہلا ہدف

ایک ہدف یہ ہے کہ ہم عورت کے اس کے کمال تک پہنچنے کیلئے خود اپنے وجود کو بروئے کار لائیں، جدوجہد کریں، موانع سے مقابلہ کریں، قلم اٹھائیں اور گفتگو کریں۔ یعنی عورت معاشرے میں اولاً اپنے انسانی اور حقیقی حق کو پائے، ثانیاً اس کی استعداد و صلاحیتیں پروان چڑھیں، وہ اپنے حقیقی اور انسانی رشد کو حاصل کرے، نتیجے میں اپنے انسانی کمال تک پہنچے اور معاشرے میں ایک انسان کامل کی صورت میں ظاہر ہو۔ ایک ایسا انسان جو اپنے معاشرے اور

عالم بشریت کی ترقی و بہبود کیلئے قدم اٹھائے اور اپنی محدود توانائی کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنی اس دنیا کو خوبصورت جنت اور بہشت بریں میں تبدیل کر دے۔

ب: دوسرا ہدف

دوسرا ہدف یہ ہے کہ ہم اپنی اس گفتگو، جدوجہد اور اس مقابلہ کرنے کی وجہ سے چاہیں کہ ان دوجنس، مرد و عورت کے درمیان جدائی، رقابت اور نزاع کی حالت میں پیدا کریں اور رقابت و دشمنی کی بنا پر ایک نئی دنیا کی بنیاد رکھیں۔ گویا اس انسانی معاشرے میں مرد ایک طرف ہیں اور خواتین ان کے مدمقابل اور یہ دونوں کسی نہ کسی مقام تک پہنچنے کیلئے آپس میں لڑ رہے ہیں اور خواتین یہ چاہتی ہیں کہ وہ یہاں مردوں پر غالب آجائیں۔ کیا ہمارا ہدف یہ ہے؟

پس اس جدوجہد، حرکت یا پھر اس تحریک کے ہدف کے بارے میں دو قسم کے نظریات تصور کئے جاسکتے ہیں۔ ایک ہدف کا نظریہ اسلامی ہے جبکہ دوسرا ہدف، ناقص نظریے سے متعلق ہے۔ مغربی ممالک میں ہونے والی اکثر کوششیں سب سے زیادہ اسی دوسرے ہدف کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ اپنی گفتگو کے دوران ہم اس بارے میں مزید وضاحت کریں گے۔ لیکن ایک سوال کا جواب ضرور واضح ہونا چاہیے کہ خواتین کے حقوق یا ان کے مسائل کیلئے کی جانے والی کوششوں کا ہدف کیا ہے؟

۲۔ روش اور شعار کو اسلامی ہونا چاہیے

دوسرا سوال کہ جس کی اہمیت بھی پہلے سوال کی مانند بہت زیادہ ہے، یہ ہے کہ جب ہم عورت کے نام سے سخن کا آغاز اور اس کا دفاع کرتے ہیں تو کون سے نعرے اور شعار لگاتے ہیں، کس چیز کا مطالبہ کرتے ہیں اور کس ہدف تک رسائی کیلئے کوشش کرتے ہیں؟ یہ بہت اہم بات ہے یہاں پر بھی اسلامی روش یعنی وہ چیز جو عورت کے بارے میں اسلامی تعریف، احکامات اور

تعلیمات سے سمجھی جا سکتی ہے، اس چیز سے بہت تفاوت رکھتی ہے کہ جو آج مغرب میں موجود ہے۔

مغرب میں آزادی کا غلط مفہوم

آج جو چیز مغرب میں ایک شعار و نعرے کی حیثیت سے موجود ہے اس میں خواتین کی آزادی سرفہرست ہے۔ آزادی کا لفظ بہت وسیع مفہوم رکھتا ہے اور مختلف معانی کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے، قید سے آزادی، اخلاق سے آزادی کیونکہ اخلاق بھی ایک قسم کی قید و بند ہے، مرد کے سوئے استفادہ سے آزادی کہ جہاں مرد ایک عورت کو کم تنخواہ کیلئے کارخانے میں کام کرنے پر مجبور کرتا ہے، اس آزادی میں ان قوانین سے آزادی بھی شامل ہے کہ جو ایک بیوی کو شوہر کے مقابلے میں پابند بناتے ہیں غرضیکہ آزادی میں یہ تمام معانی شامل ہیں۔ خواتین سے متعلق ان شعار میں بہت سے ایسے مطالب اور مطالبات بھی شامل ہیں جو مکمل طور پر ایک دوسرے سے تضاد رکھتی ہیں۔ بالآخر آزادی کا معنی کیا ہے؟

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مغرب میں اس آزادی سے جو معنی سمجھا گیا ہے وہ غلط اور نقصان دہ ہے یعنی یہی خاندان (کی ظاہری) قید و بند [1] سے آزادی، مرد کے مطلق نفوذ سے آزادی حتیٰ شادی، خاندان کی تشکیل اور اولاد کی تربیت کی قید سے آزادی۔ جہاں بھی یہ امور شہوت رانی و جنسی خواہشات کی آزادانہ تکمیل کے مقابلے میں سامنے آتے ہیں تو اپنی شہوت پرستی کو آزادی کا نام دے دیا جاتا ہے نہ کہ آزادی کا صحیح معنی ان کے پیش نظر ہو۔ لہٰذا آپ ملاحظہ کیجئے

---

[1] مغربی خاندانی نظام زندگی میں جہاں میاں بیوی اپنی جنسی اور دیگر خواہشات کی تکمیل کیلئے ایک دوسرے پر اکتفا نہیں کرتے تو ایک میاں یا بیوی پر اکتفا کرنا یا دیگر خاندانی قوانین کی پابندی کرنا خود اہل مغرب کیلئے ایک قسم کی قید و بند ہے کہ جس سے چھٹکارے کا نام وہاں آزادی رکھا گیا ہے۔ (مترجم)

کہ مغرب میں کی جانے والی آزادی کی گفتگو میں اسقاط حمل کی آزادی بھی شامل ہے۔ یہ بہت ہی اہم نکتہ ہے جو ظاہر میں بہت ہی سادہ لیکن درحقیقت بہت ہی خطرناک اور بہت زیادہ قابل اہمیت ہے۔ اسقاط حمل کی آزادی کا نعرہ ومطالبہ آج مغرب میں بہت عام ہے لہٰذا اس مسئلے کو آزادی نسواں کی تحریک کے زمرے میں بیان کیا جاتا ہے۔

ایک صحیح نظام، ایک (غلط چیز سے) صحیح مقابلے اور ایک صحیح مطالبے میں یہ غیر ممکن ہے کہ اس کا ہدف اتنا وسیع ہو اور اس کا ایک حصہ قطعی طور پر اتنا مضر ہو اگرچہ ممکن ہے کہ کچھ اور حصے مفید ہوں لہٰذا اس سے بہتر مناسب تر اور صحیح شعار کی تلاش میں نکلنا چاہیے۔

میری گفتگو کا اصلی محور آپ محترم خواتین مخصوصاً جوان لڑکیاں ہیں کہ آپ اس دنیا میں لمبی زندگی گزاریں گی لہٰذا آپ کو چاہیے کہ اس دنیا میں خداوند عالم نے انسانی کمال کیلئے جو امکانات رکھے ہیں ان سے صحیح استفادہ کریں، ان کی صحیح شناخت حاصل کریں اور ان کے صحیح راستے سے آشنا ہوں۔ اس کیلئے آپ کو فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر آپ کیلئے خواتین سے ظلم کے خاتمے کا مسئلہ بیان کیا جائے گا تو آپ کو جاننا چاہیے کہ جو کچھ بیان کیا جا رہا ہے وہ کیا ہے اور جو چیز آپ کیلئے لازمی ہے وہ کیا ہے؟ اور جو آپ کیلئے نقصان دہ ہے وہ کیا امور ہیں؟ لہٰذا یہ نکتہ آپ کیلئے بہت اہمیت کا حامل ہے۔

۳۔ جدوجہد، تقلیدی اور کسی سے متاثر نہ ہو

ہر اجتماعی تحریک اس وقت صحیح کہلائے جانے کی مستحق ہے اور اس وقت صحیح نتائج کو حاصل کرے گی کہ جب وہ عقل وخرد، غور وفکر، تشخص کی قوت، مصلحت شناسی اور عقل ومنطقی اصولوں پر قائم ہو۔

حقوق زن کے اثبات ونفاذ کیلئے چلائی جانے والی ہر تحریک میں انہی مطالب کو مدنظر رکھنا چاہیے، یعنی ہر قسم کی تحریک کو عاقلانہ بنیادوں اور عالم ہستی کے حقائق کے مطابق یعنی مرد و عورت کی جداگانہ طبیعت و مزاج اور فطرت سے آشنائی، مرد اور خواتین کی اپنی اپنی خاص ذمہ داریوں اور مشاغل کی پہچان اور ہر اس چیز کی شناخت کے ہمراہ ہو جو ان کے درمیان مشترک ہوسکتی ہے، انجام پانا چاہیے اور یہ کوشش اور جدوجہد کسی سے متاثر اور تقلیدی نہ ہو۔ اگر کوئی تحریک کسی دوسری تحریک سے متاثر ہو اور اندھی تقلید پر اس کی بنیاد رکھی جائے تو وہ نقصان دہ ثابت ہوگی۔

اگر کچھ لوگ ہمارے ملک و معاشرے میں خواتین اور ان کے حقوق کی اس لئے بات کریں کہ مغربی مجلّات یا مغرب کے سیاسی افراد کی رپورٹ میں ایران پر اس بات کا الزام لگایا جاتا ہے کہ ایران حقوق نسواں کا خیال نہیں رکھتا ہے، تو اس مقصد کے ساتھ کام کرنا سراسر غلطی ہے۔ اس ہدف کے ساتھ اس میدان میں قدم نہیں رکھنا چاہیے کیونکہ یہ راستہ انحراف و غلطی پر ہی ختم ہوگا۔

اگر ہم اس ہدف کے ساتھ خواتین کے دفاع کے میدان میں قدم رکھیں کہ ہم کہیں مغرب سے پیچھے نہ رہ جائیں تو یہ غلطی ہے یا اگر اس قصد سے وارد میدان ہوں کہ وہ ہم پر بری اور منفی نظر نہ ڈالیں یا اس تصور و خیال سے حقوق نسواں کیلئے اقدامات کریں کہ مغرب و یورپ نے اس سلسلے میں بالکل صحیح راستے کا انتخاب کیا ہے تو یہ بھی ہماری بہت بڑی غلطی ہے۔ ان تمام اہداف اور نیت کے ساتھ میدان عمل میں قدم رکھنا سراسر غلطی ہے۔

افسوسناک بات یہ ہے کہ آج ہم کچھ ایسے مقالات کا مشاہدہ کررہے ہیں جو خواتین کے دفاع میں تحریر کیے جاتے ہیں اور خواتین کے حقوق کے اثبات کیلئے مختلف قسم کی سخن و گفتگو زبان پر جاری ہوتی ہیں لیکن یہ سب (مغربی ثقافت و معاشرے میں خواتین کیلئے کی جانے والی

فعالیت کا) ردّعمل ہے اوران سے مرعوب ومتاثر بھی ہے۔ان سب کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ اہل مغرب فلاں بات کہتے ہیں، اہل یورپ نے اس طرح لکھا ہے اور ہماری طرف فلاں بات کی اس طرح نسبت دی ہے (تو ہم ان کی بات کے مقابلے میں اس طرح لکھیں گے یا تحریر کریں گے)۔ اگر ہم حقوق نسواں کے بارے میں اپنے دفاع کیلئے ایسی کوئی بات کریں یا کوئی قدم اٹھائیں تو یہ ہمارا اقدام مکمل طور پر ہمیں ہمارے صحیح ہدف سے منحرف کر دے گا۔ ہمیں تو یہ دیکھنا چاہیے کہ عالم ہستی میں جو حقائق ہیں وہ کیا ہیں؟ کیونکہ یہ حقائق سب سے زیادہ اسلامی تعلیمات میں موجود ہیں۔

۴۔جدو جہد کو اسلامی آئیڈیل کے مطابق ہونا چاہیے

اسلام، انسانی کمال اورارتقا کا طرفدار ہے اوراس بارے میں اسلام مرد وعورت کے درمیان کسی قسم کے فرق کا قائل نہیں ہے۔ اسلام کی نظر میں مرد یا عورت ہونا اہم نہیں بلکہ ان کا روحانی ارتقا اور کمال اس کے پیش نظر ہے۔ ایک جگہ مرد کے متعلق بات کی جاتی ہے تو دوسری جگہ خواتین کے بارے میں، ایک جگہ خواتین کی عظمت و بزرگی کو بیان کیا جاتا ہے تو دوسرے مقام پر مرد کو سراہا جاتا ہے چونکہ دونوں پیکر بشریت کے حصے ہیں اور وجود بشری کی تکمیل دونوں کے وجود سے ہے۔

یہ دونوں موجود اپنے بشری اور خدائی جہت کے لحاظ سے آپس میں کوئی فرق نہیں رکھتے۔ یہی وجہ ہے کہ جب خداوند عالم اچھے یا برے انسانوں کیلئے مثال بیان کرنا چاہتا ہے تو عورت کی مثال پیش کرتا ہے۔

"ضرب اللہ مثلا للّذین کفروا امرآت نوحٍ وّ امرآت لوط"

اور جب اہل ایمان کیلئے مثال بیان کرتا ہے تو "امر آت فرعون" کو پیش کرتا ہے۔ دونوں جگہ خداوند عالم نے اچھی اور بری راہوں کی مثال میں عورت کو ذکر کیا ہے۔

مرد و عورت ہونا اہم نہیں بلکہ وظیفے کی ادائیگی اہم ہے

اسلام کیلئے مرد یا عورت ہونا اہم نہیں ہے (بلکہ اصل چیز ذمے داری اور وظیفے کی ادائیگی ہے)۔ اسلام کے نزدیک اہم چیز بشری ارتقا، اخلاق اور استعداد وصلاحیت کا پروان چڑھنا ہے اور وہ وظائف اور ذمے داریاں ہیں جو ان دونوں جنس سے مربوط ہیں، اسلام کے نزدیک یہ امور اہمیت رکھتے ہیں اور اس کیلئے دونوں کی طبیعت ومزاج اور فطرت کے تقاضوں کو سمجھنے کی اشد ضرورت ہے۔

یہ اسلام ہی ہے جو مرد و عورت کی طبیعت ومزاج سے اچھی طرح واقف ہے۔ جو چیز اسلام کے پیش نظر ہے وہ توازن اور عدالت ہے یعنی تمام انسانوں سمیت مرد و عورت کے درمیان عدالت کی رعایت کرنا۔ اسلام مرد و عورت کے درمیان حقوق کی برابری کو بیان کرتا ہے لیکن بعض مقامات پر ممکن ہے کہ مردوں کے احکامات، خواتین سے فرق رکھتے ہوں جیسا کہ مرد و عورت کی طبیعت ومزاج، بعض عادات وخصوصیات میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ بنابرایں، مرد و عورت کے مابین سب سے زیادہ حقائق اور فطری مسلمات اور خاص بشری عادات وخصوصیات سے متعلق احکامات صرف اسلامی تعلیمات میں ہی موجود ہیں۔

حقوق نسواں کے دفاع کی لازمی شرائط

اگر ہم آج ملک کی خواتین کے بارے میں ایک حقیقی تحریک شروع کرنے کا ارادہ

رکھتے ہیں تا کہ خواتین اپنے مطلوب مقام تک پہنچ سکیں تو ہمیں چاہیے کہ اسلامی احکامات کو ہر صورت میں مدنظر رکھیں اور انہی کو اپنا مرکز ومحور قرار دیں۔ ہماری روش اور طریقہ عمل کو اسلامی احکامات ہی معین کرتے ہیں۔ اسلام ہر اس روش اور طریقہ کار کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا اور قبول کرتا ہے جو عقل وخرد کے اصولوں کے عین مطابق ہو۔ اگر کسی جگہ سے کوئی تجربہ ملے تو وہ اسلام کو قبول ہے لیکن اندھی تقلید کسی بھی صورت میں اسلام کو قبول نہیں ہے، یعنی دوسروں کے تجربات اور عاقلانہ اور خردمندانہ اطوار وروش درست ہے لیکن اندھی تقلید منع ہے۔ لہٰذا آج جو افراد ہمارے ملک میں حقوق نسواں اور خواتین کے رشد اور ان کی استعداد وصلاحیتوں کو پروان چڑھانے کی جدوجہد میں مصروف ہیں انہیں چاہیے کہ وہ یہ دیکھیں کہ وہ کس ہدف کے حصول کیلئے سرگرم عمل ہیں اور انہیں اس ہدف تک رسائی کیلئے کن شعاروں، نعروں اور منصوبوں کو بیان کرنا چاہیے۔

ہدف ومقصد صرف اسلامی ہو

جی ہاں! اسلامی معاشرے اور ہمارے سماج میں خواتین کے حقوق کے اثبات ونفاذ کیلئے حتماً کوششیں کی جانی چاہئیں لیکن اسلامی افکار وتعلیمات کے ساتھ اور اسلامی ہدف کے حصول کی خاطر۔ کچھ افراد یہ نہ کہیں کہ یہ کون سی (اسلامی) تحریک اور جدوجہد ہے، کیا ہمارے سماج میں عورت کو کسی چیز کی کوئی کمی ہے؟ اگر بعض افراد ایسی فکر کے حامل ہوں تو یہ قابل افسوس بات ہے اور یہ صرف ظاہری صورت حال کو مدنظر رکھنے کے مترادف ہے۔

عورت ہمارے معاشرے سمیت دنیا کے تمام معاشروں میں ظلم وستم کا نشانہ بنی ہے اور وہ ہمیشہ اپنے حقوق کے لحاظ سے کمی کا شکار رہی ہے اور یہ سب اس پر تھونپی جانے والی چیزوں

کا نتیجہ ہے۔لیکن اس کے حقوق کی ادائیگی میں یہ کمی وکوتاہی بے بندوباری اور ہر قسم کی قید وشرط سے آزادی کی طرف سے ہونے والی کمی وکوتاہی نہیں ہے بلکہ یہ مختلف شعبہ ہائے زندگی اور علم و معرفت، تربیت واخلاق اورصلاحیتوں کو پروان چڑھانے کیلئے وقت ولمحات سے صحیح استفادہ نہ کرنے کی کمی اورکوتاہی ہے۔لہٰذا اس کمی اور کوتاہی کو برطرف کرنے اوراس کا ازالہ کرنے کیلئے کوشش کرنی چاہیے اور یہ وہی چیز ہے کہ جس پر اسلام بہت زیادہ تاکید کرتا ہے۔

اگر اسلامی معاشرہ، خواتین کی اسلامی آئیڈیل شخصیات یعنی حضرت زہرا سلام اللہ علیہا، حضرت زینب سلام اللہ علیہا اور باعظمت خواتین جو دنیا اور تاریخ کو متاثر کرسکیں، کے زیر سایہ تربیت کر سکے تو اس وقت عورت اپنے حقیقی بلند مقام کو حاصل کرلے گی۔

اگر عورت معاشرے میں علم و معرفت، معنوی کمالات اور اخلاق کے عالی ترین درجات کو حاصل کرے جو خداوند عالم نے تمام انسانوں کیلئے خواہ وہ مرد ہوں یا عورت، ایک آئین کی صورت میں مدنظر رکھا ہے تو نتیجے میں اولاد کی بہترین تربیت ہوگی، گھر کا ماحول پہلے کی نسبت زیادہ محبّت و چاہت والا ہوگا، انسانی معاشرے کیلئے پہلے کی نسبت ترقی کی راہیں زیادہ کھلیں گی اور زندگی کی مشکلات زیادہ آسانی سے حل ہوجائیں گی یعنی مرد وعورت دونوں خوشبختی سے ہمکنار ہوں گے۔

ان اہداف کے حصول کیلئے کوشش کرنی چاہیے کیونکہ ہدف یہی ہے۔اس تمام تحریک و فعالیت کا مقصد صنف نازک کے مقابلے میں صف آرائی اور مرد وعورت کے درمیان عداوت و رقابت ایجاد کرنا نہیں ہے بلکہ ہدف یہ ہے کہ خواتین ولڑکیاں وہی کام انجام دیں سکیں کہ جس کے مطابق مردوں نے جب بھی قدم اٹھایا وہ عظیم انسان بنے تو خواتین بھی اسی راہ کے ذریعے عظیم انسان بن سکیں۔یہ عین ممکن ہے اوراسلام میں یہ بات تجربہ شدہ ہے۔

آمنہ بنت الہدیٰ، ایک جلیل القدر خاتون!

میری بہنو! میری بیٹیو اور اسلامی ملک کی خواتین! آپ جان لیجئے کہ ہر زمانے، ہر ماحول اور ہر گھرانے میں عورت نے اس طرح کی تربیت کے ساتھ رشد کیا ہے اور اپنی عظمت کو پایا ہے۔ یہ بات صدر اسلام کی خواتین ہی سے مخصوص نہیں تھی بلکہ کفر اور ظلم وتشدد کے سیاہ ترین دور میں بھی یہ سب ممکن ہے۔ اگر ایک گھرانے نے اپنی بیٹی کی اچھی طرح تربیت کی ہے تو یہ بیٹی ایک عظیم انسان بنی ہے۔ اس کی زندہ مثالیں ایران، ایران سے باہر اور خود ہمارے زمانے میں موجود تھیں۔

ہمارے اسی زمانے میں (اسلامی انقلاب کی کامیابی سے قبل) ایک جوان، شجاع، عالمہ، مفکر اور ہنر مند خاتون "بنت الہدیٰ" (آیت اللہ سید محمد باقر شہید رحمۃ اللہ علیہ کی خواہر) نے پوری تاریخ کو ہلا کر رکھ دیا، وہ مظلوم عراق میں اپنا بھر پور کردار ادا کرنے میں کامیاب ہوئیں اور درجہ شہادت کو حاصل کیا۔ بنت الہدیٰ جیسی خاتون کی عظمت وشجاعت، عظیم مردوں میں سے کسی ایک سے بھی کم نہیں ہے۔

ان کی فعالیت ایک زنانہ فعالیت تھی اور ان کے برادر کی جدوجہد وفعالیت ایک مردانہ کوشش تھی لیکن دونوں کی جدوجہد و فعالیت دراصل کمال کے حصول اور ان دونوں انسانوں کی ذات اور شخصیت کے جوہر و عظمت کی عکاسی کرتی تھی۔ اس قسم کی خواتین کی تربیت و پرورش کرنی چاہیے۔

خود ہمارے معاشرے میں بھی ان جیسی خواتین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ شاہی ظلم کے زمانے میں کم وبیش ایسی مثالیں ہمارے پاس موجود ہیں۔ شاہی حکومت سے مقابلے اور اسلامی نظام کے قیام کے زمانے میں بہت سی عظیم خواتین تھیں۔ ان عظیم القدر خواتین نے اپنے

دامن میں شہدا کی پرورش کی، انہوں نے اپنے شوہروں یا فرزندوں کو فداکار انسانوں کی صورت میں معاشرے کو بدل دیا تا کہ وہ اپنے وطن و انقلاب اور اپنی قوم اور اس کی عزت و آبرو کا دفاع کر سکیں۔

یہ سب ان عظیم خواتین کا صلہ ہے اور یہ خواتین بڑے اور عظیم کاموں کو انجام دینے میں کامیاب ہوئی ہیں کہ جن کی ایک کثیر تعداد سے میں خود آشنا ہوں۔

حقوق نسواں کی طرف مغرب کے مجددانہ رجوع کی وجہ

آج ان لوگوں کی کثیر تعداد جو سینے پر حقوق نسواں کا تمغہ لگائے پھرتے ہیں دراصل وہ مغرب کی دی ہوئی آزادی اور ہر قسم کی قید و شرط سے آزاد زندگی کا تمغہ لگائے ہوئے ہیں وہ درحقیقت اہل مغرب کی تقلید کر رہے ہیں۔ یہی افراد ہیں جو کبھی قلم اٹھا کر کچھ لکھ دیتے ہیں۔ انقلاب کی کامیابی کے اٹھارہ سال [1] بعد خواتین کی ظاہر ہونے والی عظمت و بزرگی میں ان افراد کا کوئی کردار اور حصہ نہیں ہے۔

ان افراد کی کثیر تعداد صرف اپنی جیب کی فکر، درآمد کے حصول، اپنے راحت و آسائش اور اپنی زینت و آرائش کے وسائل کی جمع آوری میں مصروف تھی۔ ان افراد کو کوئی فضیلت و بزرگی حاصل نہیں ہے اور ان کا استعمال شدہ (مغربی) نسخہ غلط تھا۔ اگر خواتین کے بارے میں مغربی نسخہ صحیح ہوتا تو مغرب مجبور نہ ہوتا کہ ستر، اسی، سو سال بعد ایک دفعہ پھر حقوق زن کی تحریک کو از سر نو شروع کرے کہ ابھی کچھ سالوں اور کچھ دہائیوں قبل انہوں نے یہ تحریک شروع کی ہے۔

ابھی دس، بیس سال ہی ہوئے ہیں کہ انہوں نے خواتین کے حقوق اور ان کی آزادی

---

[1] یہ خطاب ۱۹۹۷ کا ہے۔

کے عنوان سے کچھ اور تحریکیں دوبارہ شروع کی ہیں۔

سوال یہ ہے کہ آخر کیوں؟

اگر مغرب کی دی ہوئی آزادی، کامیاب اور مکمل آزادی ہوتی اور اگر خواتین کے حقوق کا دفاع، ایک سچا اور حقیقی دفاع ہوتا تو پھر اس کی کیا ضرورت تھی کہ سو سال بعد کچھ افراد آئیں اور تحریک دوبارہ شروع کریں اور شور وغوغا برپا کریں۔

پس معلوم ہوا کہ ان کا وہ نسخہ بھی غلط تھا اور یہ نسخہ بھی غلط ہے اور اس کا نتیجہ سوائے مرد و عورت بالخصوص عورت کیلئے بدبختی اور مشکلات کھڑی کرنے کے علاوہ کسی اور صورت میں سامنے نہیں آئے گا۔

دوسری فصل

اسلامی روش اور احکامات

خواتین کے حقوق کے بارے میں اسلامی روش

مذکورہ بالا روش اسلامی روش نہیں ہے۔خواتین کے حقوق کے دفاع کیلئے اسلام کا ہدف یہ ہے کہ عورت، ظلم وستم کا شکار نہ ہو اور مرد خود کو عورت کا حاکم نہ سمجھے کیونکہ گھر و گھرانے میں اسلام نے مرد وعورت دونوں کیلئے حدود وحقوق کو معین و مشخص کیا ہے۔مرد کے اپنے حقوق ہیں اور عورت کے اپنے حقوق، اور ان تمام حقوق و حدود کو ایک سخت عادلانہ مگر متوازن نظام کے زیر نظر ترتیب دیا گیا ہے۔وہ چیزیں جو اسلام کے نام سے مشہور ہوگئی ہیں اور غلط ہیں ہم نہ ان کو بیان کرتے ہیں اور نا ہی ان کا دفاع کرتے ہیں۔لیکن جو چیز اسلام سے تعلق رکھتی ہے وہ اسلام کے بیّن، واضح اور مسلّم اصول ہیں اور یہ وہ امور ہیں جو گھر کے ماحول میں مرد وعورت دونوں کیلئے حقوق میں توازن کے قائل ہیں۔

شوہر اور بیوی کا آرام وسکون بخش وجود

آپ اس آیہ مبارکہ کی طرف توجہ فرمایئے کہ جو مرد و عورت خصوصاً گھر کے ماحول میں ایک اہم امر کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔

"وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَكُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ اَزۡوَاجًا" [1]

خداوند عالم کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تم انسانوں کیلئے خود تم میں اور تمہاری جنس (انسان) سے ہی تمہارے جوڑے (ہمسر) بنائے ہیں۔

آپ مردوں کیلئے خواتین اور آپ خواتین کیلئے مردوں کو خلق کیا ہے۔ یہ آپ ہی سے ہیں، "من انفسکم" کسی اور جنس سے نہیں ہیں، کوئی الگ انسانی وجود نہیں ہے بلکہ ایک ہی حقیقت اور ایک ہی جوہر اور ایک ہی ذات ہے (جو انسان ہونے سے عبارت ہے)۔ البتہ یہ بات مشخص ہے کہ یہ دونوں اپنی بعض صفات وخصوصیات میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں چونکہ ان کے وظائف اور ذمے داریاں مختلف ہیں۔ اس کے بعد ارشاد فرماتا ہے کہ

"لِتَسۡكُنُوۡۤا اِلَيۡهَا". [2]

تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو

طبیعت بشری میں زوجیت (جوڑے کا بننا) اور دو جنس (مرد وعورت) ہونا ایک بہت بڑا ہدف ہے اور وہ ہدف، آرام وسکون سے عبارت ہے تاکہ آپ انسان اپنی جنس مخالف سے اپنے گھر میں، شوہر، بیوی سے اور بیوی، شوہر کے ساتھ زندگی بسر کرنے میں آرام وسکون پائے۔ مرد کیلئے گھر میں آنا، گھر کے پرسکون ماحول میں سانس لینا، مہربان، دوست اور امین بیوی کے

---

[1] سورۂ روم/۲۱

[2] سورۂ روم/۲۱

ساتھ زندگی بسر کرنا آرام وسکون کا وسیلہ ہے۔ اسی طرح بیوی کیلئے بھی شوہر کا وجود ایک ایسی مضبوط پناہ گاہ ہے کہ جس سے وہ محبت کرتی ہے اور اس کا شوہر اس کی خوش بختی اور سعادت کا باعث بنتا ہے۔ یہ تمام چیزیں گھر ہی ان دونوں کیلئے فراہم کرتا ہے۔ مرد کو آرام وسکون حاصل کرنے کیلئے گھر کے پر فضا ماحول میں بیوی جیسے ایک انیس ومحبوب کی ضرورت ہوتی ہے اور عورت بھی اپنے راحت وآرام کیلئے گھر کی چار دیواری میں ایک مضبوط ومستحکم شوہر کی محتاج ہے۔

"لِتَسْكُنُوٓا اِلَيْهَا"

دونوں سکون وآرام کیلئے ایک دوسرے کے ضرورت مند اور محتاج ہیں۔

سب سے اہم ترین چیز کہ بشر جس کا محتاج ہے، وہ آرام وسکون ہے۔ ایک انسان کی (دنیاوی) سعادت یہ ہے کہ وہ روحی طور پر تلاطم واضطراب سے امان میں ہو اور اس کی روح مکمل سکون میں ہو اور یہ روحانی آرام وسکون ایک گھرانہ ہی انسان کو خواہ مرد ہو یا عورت ہو، عطا کرتا ہے۔ اس آیت کا اگلا جملہ بہت دلچسپ اور خوبصورت ہے کہ جہاں ارشاد رب العزت ہوتا ہے کہ

"وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً"۔

اس نے تمہارے درمیان مودت ورحمت کو قرار دیا ہے۔

میاں بیوی کے درمیان صحیح رابطہ، مودت ورحمت اور دوستی ومہربانی کا رابطہ ہے، تاکہ وہ ایک دوسرے کے قریبی اور سچے دوست بنیں، ایک دوسرے پر مہربان ہوں اور ایک دوسرے سے عشق کرنے والے ہوں۔ عشق کرنا، غصے، برہمی اور تند وتیز لب ولہجے کے ساتھ قابل قبول نہیں ہے اسی طرح محبت کے بغیر مہربانی بھی قبول نہیں۔

عورت پر ہونے والے ظلم کی مختلف شکلیں

ایک گھرانے کی فضا میں شوہر اور بیوی کو عطا کی گئی خدائی فطرت اور طبیعت و مزاج یہ ہے کہ وہ دو جیون ساتھیوں کے درمیان عشق محبت اور مہربانی کا رابطہ برقرار کرے۔ یہ ہے" مودّة رحمة" کا معنی۔ اگر پیار و محبت اور تعاون کا یہ رابطہ بدل جائے اور مرد گھر میں صرف اپنی مالکیت کا حق جتانے لگے اور بیوی کو ایک کام کرنے والے موجود اور بیوی اور اس کی استعداد و توانائی کو اپنے لیے قابل استفادہ بنانے کی حیثیت سے دیکھنے لگے تو یہ ظلم ہے اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بہت زیادلوگ یہ ظلم کرتے ہیں۔ گھر سے باہر کی فضا و ماحول میں بھی ایسا ہی ہے۔ اگر عورت تحصیل علم یا کام اور کسب معاش اور اپنے استراحت و آرام کیلئے امن و امان کا ماحول نہ پائے تو یہ بھی اس پر ظلم و ستم ہے۔ جو بھی اس ظلم کو انجام دے تو اسے اسلامی قانون اور اسلامی تعلیمات کے مقابلہ اور مواخذہ کا سامنا کرنا ہوگا۔

اگر عورت کو تحصیل علم اور معرفت حاصل کرنے کا موقع نہ دیا جائے تو اس پر ظلم ہے یا اگر زندگی میں خواہ میکا ہو یا سسرال، حالات اس طرح کے ہوں کہ وہ زیادہ کام کاج اور مختلف گھریلو ذمے داریوں کی وجہ سے اپنے اخلاق، دین اور معرفت کی صحیح اصلاح نہ کر سکے تو یہ امور بھی ظلم میں شامل ہیں۔ اسی طرح عورت کا اپنے ہی مال و دولت کو (خواہ اسے کہیں سے بطور تحفہ ملے یا میراث و تنخواہ سے اس کے پاس آئے) اپنے ارادے اور اختیار سے استعمال نہ کرنا بھی ظلم ہی کے زمرے میں آتا ہے۔ شادی اور جیون ساتھی کے انتخاب کے موقع پر اگر کوئی مرد شوہر کے عنوان سے اس کے سر پر تھونپ دیا جائے یعنی وہ اپنے شوہر کے انتخاب میں شامل نہ ہو اور اس کا رشتہ اس کے اپنے ارادے، میل اور پسند کے مطابق نہ ہو تو یہ بھی عورت پر ظلم ہی تصور کیا جائے گا۔ اگر اپنی اولاد کی تربیت کیلئے خواہ وہ اپنے شوہر کے گھر میں سکونت پذیر یا ہوا اپنے

شوہر سے جدائی (اور طلاق) کے بعد الگ رہ رہی ہو، اپنے فرزند کو اپنی ممتا کی ٹھنڈی چھاؤں فراہم نہ کر سکے اور نہ ہی اپنے جگر گوشے کے معصوم وجود سے استفادہ کر سکے تو یہ بھی ظلم ہی کی ایک شکل ہے۔ اگر عورت علمی میدان میں پیشرفت، اختراع اور تحقیق و ریسرچ اور سیاسی و اجتماعی فعالیت کی استعداد و صلاحیت کی مالک ہے لیکن اسے ان صلاحیتوں سے استفادہ کرنے کا موقع فراہم نہ کیا جائے اور اس کی یہ صلاحیتیں پروان نہ چڑھیں تو یہ بھی ظلم میں شامل ہے۔

ممکن ہے ایک معاشرے میں انواع و اقسام کے ظلم موجود ہوں چنانچہ ان سب ظلم و ستم کو عورت سے ختم کرنا چاہیے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ مرد و عورت دونوں کی ذمے داریوں اور وظائف کو کہ یہ دونوں خاندان کی تشکیل میں ایک دوسرے کی نسبت وظائف رکھتے ہیں، اہمیت کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے کیونکہ مرد و عورت دونوں کی سعادت اسی میں ہی ہے۔ بعض افراد یہ خیال کرتے ہیں کہ مردوں کی بہ نسبت عورتوں کی مجموعی فعالیت میں کمی کا مطلب یہ ہے کہ وہ بڑے اور پر جنجال قسم کے مشاغل اور کام نہیں رکھتی ہیں۔ نہیں جناب! عورت کی مشکل یہ نہیں ہے۔ حتیٰ وہ عورت کہ جو بڑے مشاغل اور کام وغیرہ میں مصروف ہے وہی عورت، گھر کے پرسکون ماحول، ایک مہربان، محبت کرنے والے، ایک مطمئن اور ہمدرد تکیے گاہ کی شکل میں اپنے شوہر کی محتاج ہے۔ خواتین کی روحی اور احساساتی ضرورت اور ان کی طبیعت و مزاج یہ ہے اور ان کی اس ضرورت کو پورا کرنا چاہیے۔

مشاغل اور ملازمت کا مسئلہ بالکل جدا ہے لیکن یہ عورت کا پہلے درجے کا مسئلہ نہیں ہے۔ اگرچہ کہ اسلام خواتین کے مشاغل اور دیگر وظائف اور فعالیت کی راہ میں مانع نہیں ہے مگر چند استثنائی مقامات پر کہ جن میں سے بعض پر فقہا متفق القول ہیں اور بعض کے بارے میں ان کے درمیان علمی اختلاف موجود ہے کہ ان تمام مسائل کے بارے میں تحقیق کی اشد ضرورت ہے۔ لیکن عورت کا اصلی مسئلہ یہ نہیں ہے کہ وہ کوئی ملازمت یا کام کرتی ہے یا نہیں بلکہ اس کے

اصلی اور بنیادی مسائل یہ ہیں جنہیں آج مغرب میں یکسر فراموش کر دیا گیا ہے، جو مغرب میں دم توڑ گئے ہیں اور وہ اس کے آرام وسکون، امن وامان کے احساس، اس کی صلاحیتوں کے پروان چڑھنے کے امکانات کی فراہمی، اپنے باپ اور شوہر کے گھر سمیت معاشرے میں اس پر ظلم نہ ہونے وغیرہ جیسے اہم ترین مسائل ہیں لہٰذا جو افراد خواتین کے سلسلے میں کام کر رہے ہیں انہیں چاہیے کہ ان تمام مسائل کے حل کیلئے بھی اقدامات کریں۔

تیسری فصل

حقوق نسواں کے دفاع کیلئے بنیادی نکات

چند اساسی نکات کو اپنی توجہ کا مرکز بنائیے کہ جنہیں میں آپ کی خدمت میں عرض کر رہا ہوں۔

۱۔ معنوی اور اخلاقی امور کی طرف توجہ

پہلا نکتہ:

سب سے پہلی بات تو یہ کہ معنوی اور اخلاقی لحاظ سے خواتین کے فکری ارتقا اور رشد کا نکتہ خود خواتین کے درمیان توجہ کا مرکز قرار پائے اور خود خواتین سب سے زیادہ اس مسئلے کے بارے میں غور و فکر کریں۔ انہیں چاہیے کہ اسلامی معارف، تعلیمات، مطالعہ اور زندگی کے بنیادی مسائل کی طرف توجہ دیں۔ مغرب کی غلط تربیت اس بات کا باعث بنی ہے کہ اس ملک میں طاغوتی حکومت کے زمانے میں خواتین کو بیہودہ قسم کی عیاشی، عیش پرستی، خودنمائی اور ہر قسم کی قید و شرط سے آزاد زینت و آرائش اور اپنے وجود اور جسم کو ہر ذریعے سے نامحرم مردوں کیلئے قابل توجہ بنانے کا موقع ملا کہ یہ سب معاشرے پر مردانہ حاکمیت کی نشانیاں ہیں۔ مغرب میں مردانہ

حاکمیت کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ عورت کو صرف مرد کیلئے استعمال کیا جاتا ہے، اسی لیے کہتے ہیں کہ عورت زینت و آرائش کرے تا کہ مرد اس کے وجود میں لذت حاصل کرے! یہ مردانہ حاکمیت کی واضح دلیل ہے۔ یہ عورت کی آزادی نہیں درحقیقت مرد کی آزادی ہے۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ مرد آزاد رہے خواہ وہ آنکھوں کے ذریعے سے ہی لذت حاصل کیوں نہ کرے۔ یہی وجہ ہے کہ عورت کو مرد کے سامنے بے پردگی، بے حجابی، زینت و آرائش اور ہر وسیلے کے ذریعے اپنے وجود و بدن کو نمایاں اور قابل توجہ بنانے کیلئے شوق و رغبت دلاتے ہیں۔ البتہ مرد کی یہ خودخواہی صرف مذہبی معاشروں ہی سے مخصوص نہیں ہے بلکہ قدیم ایام میں بہت سے مرد اس خودخواہی میں مبتلا تھے اور آج بھی ہیں جبکہ مغربی افراد اس (غیرانسانی اور) جاہلانہ فکر کا اعلیٰ ترین مظہر ہیں۔ لہٰذا عورت کے علم و معرفت و آگاہی و شعور، کسب معلومات و اسلامی تعلیمات کے حصول کیلئے اقدام کرنے کا مسئلہ خود خواتین کے درمیان نہایت سنجیدگی کے ساتھ زیر غور آنا چاہیے اور لازمی ہے کہ اسے اہمیت دی جائے۔

دوسرا نکتہ:

دوسری بات یہ کہ کچھ قوانین کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ مرد یا عورت سے سلوک و برتاؤ اور معاملے کے بعض قوانین کی اصلاح کی جانی چاہیے۔ لہٰذا اس شعبے کے ماہرین کو چاہیے کہ مطالعہ کریں، تحقیق کریں اور قوانین کی اصلاح کریں۔

۲۔ حقوق نسواں کے بارے میں اسلام کی نظر پر توجہ

ایک اور مسئلہ جو اہم ترین امور سے تعلق رکھتا ہے، یہ ہے کہ مرد و خواتین کے حقوق کے بارے میں اسلام کی نظر کی مکمل وضاحت ہونی چاہیے۔ خود خواتین اس میدان میں کام کریں لیکن سب سے زیادہ وہ افراد اقدامات کریں جو اسلامی تعلیمات کے ماہرین ہیں تا کہ یہ لوگ ان

مقامات کی کہ جہاں مرد وعورت کے حقوق ایک دوسرے سے مختلف ہیں، صحیح طور پر نشاندہی اوران کی وضاحت کرسکیں تا کہ نتیجے میں ہر کوئی اس بات کی تصدیق کرے کہ یہ سب احکامات مرد وعورت کی اپنی اپنی خاص بشری طبیعت وفطرت کی بنیاد اور معاشرے کی مصلحت کے عین مطابق ہیں۔ البتہ اس میدان میں بہت اچھے اقدامات بھی کیے گئے ہیں لیکن موجودہ زمانے کے تقاضوں اور فہم وادراک کے مطابق بھی کام ہونا چاہیے۔ حالانکہ ماضی میں بھی اچھے اقدامات کیے گئے تھے لہٰذا اگر کوئی ان کا مطالعہ کرے اوران پر توجہ دے تو اسی حقیقت اور تصدیق تک پہنچے گا۔

۳۔ انحرافی بحث وگفتگو سے اجتناب

تیسرا نکتہ یہ ہے کہ اس سلسلے میں انحرافی بحث ومباحثے اور گفتگو سے اجتناب کرنا چاہیے۔ بعض افراد اس فکر وخیال سے کہ وہ خواتین کے دفاع کیلئے گفتگو کررہے ہیں، انحرافی بحثوں کی طرف کھنچتے چلے جاتے ہیں اور دیت (ومیراث) وغیرہ کے مسائل کو بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ یہ سب حقوق نسواں کے دفاع کے سلسلے میں انحرافی بحثیں ہیں (اوران کا حقوق نسواں کے دفاع سے کوئی خاطر خواہ تعلق نہیں ہے اور یہ بحثیں مقصد سے قریب کرنے کے بجائے دور اور ذہن کو الجھا دیتی ہیں)۔

مرد اور عورت کے بارے میں اسلام کی نظر بہت واضح اور روشن ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ گھرانے اور خاندان کے بارے میں بھی اسلام کی نظر بہت واضح ہے۔ اگر کوئی اس طرح (دیت، میراث وغیرہ کے) ان مسائل کو (حقوق نسواں کے دفاع کے ذیل میں) بیان کرے تو وہ اذہان کو مقصد سے دور کرنے اورانہیں حقیقت سے منحرف کرنے کے سوا کوئی اور کام

انجام نہیں دے گا اور نہ ہی یہ کام صحیح اور منطقی ہے۔

انحرافی بحث و گفتگو کو کسی بھی صورت میں ذکر نہیں کرنا چاہیے کیونکہ ایسی بحث و گفتگو حقوق زن کے دفاع کے مطلوبہ ہدف تک پہنچنے کیلئے صحیح طریقہ کار کے منافی ہے۔

۴۔قانونی دفاع

ایک اور نکتے کی طرف توجہ دینے کی اشد ضرورت ہے اور وہ تمام شعبہ ہائے حیات خصوصاً خاندان وگھرانے میں عورت کا اخلاقی اور قانونی دفاع ہے۔قانونی دفاع کو موجودہ رائج قوانین کی اصلاح اور انہیں مزید لازمی وضروری قوانین کو وضع کرنے کے ذریعے پایہ تکمیل تک پہنچایا جاسکتا ہے۔اسی طرح عورت کے اخلاقی دفاع کے اس مسئلے کو اچھی طرح بیان کرنے کے ذریعے سے انجام دیا جائے۔

ساتھ ہی عورت کے اخلاقی دفاع کے سلسلے میں ان افراد کی فکر سے سنجیدگی اور قدرت کے ساتھ مقابلہ کیا جائے جو ان تمام امور کو اچھی طرح سمجھنے سے قاصر ہیں اور عورت کو گھر کی ملازمہ سمجھتے ہیں،اسے مرد کے ظلم وستم کا نشانہ بناتے ہیں اور عورت کے وجود کو خودسازی اور معنوی امور سے بے بہرہ خیال کرتے ہیں اور اسی طرح عمل بھی کرتے ہیں۔لیکن ان افراد کے افکار سے مقابلہ مکمل طور پر عقلی و منطقی ہونا چاہیے۔

۵۔خواتین کی عفت کی رعایت

اس کے بعد کا مسئلہ،خواتین کی عفت وحیا کو اہمیت دینے کا مسئلہ ہے۔خواتین کے دفاع میں انجام دیے جانے والے ہر اقدام اور تحریک میں خواتین کی عفت وحیا کو اصلی رکن کی

حیثیت دی جائے۔ جیسا کہ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ صرف اس نکتے کو اہمیت نہ دینے اور خواتین کی عفت وحیا سے بے اعتنائی برتنے کی وجہ سے مغرب میں بے حیائی اور ہر قید و شرط سے آزاد زندگی گزارنے اور عزت وناموس کو پارہ کرنے کا بازار گرم ہو گیا ہے۔

آپ اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیں کہ معاشرے میں صنف نازک کی شخصیت کا اہم ترین عنصر "عفت وحیا" بے اعتنائی کا نشانہ بنے۔ عورت کی عفت دراصل اس کی شخصیت کے ارتقا اور دوسروں حتیٰ شہوت پرست اور آوارہ مردوں کی نگاہوں میں اس کی عزت وتکریم کا وسیلہ ہے۔ ایک عورت کی شخصیت، عظمت اور اس کا احترام اس کی عفت و پاکدامنی سے وابستہ ہے۔ حجاب، محرم ونامحرم، نگاہ ڈالنے اور نہ ڈالنے کہ یہ تمام مسائل (مباح، حرام اور مکروہ کے قالب میں) اسی لیے بیان کیے گئے ہیں کہ انسانی معاشرے میں عفت و پاکدامنی کا اہم ترین انسانی عنصر سالم ومحفوظ رہے۔

اسلام نے خواتین کی عفت کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے البتہ مردوں کی پاکیزگی اور عفت بھی اہم اور بنیادی امور سے تعلق رکھتی ہے۔ عفت اور پاکدامنی صرف صنف نازک سے ہی مخصوص نہیں ہے، مردوں کو بھی عفیف و پاکدامن ہونا چاہیے۔ لیکن چونکہ مرد معاشرے میں اپنے مضبوط جسم اور جسمانی طاقت کی وجہ سے عورت کو اپنے ظلم کو نشانہ بناتا ہے اور عورت کے میل ورغبت کے برخلاف عمل کرتا ہے اسی لیے عورت کی عفت و پاکدامنی کی حفاظت کیلئے زیادہ تاکید اور احتیاط برتی گئی ہے۔

امریکی اعداد وشمار

آج آپ دنیا پر ایک نگاہ ڈالیئے تو آپ ملاحظہ کریں گے کہ مغربی دنیا خصوصا امریکا

میں خواتین کی مشکلات میں سے ایک مشکل یہ ہے کہ مرد حضرات اپنی طاقت وزور کے بل بوتے عورت کی عفت کی دھجیاں اڑاتے ہیں، ان کی آبروریزی کرتے ہیں اوران کو اپنے ظلم وستم کا نشانہ بناتے ہیں۔خود امریکی حکومت کی طرف سے دیئے گئے اعداد وشمار میں، میں نے خود دیکھا ہے کہ جن میں سے ایک امریکی عدالت اور دوسرا کسی اور محکمے سے شائع ہوئے تھے۔ان کے اعداد وشمار واقعاً بہت وحشت ناک ہیں، امریکہ میں ہر چھٹے سیکنڈ میں ایک عورت کی عزت و ناموس پر حملہ کیا جاتا ہے!

توجہ کیجئے کہ عفت کا مسئلہ کتنا سنگین اوراہم مسئلہ ہے کہ ہر چھٹے لمحے ایک ظلم وستم کی نئ داستان رقم ہوتی ہے! عورت کی طبیعت ومزاج کے برخلاف، ظالم، آوارہ، ہر قید وشرط سے آزاد زندگی گزارنے کا خواہاں بے عفت مرد،عورت کی شخصیت وعفت کو تار تار کرتا ہے اوراسے اپنے ظلم وتعدّی کا نشانہ بناتا ہے۔اسلام ان تمام مسائل ومشکلات کو مدنظر رکھتا ہے۔اس حجاب کے مسئلے کو ہی لیے کہ جس پر اسلام نے اتنی توجہ اورتاکید کی ہے، اسی وجہ سے ہے۔پس عفت و پاکدامنی کی حفاظت اورحجاب وعفت کو اہمیت دینا بہت اہم ترین مسائل ہیں۔

۶۔خواتین کی تعلیم وتربیت کو اہمیت دینا

ایک اورمسئلہ خواتین کی تعلیم وتربیت کو اہمیت دینا ہے۔میں نے بارہا اس مسئلے پر بہت تاکید کی ہے۔خوشی کی بات یہ ہے کہ آج ہمارے معاشرے میں خواتین کی تعلیم وتربیت ایک بہت عام اوررائج مسئلہ ہے۔لیکن ان سب کے باوجود آج بھی بہت سے گھرانے ایسے ہیں جو تعلیم نسواں کے خلاف ہیں اوراپنی لڑکیوں کو تحصیل علم سے منع کرتے ہیں۔ایک زمانہ وہ تھا کہ جب تعلیمی ماحول وفضا غیر محفوظ اورخراب تھی لیکن آج الحمدللہ اسلامی حکومت کا دوردورہ ہے، آج

کا معاشرہ ویسا نہیں ہے۔

لہٰذا ان گھرانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی لڑکیوں کو تحصیل علم کی اجازت دیں تا کہ وہ درس حاصل کریں، مطالعہ کریں، کتاب پڑھیں، دینی اور انسانی معارف اور لازمی تعلیمات سے آشنا ہوں، ان کی فکری صلاحیتیں پروان چڑھیں اور ان کے ذہن قدرت حاصل کریں۔ یہ کام بہت لازمی ہے اور اسے ہر صورت میں انجام پانا چاہیے۔

۷۔ حقوق نسواں سے تجاوز کرنے والوں سے قانونی کاروائی

حقوق نسواں کے دفاع کا آخری نکتہ یہ ہے کہ معاشرہ قانونی اور اخلاقی دونوں لحاظ سے خواتین پر تجاوز اور ظلم کرنے کو اپنا حق سمجھنے والے (مردوں اور عورتوں) کی سخت گرفت کرے، ان کے خلاف قانونی کاروائی کرے اور قانون بھی اس سلسلے میں سخت قسم کی سزاؤں کو معین کرے۔

ایک بار پھر آپ کی خدمت میں عرض کروں کہ مغربی ممالک اپنے ان تمام بلند و بانگ نعروں کے باوجود اپنے معاشرے کی عورت کو ابھی تک محفوظ نہیں بنا سکے ہیں۔ یعنی ابھی تک بہت سی ایسی خواتین ہیں جو اپنے گھروں میں اپنے شوہروں سے زدوکوب کا نشانہ بنتی ہیں اور بہت سی لڑکیاں اپنے باپ کے ہاتھوں زخمی ہوتی ہیں۔ اس بارے میں اعداد و شمار کمر شکن اور وحشت ناک ہیں۔

اس کے علاوہ وہاں ایک اور چیز موجود ہے اور وہ ہے "قتل نفس" وہ لوگ بہت آسانی سے قتل کرتے اور خون بہاتے ہیں۔ قتل کرنے کی وہ قباحت و برائی جو اسلامی ماحول و معاشرے میں موجود ہے، ان کے ماحول و معاشروں میں کہ جہاں انہیں معرفت الٰہی کی خوشبو بھی نصیب نہیں

ہوئی ہے، موجود نہیں ہے۔ خواتین کا قتل و غارت ان بہت ہی قبیح اور نفرت انگیز برائیوں سے تعلق رکھتا ہے کہ جو آج مغربی ممالک بالخصوص بعض ممالک مثلاً امریکا میں رائج ہے۔ خوش بختی سے یہ تمام چیزیں ہمارے ملک میں اس شدت اور آب وتاب سے موجود نہیں ہیں اور استثنائی مواقع کے سوا یہ کہیں اور نظر نہیں آتی ہیں۔ بہرحال خواتین کی نسبت ہر ظلم وستم اور جسمانی تعرض وتجاوز کے خلاف سخت قانونی کاروائی کی جانی چاہیے تاکہ اسلامی معاشرہ اس مطلوبہ درجے تک پہنچ سکے کہ جسے اسلام چاہتا ہے۔

اگر کوئی ملک اپنے معاشرے کی خواتین کو اسلامی تعلیمات کے سائے میں اسلامی معارف سے آشنا کرے تو مجھے اس میں کوئی شک وتردد نہیں ہے کہ ملکی ترقی وپیشرفت، دگنی اور چند برابر ہوجائے گی۔ اگر خواتین اپنے وظائف و ذمے داریوں کی سنگینی کا احساس کرتے ہوئے زندگی کے کسی شعبے اور میدان میں قدم رکھیں تو خود اس شعبے کی ترقی چند برابر ہوجائے گی۔

مختلف شعبہ ہائے حیات میں خواتین کی موجودگی اور ان کے حاضر ہونے کی خصوصیت یہ ہے کہ جب بھی ایک عورت میدان میں قدم رکھتی ہے تو اس کا شوہر اور اسکے بچے بھی اس کے ساتھ اسی میدان میں قدم رکھتے ہیں۔ لیکن مرد کا کسی میدان عمل میں حاضر ہونا یہ معنی نہیں رکھتا بخلاف عورت کے۔ عورت جو گھر کی جان اور گھر کی روح رواں ہے، جب بھی ایک میدان میں قدم رکھتی ہے تو درحقیقت اپنے پورے گھر کو اس میدان میں لے آتی ہے۔ اسی لیے مختلف شعبہ ہائے زندگی میں خواتین کا فعال وجود بہت اہمیت کا حامل ہے۔ [1]

ایک اہم نکتہ!

وہ اہم نکتہ کہ جسے میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ خواتین کی مشکلات نے دراصل تاریخی اور قدیمی ظلم وستم سے جنم لیا ہے۔ اگر آج ایک مرد اپنی بیوی سے

---

[1] اکتوبر ۱۹۹۷ میں تہران کے آزادی جیم خانے میں خواتین کی ایک بڑی کانفرنس سے خطاب

بہت نزاکت، اخلاق اور توجہ سے پیش آئے تو ممکن ہے کہ وہ اپنی زندگی اور گھر کی فضا میں اپنی بیوی کے ساتھ معاشرت میں اس پر ظلم نہ کرے لیکن اگر مرد اس سلسلے میں اخلاق، توجہ، سنجیدگی اور تقویٰ کی رعایت نہ کرے تو اس کا لازمی نتیجہ بیوی پر ظلم کی صورت میں نکلے گا۔ مثلاً ایک عالم وفاضل اور تعلیم یافتہ عورت کا شوہر ان پڑھ ہو تو یہ ان پڑھ شوہر اپنی عالمہ وفاضلہ بیوی پر ظلم کرے گا۔

بہت سی ایسی مثالیں ہیں کہ جہاں بیوی نے ڈاکٹریٹ کیا ہوا ہے اور ایک پڑھی لکھی خاتون ہے اور اس کا شوہر ان پڑھ ہے (یا کم تعلیم یافتہ ہے) اور وہ گھر میں اپنی بیوی پر ظلم کرتا ہے۔ میری نظر میں اس مسئلے کی طرف بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے ورنہ بہت سے اجتماعی مسائل خود بخود حل ہو جاتے ہیں۔ لیکن میں یہ بھی نہیں کہتا ہوں کہ ان مسائل کے حل کیلئے اقدامات نہیں کرنے چاہئیں اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے کہ یہ خود بخود حل ہو جائیں، ہرگز نہیں۔

میری مراد یہ ہے کہ مسائل پر توجہ دینے اور انہیں حل کرنے کی رفتار اور طریقہ کار کو روز بروز بہتری کی طرف گامزن ہونا چاہیے۔ جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ آج کل قضاوت اور قاضی بننے کے سلسلے میں حوزہ ہائے علمیہ میں سنجیدہ بحث جاری ہے اور مختلف حضرات اس میں شریک ہیں۔

آپ کی رپورٹ میں میں نے دیکھا ہے کہ آپ نے ملکی قانون میں بہت سے مقامات کی نشاندہی کی ہے، میں ان مقامات کو ذکر کرنا نہیں چاہتا ہوں کہ کون سا درست ہے اور کون سا غلط؟ آپ نے رپورٹ میں بہت سے اعتراضات، عیوب اور نقائص کو بیان کیا ہے کہ جن میں سے بعض بجا اور درست ہیں۔ لیکن میں نے دیکھا کہ آپ کی طرف سے پیش کیے گئے یہ اعتراضات اس طرح نہیں ہیں کہ جو ہر صورت میں ہماری موجودہ اور رائج فقہ سے تعارض رکھتے

ہوں، ایسی کوئی بات نہیں۔

لیکن میں نے جن اعتراضات ونکات کا مطالعہ کیا ہے اور اگر انہیں حقوقی نظر سے اچھی طرح منظم کیا جائے تو ہماری ملکی قانون میں بغیر اس کے کہ وہ ہماری رائج فقہ سے ٹکرائے، تبدیلی کی جاسکتی ہے۔ میری نظر میں یہ کام بہت مثبت اور مفید ہے اور اس سلسلے میں آپ خواتین کو کام کرنے کی ضرورت ہے اور یہ دوسرے بقیہ امور سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔

خواتین کی نسبت مغربی نگاہ کے جال میں پھنسنے سے پرہیز

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ میں کبھی کبھی یہ دیکھتا ہوں کہ وہ لوگ جو اپنی زبان سے خواتین کے حقوق کی دفاع کی بات تو کرتے ہیں لیکن عملاً ایسی فاش غلطیوں کا ارتکاب کرتے ہیں کہ جو کسی بھی صورت میں خواتین کے حق میں نہیں ہیں! یعنی یہ افراد (مسلمان عورت کیلئے آئیڈیل تراشنے کیلئے) مغربی عورت کو دیکھنے لگ جاتے ہیں کہ وہ کیسی ہے اور کیا کرتی ہے تا کہ اسے آئیڈیل کے طور پر پیش کر سکیں۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کا یہ طرز فکر، اسلامی انداز فکر سے بہت مختلف ہے جبکہ اسلامی فکر و نگاہ ان کی فکر و نگاہ سے بہت زیادہ عمیق، ترقی یافتہ، نا قابل مقایسہ اور خواتین کیلئے ہر حال میں سود مند ہے۔ ہمیں مغربی عورت سے کچھ حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

بعض افراد ہیں جو حقوق نسواں کے دفاع کے بارے میں دفاعی حالت اختیار کرتے ہیں۔ جب اہل مغرب و یورپ یہ کہتے ہیں کہ (یہاں مسلمان معاشروں میں) عورت پر ظلم ہوتا ہے تو یہ لوگ یہ ثابت کرنے کیلئے کہ یہاں ہمارے ملک میں عورت پر ظلم نہیں ہوتا، اپنے دفاع میں بہت سی باتیں بیان کرنا اور مختلف قسم کے کام کرنا شروع کر دیتے ہیں اور بہت سے ایسے امور

کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ جن کا خواتین پر ظلم ہونے سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے۔

فرض کیجئے کہ خواتین کی روش سے متعلق بعض خلاف ورزیاں کہ جنہیں میں نے خود سنا ہے، بعض مقامات پر ظاہر ہوتی ہیں۔

صحیح ہے کہ یہ خلاف ورزیاں اور غلطیاں ہیں لیکن اس کا اس بات سے کوئی تعلق نہیں ہے کہ ہم یہ کہیں کہ اس کے ذریعے خواتین پر ظلم کیا جا رہا ہے۔

وہ لوگ یہ نہیں کہتے ہیں کہ اجتماعی میدان میں عورت ظلم کا شکار ہے۔خواتین پر سب سے زیادہ ظلم اس کے اپنے گھر میں خود اس کے شوہر کے ہاتھوں انجام پاتا ہے اور شاید نوے فیصد سے زیادہ یہ ظلم اس کے شوہر کی طرف سے ہوتا ہے لہٰذا اس اجتماعی مسئلے پر توجہ دینی اور اس کی اصلاح کرنی چاہیے۔ بھائی، بہن اور باپ وغیرہ کی طرف سے ہونے والا ظلم اتنا نہیں ہے اور یہ صورتحال بہت نادر ہے۔

ہاں! کچھ واقعات ہیں کہ ممکن ہے کہ بھائی، بھائی پر ظلم کرے یا اسی طرح بھائی بہن آپس میں اختلاف کے نتیجے میں ایک دوسرے پر ظلم کریں اور مناسب وغیر مناسب اور ظالمانہ یا عادلانہ رویہ اختیار کریں۔

لیکن جو چیز سب سے زیادہ اہم ہے کہ جس کی اچھی صورت بھی کبھی کبھی خراب ہو جاتی ہے، وہ گھر کے اندر آپس کے تعلقات اور رویہ ہے۔حتی کبھی کبھار یہ دیکھنے میں بھی آتا ہے کہ ان تعلقات اور رویے کی قابل ملاحظہ صورتحال اور اچھی حالت بھی بری، نامناسب اور ظالمانہ ہوتی ہے۔

تھوڑا سا انصاف کیجئے!

آپ پیار و محبت سے اپنی نور چشم بیٹی کو پروان چڑھاتے ہیں اور پندرہ یا سولہ سال بعد اسے اس کے شوہر کے گھر بھیج دیتے ہیں۔ شوہر کے گھر میں آپ کی بیٹی سے ان کی بیٹی جیسا برتاؤ نہیں کیا جاتا ہے۔ آپ جانتی ہیں کہ (ساس، بہو اور نند و بھابھی کا مسئلہ) ہمارے معاشرے کا ایک عام سا مسئلہ ہے۔ [1] یعنی آپ دوسرے کی بیٹی کو اپنے بیٹے کیلئے بیوی (اور اپنی بہو بنا کر لاتی ہیں تو کیا آپ اپنی بہو سے اپنی بیٹی جیسا برتاؤ کرتی ہیں؟) اور وہ گھرانہ جو اپنے بیٹے کیلئے آپ کی بیٹی کو دلہن بنا کر بہو کے عنوان سے اپنے گھر لے جاتا ہے، کیا وہ بھی آپ کی بیٹی سے یہی برتاؤ کرتا ہے جو آپ اپنی بہو سے کرتی ہیں؟ (ذرا انصاف کیجئے!) ان تمام معاشرتی مسائل کا علاج کرنا چاہیے اور یہ مرد و عورت کے آپس میں تعلقات سے مربوط ہے۔ اگر میاں بیوی کے تعلقات و روابط مکمل طور پر عادلانہ، اسلامی، صحیح اور محبت آمیز ہوں تو ظلم و ناانصافی کرنے والے ایسے گھرانوں کے عمل اور برتاؤ کی کوئی تاثیر باقی نہیں رہے گی یعنی لڑکی کیلئے سسرال والوں کی طرف سے سختی اور مختلف باتوں کے تھونپے جانے کی جرأت اور موقع باقی نہیں رہے گا۔ ان سب

---

[1] لہٰذا ہم سب کو ذرا سے انصاف کے ذریعے اپنے ماحول اور گھر کی فضا کو بہتر بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس ساس بہو اور بھابھی نند کے جھگڑے میں سب سے اہم کردار شوہر کا ہے۔ دن بھر کی جنگ کی رپورٹ بیوی اپنے شوہر کو دن کے اختتام پر پیش کرتی ہے۔ شوہر کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی بیوی کی صحیح حمایت کرے اور اس کی ڈھارس باندھے کیونکہ یہ اس کی بیوی ہے جو اپنا سب کچھ، گھر بار، ماں باپ، ماضی اور خواب و خیالات سب کچھ چھوڑ کر شوہر کے پاس آئی ہے اور اس کی محبت و چاہت کی طلبگار ہے۔ اب یہاں اگر شوہر بیوی کی جائز حمایت نہ کرے تو بیوی کا دل ٹوٹ جائے گا۔ لہٰذا شوہر اپنے صحیح طریقے اور اسلامی روش و احکامات کو مدنظر رکھتے ہوئے معاملات کو سلجھائے۔ والدین اور بہن بھائیوں کا احترام بھی محفوظ رہے اور بیوی بھی خوش رہے۔ لہٰذا اس ضمن میں شوہر کی ذمہ داری بہت سنگین ہے۔ اب جہاں تک بہو کے کردار کی بات ہے تو ان شاء اللہ ان تمام مسائل کے بارے میں ایک الگ کتاب آپ کی خدمت میں پیش کی جائے گی۔ (مترجم)

کی بازگشت میاں بیوی کے درمیانی تعلقات کی طرف ہوتی ہے جو عورت پر ظلم کی راہیں کھولتے ہیں۔ یہ وہ نکتہ ہے کہ جسے میں آپ خواتین کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا تھا۔[1]

ساس بہو اور بھابھی نند کے درمیان گھریلو اختلافات ہمارے یہاں ایک عام مسئلہ ہے۔ یہ فطری سی بات ہے کہ والدین اپنی اولاد اور بیٹیوں کو بہت چاہتے ہیں اور بڑے پیار و محبت سے ان کی تربیت کر کے رشتہ ازدواج میں انہیں منسلک کرتے ہیں۔ ان کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کی نورچشمی اپنے سسرال میں بھی ویسا ہی سکھ پائے جیسا اپنے میکے میں پاتی تھی۔ لیکن بہت سے گھرانے ایسے ہیں کہ جب وہ دوسرے کی بیٹی اپنے گھر میں بہو بنا کر لاتے ہیں تو وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ بہو بھی کسی گھر کا نور اور کسی ماں کے دل کا چین ہے اور خود ان کی اپنی بیٹی کسی کے گھر میں بیاہی گئی ہے۔ چنانچہ یہ افراد اس بہو سے بعض غیروں والا سلوک کرتے ہیں حتی یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ یہ بھی ایک انسان ہے اور دھڑکتے دل اور احساسات کی مالک ہے۔

طعنے، جھڑکیاں اور چبھنے والی باتیں روزانہ بہو کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں اور بالفرض اگر بہو سیدھی سادی اور شریف ہو تو پلٹ کر ساس اور نندوں کو کچھ نہیں کہے گی، ساس کا پھولا منہ، بگڑا چہرہ، نندوں کی باتیں، طعنے اور گھور گھور کر دیکھنے والی آنکھیں سب نشتر کے تیروں کی طرح بہو کے دل کو زخمی کر دیتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ بھول جاتے ہیں کہ ان کی اپنی بیٹی بھی کسی کی بہو ہے!

حدیث میں ہے کہ "اپنے اور لوگوں کے درمیان انسان خود انصاف کرے، جو اپنے لیے پسند کرے وہی دوسروں کیلئے، جسے اپنے لیے ناپسند قرار دے اسے دوسروں کیلئے بھی ناپسندیدہ قرار دے۔"

نہ جانے بہو پر ظلم کرنے والے یہ حدیث کیوں فراموش کر دیتے ہیں؟

---

[1] نومبر ۱۹۹۶ میں خواتین کی ثقافتی کمیٹی کے اراکین سے ملاقات

کیا ان کی خواہش نہیں ہے کہ ان کی اپنی بیٹی دوسرے کے گھر میں بہو کے عنوان سے سدا سکھی رہے؟

تو یہ اپنے گھر کی بہو کو بھی سکھی رکھیں! جب یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ان کی اپنی بیٹی سے اس کے سسرال میں پیار و محبت کا سلوک کیا جائے تو انہیں چاہیے کہ پرائے کی بیٹی سے بھی پیار و محبت کا سلوک کریں۔

چوتھی فصل

حقوق نسواں کے دفاع کیلئے تین بنیادی نکات

اس مسئلے میں میری نظر میں جو چیز اہمیت کے قابل ہے وہ دو تین نکات ہیں اور میری آپ سے توقع اور خواہش یہ ہے کہ ان نکات پر پوری توجہ دیں۔

۱۔عورت کو عورت اور مرد کو مرد رہنے دیجئے

پہلی بات

اولاً حقوق نسواں کا مسئلہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جو صرف اسلامی جمہوریہ ایران سے ہی مخصوص ہو یا ہم یہ خیال کریں کہ اس مسئلے میں صرف ہم ہی ہیں جو اپنے معاشرے سے لڑ رہے ہیں، نہیں! یہ ایک تاریخی جنگ ہے یعنی پوری تاریخ میں واضح دلائل کی روشنی میں عورت ہمیشہ مرد کے ظلم وستم کا نشانہ بنی ہے۔اس کا ٹھوس ثبوت یہ ہے کہ عورت جسمانی لحاظ سے مرد سے کمزور ہے اور یہ بہت واضح وروشن امر ہے۔

مرد کی آواز عورت سے زیادہ بھاری، قدوقامت کے لحاظ سے وہ بلند و بڑا اور جسمانی ساخت کے لحاظ سے بڑے جثے اور دیوہیکل کا مالک ہے۔مردانہ تخلیق کی خصوصیات میں تسلط،

برتری اور فعال ہونا شامل ہے جبکہ عورت کی تخلیقی خصوصیات میں اس کی نرمی، لطافت، ملائم ہونا اور جذب کرنا شامل ہے۔

دوسری بات

اگر آپ عورت کے بارے میں اسلامی تعبیرات کو ملاحظہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ عورت کے بارے میں حقیقی اور واقعی تعبیرات موجود ہیں۔

"الْمَرْأَةُ رَيْحَانَةٌ وَلَيْسَتْ بِقَهْرَمَانَة" [1]

عورت پھول ہے، ریحانہ یعنی پھول، انسان پھول کے ساتھ کیسا سلوک کرتا ہے؟ پھول کے نرم وجود کے مقابلے میں انسان کیا طرز عمل اپناتا ہے؟ اگر پھول سے کشتی لڑی جائے تو پھول کی پتیاں الگ الگ ہو کر بکھر جائیں گی اور پھول کا پورا وجود ہی ختم اور نابود ہو جائے گا۔ اگر پھول کو پھول سمجھیں اور اس سے پھول جیسا برتاؤ کریں تو یہ زینت کا باعث بنے گا اور خود پھول کا وجود ایک اہمیت و خاصیت کو پائے گا۔

"وَلَيْسَتْ بِقَهْرَمَانَة"

وہ قہرمان نہیں ہے، قہرمان کا مطلب پہلوان نہیں، یہ ایک عربی تعبیر ہے جو فارسی زبان سے لی گئی ہے، قہرمان یعنی خود کسی کام کو مستقیماً انجام دینے والا، انچارج یا ٹھیکے دار جو اپنی نگرانی میں مختلف کام انجام دیتا ہے، یعنی عورت کو اپنے گھر میں کاموں کو انجام دینے والا انچارج نہ سمجھیں۔ یہ خیال نہ کریں کہ آپ گھر کے مالک اور مطلق العنان سربراہ ہیں اور گھر کے کام کاج اور بچوں کی تربیت وغیرہ جیسے اہم بڑے چھوٹے کام ایک انچارج کے پاس ہیں اور گھر کی انچارج آپ کی بیوی ہے لہٰذا اس سے ایسا سلوک روا رکھا جائے جو ایک سربراہ اپنے ماتحت افراد سے رکھتا ہے! یہ مسئلہ ایسا نہیں ہے۔

---

[1] نہج البلاغہ نامہ ۳۱

تیسری بات

آپ ملاحظہ کیجئے کہ مرد کا یہ برتاؤ اور سلوک، ایک حقیقی برتاؤ ہے اور براہ راست عورت کی طبیعت ومزاج سے مخاطب ہے۔عورت تو اپنی طبیعت ومزاج کو فراموش نہیں کرسکتی اور مصلحت بھی نہیں ہے کہ وہ اسے فراموش کرے۔ وجہ یہ ہے کہ ایک کامل خاندانی نظام زندگی میں عورت کی یہ طبیعت ومزاج بہت موثر ہے اور یہ لازمی بھی ہے۔وگرنہ اگر اس جنس (عورت) کو خواہ حقیقی وواقعی طور پر یا خصوصیات وعادات کے لحاظ سے ایک دوسری جنس میں تبدیل کردیں [۱] تو گویا ہم نے اس کے کمال کو کم کردیا ہے، کیا حقیقت اس کے علاوہ کچھ اور ہے؟

ہمیں چاہیے کہ عورت کو عورت اور مرد کو مرد ہی رہنے دیں تا کہ نظام ہستی کا کاروبار اپنی خوبصورتی کے ساتھ اپنے کمال کو پہنچے۔اگر ہم نے مرد کو اس کی تمام خصوصیات، عادات وصفات، مردانہ مزاج اور اس کے تمام وظائف کے ساتھ عورت میں تبدیل کیا یا عورت کو مرد میں تبدیل کیا تو یہ بہت بڑی غلطی ہوگی۔

"فلیغیّرنّ خلق اللہ" [۲]

قرآن میں ذکر کی گئی تخلیق خدا کی تبدیلی یہی ہے۔اگر ایسا کیا تو ہم نے عالم ہستی کے کامل ترین نظام کو تباہ و برباد کردیا کہ جس میں ایک جنس ان خصوصیات اور عادات وصفات کے ساتھ اور دوسری جنس ان خلقیات اور خاص طبیعت ومزاج کے ساتھ ہے تا کہ دونوں ایک

---

[۱] عورت، عورت ہی رہ کر اپنی نرم ولطیف طبیعت ومزاج کے ساتھ ہی خاندانی نظام زندگی میں موثر کردار ادا کرسکتی ہے۔عورت کا کمال اس کی نسوانہ فطرت، زنانہ طبیعت ومزاج اور خصوصیات سے ہی وابستہ ہے۔ چنانچہ اگر عورت کو جنس کے لحاظ سے یا عادات وصفات، طبیعت ومزاج اور وظائف کے لحاظ سے تبدیل کیا جائے تو یہ سراسر غلطی ہے۔ یہ نظام ہستی میں عورت کے کمال کو کم کرنے کے مترادف اور اسے اس کے حقیقی مقام سے ہٹانے کے برابر ہے۔(مترجم)

[۲] سورۂ نساء/ ۱۱۹

دوسرے کو مکمل وجود بنا سکیں۔

چوتھی بات

اس تمام گفتگو سے میری غرض یہ تھی کہ تاریخ میں جہالت کی وجہ سے عالم خلقت کے ان دونوں وجود، مرد و عورت کی اپنی اپنی خاص صفات، عادات اور طبیعت کو خود اس کے خاص تناظر میں دیکھا نہیں گیا ہے لہٰذا مرد نے اپنی طاقت وقدرت کے بل بوتے پر ہمیشہ ظلم وستم کیا ہے اور عورت ان کے تاریخی ظلم کی ایک منہ بولتی تصویر ہے۔ کیا آپ نے توجہ اور غور کیا؟! یہ مسئلہ دراصل ایک تاریخی ظلم وستم سے مقابلہ ہے لہٰذا اگر ہم نے اس مقابلے میں عجلت، سطحی نگاہ، تدبّر وتعمق کے بغیر اور اس چیز کو مدنظر رکھے بغیر کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے، کام کیا تو ہمارا یہ اقدام کامیابی کو کئی سال پیچھے دھکیل دے گا، بنابرایں، بہت پختگی اور سنجیدگی کے ساتھ مگر مسلسل کام کرنے کی ضرورت ہے۔

۲۔ اسلامی ثقافت، شرعی احکامات اور رضائے الٰہی پر توجہ

مغربی ثقافت کا ظاہری مثبت نکتہ

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ اگر آج ہم دنیا کو دو حصوں میں تقسیم کریں، ایک حصہ مغربی ثقافت سے متعلق ہے جبکہ دوسرا حصّہ دیگر مختلف ثقافتوں سے، تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں مغربی ثقافت والی نصف دنیا میں عورت پر نسبتاً زیادہ ظلم ہوا ہے۔ مختلف حوالوں، ذرائع ابلاغ اور موثق ذرائع سے ملنے والی خبروں، حادثات وواقعات، اعداد وشمار، رپورٹوں اور تجزیہ وتحلیل کے ذریعے میں یہ دعویٰ کرسکتا ہوں۔

توجہ فرمائیے کہ مغرب میں ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جو آنکھوں کو خیرہ کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس معاشرے میں مرد و عورت کے درمیان ان کے اجتماعی معاملات، کردار اور برتاؤ میں کوئی فرق نہیں رکھا گیا ہے۔ یعنی جس طرح ایک جلسے یا محفل میں ایک مرد داخل ہوتا ہے، سلام علیک اور احوال پرسی کرتے ہوئے اس محفل کا ایک جز بن جاتا ہے، اسی طرح ایک عورت بھی آتی ہے اور اس محفل کا حصہ بن جاتی ہے۔ چنانچہ اس معاشرے میں اس جہت سے مرد و عورت کے کردار وعمل میں کسی قسم کا کوئی فرق اور طبقاتی یا انسانی جنس کے لحاظ سے کوئی فاصلہ موجود نہیں ہے۔ آپ نے توجہ فرمائی! مغربی معاشرے کے اس اجتماعی سلوک اور عمل نے دنیا والوں کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا ہے۔

انسان جب اس ظاہری حالت کو دیکھتا ہے تو محسوس کرتا ہے کہ یہ تو ایک وضع مطلوب ہے اور سب اس وضع وحالت سے خوش ہیں۔ حتی وہ افراد جو اپنے منطقی دلائل کی وجہ سے اس اجتماعی رفتار وسلوک کے مخالف ہیں جب اسے دیکھتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ یہ کوئی اتنی بری چیز نہیں ہے! وہ ایک معاشرتی نظام میں مرد و عورت کو دو اجنبیوں کی طرح نہیں دیکھتے ہیں بلکہ ان پر بہن بھائی کی حیثیت سے نگاہ ڈالتے ہیں کہ دونوں جب ایک گھر میں داخل ہوتے ہیں تو ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں، ایک دوسرے کی مزاج پرسی کرتے ہیں اور ساتھ زندگی گزارتے ہیں! مغرب میں مرد و عورت اس طرح آپس میں زندگی بسر کرتے ہیں۔

اس ظاہری مثبت نکتے کے پس پردہ منفی نکات

یہ ایک مثبت نکتہ ہے لیکن بہت سطحی اور ظاہری، لیکن اسی ظاہری نکتے کے پس پردہ بہت سے منفی نکات پوشیدہ ہیں۔ سب سے پہلی بات یہ کہ گھر کی چار دیواری میں بالکل ایسا نہیں

ہے۔ یہ کوئی منبری گفتگو نہیں ہے جو چند سامعین کو خوش کرنے یا کوئی نعرہ نہیں ہے جو چند افراد کو جمع کرنے کیلئے لگایا جائے بلکہ یہ سب حقیقت اور سچی خبریں ہیں اوران کے دیئے ہوئے اعداد وشمار سے اخذ شدہ ہیں۔ گھروں میں خواتین پر ظلم وستم ہوتا ہے حتی اس خاتون پر بھی جو اپنے ملازم شوہر کی مانند ملازمت کرتی ہے اور دن میں دو گھنٹے کی چھٹی میں جب گھر آتی ہے تو اس پر ظلم [1] ہوتا ہے!

کیسے ظلم ہوتا ہے؟ اس لیے کہ یہ دو انسان ہیں، ایک مرد ہے اور ایک عورت۔ اگر یہ صورتحال ایک تصوراتی اور آئیڈیل صورتحال ہوتی یعنی یہ دو انسان ہیں، دونوں ملازمت کرتے ہیں، رات کو تھکے ہارے آتے ہیں اور سو جاتے ہیں، صبح اٹھتے ہیں اور دوبارہ اپنے اپنے کاموں پر چلے جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں مرد نہیں ہیں، ان میں سے ایک مرد ہے اور ایک عورت۔ مرد وعورت میں سے ہر ایک کو الگ الگ چیز کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسے ماحول میں مرد پر بھی ظلم وستم ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ مرد، عورت کی بہ نسبت مضبوط وقوی ہوتا ہے لہٰذا ہم اس کے ظلم کو یہاں بیان نہیں کرنا چاہتے ہیں۔ جس پر یقینی صورت میں ظلم ہوتا ہے وہ عورت ہے، اس لیے کہ وہ مرد جو اس عورت کا شوہر ہے، اور بہت سی خواتین سے جنسی اور عاشقانہ تعلقات رکھتا ہے۔ اس کے یہ ناجائز تعلقات اور روابط مکمل طور پر سچے اور وفادار میاں بیوی کی مانند محبت سے لبریز ہوتے ہیں حالانکہ وہ اپنے اہل وعیال سے بھی ایسے تعلقات نہیں رکھتا ہے!

یہ ایک عورت پر بہت کاری ضرب اور بہت بڑا حملہ ہے۔ ایک بیوی کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے جیون ساتھی سے محبت آمیز، صاف شفاف اور نزدیک ترین تعلقات رکھتی ہو اور یہ

---

[1] یہاں لفظ ظلم سے کوئی مشتبہ امر پیدا نہ ہو کیونکہ ظلم صرف کسی کو زدوکوب یا گولی کا نشانہ بنانا نہیں ہے۔ ظلم کی وضاحت صفحہ ۸۴ پر ہو چکی ہے، ظلم ایک وسیع مفہوم ہے اور اسکے کئی مصداق ہیں۔ لہٰذا ظلم کا وہی معنی مراد لیا جائے جو متن میں موجود سیاق وسباق اور قرینے سے سمجھا جائے۔ (مترجم)

دونوں پوری دنیا سے زیادہ ایک دوسرے کے قریب ہوں۔ لہٰذا ایسے گھرانے میں سب سے پہلی چیز جو عورت سے چھینی جاتی ہے، یہی ہے! اب آپ فرض کیجئے کہ کوئی ایسا شوہر ہو کہ جو کبھی اپنی بیوی سے رحم کا سلوک بھی کرے اور کبھی ظلم بھی کرے لیکن پھر بھی اس کے ساتھ گہرا دوستانہ و عاشقانہ اور بقول معروف "جانم، سوئٹی یا ہنی" کا رابطہ رکھتا ہو۔

تو کیا یہ رابطہ اور تعلقات بہتر ہیں یا نہیں؟ یعنی دو دوستوں کی مانند یہ دونوں گھر میں داخل ہوں، ایک دوسرے کو سلام کریں، احوال پرسی کریں، میز پر بیٹھ کر ایک ساتھ چائے پیئیں اور اسکے بعد یہ اپنی راہ لے اور وہ اپنی راہ! مسلّم ہے کہ یہ بھی پہلی صورتحال سے بہتر نہیں ہے۔

آپ ایک عورت کی حیثیت سے اس فیصلے کیلئے اپنے وجدان کی طرف رجوع کیجئے کہ کیا آپ اس دوسری صورت حال کو پہلی کی بہ نسبت زیادہ پسند کرتی ہیں؟ یہ شوہر قابل تحسین ہے یا پہلا شوہر؟ میں گمان بھی نہیں کرسکتا کہ کوئی ایسی عورت موجود ہو کہ جو اس دوسرے شوہر کو پہلے والے شوہر پر ترجیح دے۔ یعنی وہ بیوی (پہلے والے سخت گیر) شوہر کی سخت مزاجی کے نتیجے میں پیدا ہونے والی تلخی کو اس (دوسرے شوہر) سے اس کی حقیقی محبت و چاہت اور اس بات کے مقابلے میں کہ اس کا شوہر اس کے سوا کسی اور عورت کا عاشق و دلدادہ اور کسی اور سے جنسی تعلقات رکھنے والا نہیں ہے، قبول کر لیتی ہے۔ آپ نے توجہ فرمائی! یہ ہے وہ پہلا ستم جو مغربی عورت پر ہوتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہاں تمام گھرانے ایسے ہیں لیکن معمولاً صورتحال یہی ہے اور دوسری جانب عورت پر ہونے والا جسمانی ظلم اور اذیت و آزار دوسری طرف!

میں نے دو سال قبل (۱۹۹۵) ایک امریکی جریدے میں گھروں میں ہونے والے مردوں کے ظلم و ستم کے اعداد و شمار کا مطالعہ کیا تھا، وہ اعداد و شمار واقعاً بہت وحشتناک تھے۔ البتہ آپ کو معلوم ہے کہ امریکی بعض جہات سے مثلاً کھلے ٹلے ہونے میں قدیم یورپی ممالک سے بہتر ہیں اور انگلستان، فرانس اور دیگر یورپی ممالک کے مقابلے میں زیادہ کھلے ہیں۔

یہی کھلی حالت جو مغربی ثقافت میں مشاہدہ کی جاتی ہے، امریکا میں یورپی ممالک سے زیادہ ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ امریکا میں ایک گھریلو عورت پر ظلم وستم، زدوکوب اور اہانت تحقیر دوسرے مغربی ممالک سے بھی زیادہ ہے۔ ان اعداد وشمار میں میں نے خود دیکھا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ یہ ان لوگوں کے اعداد وشمار ہیں جنہوں نے جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے آکر شکایت درج کرائی ہے جبکہ شکایت درج نہ کرانے والوں کی ایک کثیر تعداد موجود ہے۔

ہم کیا کریں؟

پس آپ دیکھئے کہ یہ وہ پہلا ظلم ہے جو وہاں کی خواتین پر ہوتا ہے اور کوئی اس کی طرف متوجہ نہیں ہے۔ اب ایسی حالت میں ہم آئیں اور اپنے شعاروں اور نعروں میں ایسی چیزوں کو بیان کریں کہ جو مغربی ثقافت خواتین کے حقوق کے دفاع یا خود خواتین سے برتاؤ کے عنوان سے بیان کرتی ہے اور انہیں شعار اور نعروں کی حیثیت سے متعارف کراتی ہے! کیا یہ مصلحت ہے؟ ان تمام چیزوں کو آئیڈیل بنا کر انہیں مسلمان معاشرے کے سامنے پیش کرنا اور ان پر عمل کرنا ہمارے لیے کہیں سے بھی سودمند نہیں ہے۔

اگر آپ اسلام کی نظر کو حقیقی اور گہری صورت میں سمجھیں نہ کہ سطحی نظر کہ جو اکثر اوقات غیر حقیقی مطالب اور خیالات کا مجموعہ ہوتی ہے، اور عورت کے بارے میں اسلامی نظر کا لبّ لباب سمجھا اور نکالا جائے تو یہ امر سزاوار ہے کہ جس کیلئے حقیقتاً جدوجہد کی جائے اور شعار بلند کیے جائیں۔ میری خواہش ہے کہ آپ جو شعار اور نعرے لگاتے ہیں ان میں ان چیزوں کے نہ لے کر آئیں (جو مغربی ثقافت کا حصہ ہیں) اور مغربی ثقافت کی طرف جھکاؤ کو حقوق نسواں کیلئے اپنے مقابلے کا ہدف قرار نہ دیں۔ اس لیے کہ

اولاً مغربی ثقافت ایک ناکام ثقافت ہے اور لوگ بھی یہ باتیں سننے کیلئے تیار نہیں ہیں اور بہت سے افراد ان باتوں کو قبول بھی نہیں کرتے ہیں۔ معاشرے میں بہت سے صاحب نظر اور دیگر افراد ہیں کہ جو ممکن ہے کہ ان باتوں کو قبول نہ کرتے ہوں تو یہ افراد مقابل میں آ کھڑے ہوں گے کیونکہ یہ لوگ بھی حقوق نسواں کا دفاع کرنے کے خواہش مند ہیں۔

ثانیاً بجائے اس کے کہ سب ہاتھوں میں ہاتھ دیں اور ماضی میں ضائع شدہ ایک حق کے اثبات کیلئے جدوجہد کریں، آپس میں مقابلہ آرائی شروع کر دیں گے! یوں یہ غلط سلسلہ چل نکلے گا اور یہ اونٹ کسی کروٹ نہیں بیٹھے گا۔

ثالثاً اس طرز عمل کو اپنانے میں مصلحت نہیں ہے اور نہ ہی خداوند عالم اس سے راضی ہے۔ انسان کو ایسا کام انجام دینا چاہئے کہ اس کا خدا اس سے راضی ہو۔

رضائے الٰہی کیلئے کام کیجئے

حقوق نسواں کے اس دفاع، اس حکومت اور اس فعالیت سے ہمارا ہدف رضائے الٰہی کا حصول ہے۔ اگر ہمارا خدا ہم سے راضی نہ ہو تو ہمیں ان تمام چیزوں اور دنیاوی طور پر اپنے کامیاب ترین نتائج میں سے کوئی ایک بھی نہیں چاہیے! انسان صرف اپنے خدا کو راضی وخوشنود کرے۔ ہم یہاں صرف چار دن کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور صرف کچھ دنوں کیلئے ہمارے بدن اور سانس کے درمیان رشتہ قائم ہے، اس کے بعد ہم ایسی جگہ پہنچیں گے کہ جہاں از اول تا آخر صرف اور صرف رضائے الٰہی ہی انسان کے کام آتی ہے۔ لہٰذا انسان کو اپنے رب کی خوشنودی کے حصول کیلئے اقدام کرنا چاہیے۔

آپ اسے اپنا ہدف ومقصد بنایئے، اپنے کاموں اور جدوجہد میں قصد قربت کیجئے

اور خدا کیلئے کام کیجئے تو خدا بھی آپ کی مدد کرے گا۔

بیماری کی تشخیص کیلئے حقیقت کو مدنظر رکھنا ضروری ہے!

مجھے ایک خط ملا جو خاص طور پر میرے نام تھا۔ میں نے اسے ملک کی خواتین کی ایک فعال اور اچھی انجمن کو بھیجا تا کہ وہ اس خط میں موجود مسائل کے بارے میں تحقیق کریں۔ وہ خط بہت طولانی مگر شیریں اور خوبصورت تھا لیکن میری نگاہوں میں اس خط میں موجود معلومات صحیح نہیں تھیں۔ اس میں بہت زیادہ شکوہ وشکایات کی گئی تھیں اور جو کچھ ہمارے معاشرے میں نہیں ہے، اسے خواتین سے نسبت دیا گیا تھا۔ صرف اس خیال سے کہ یہ سب باتیں اسلام سے مربوط ہیں لیکن درحقیقت ایسا نہیں تھا میری نظر میں بیماری کی تشخیص کیلئے انسان کو حقیقت بین ہونا چاہیے۔

اسلامی احکامات کی حکمت

توجہ فرمائیے کہ اسلام نے مرد وعورت کے درمیان حجاب کو قرار دیا ہے اور اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ یہ حجاب بھی کسی مصلحت وحکمت کے مطابق ہے کہ حجاب کی صحیح ترین شکل یہی ہے۔ یہ جو کہتے ہیں کہ جب مرد وعورت تنہا ایک کمرے میں ہوں کہ جہاں دروازہ بند ہو اور پردہ پڑا ہو تو وہاں ان دونوں کا ایک ساتھ موجود ہونا حرام ہے۔ اس حکم کے پیچھے ایک حکیمانہ اور عمیق نظر ہے اور وہ صحیح بھی ہے۔ معاشرے کے افراد، مرد یا عورت ہونے کی بنا پر جب اپنے باطن کی طرف رجوع کریں گے تو اس بات کی تصدیق کریں گے کہ یہ حکم صحیح ہے، کوئی اس کا انکار نہیں کرسکتا کہ یہ کہے کہ یہ حکم غلط ہے۔

اسی طرح یہ جو کہا گیا ہے کہ عورت زینت و آرائش کر کے مردوں کے سامنے نہ آئے، یہ حکم بھی بالکل صحیح ہے۔ مغربی ثقافت بالکل اس کے برعکس ہے۔ مغربی ثقافت اپنے معاشرے کی عورت سے یہ کہتی ہے تم اچھی طرح میک اپ کرو، زینت و آرائش کرو!

یہ ہے مغربی ثقافت، میک اپ کی انواع و اقسام کی چیزیں ایک خوبصورتی نہ رکھنے والی عورت کو بھی مختلف قسم کے میک اپ کیلئے اس لئے دی جاتی ہیں کہ وہ جب مرد کے سامنے جائے تو مرد اسے خوبصورتی و زیبائی میں دیکھے اور اس کی طرف مائل ہو! جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ایسے میک اپ کی مصنوعی خوبصورتی کے نتیجے میں پیدا ہونے والا میل و رغبت چند لمحوں سے زیادہ قائم نہیں رہتا ہے۔ یعنی جب یہ مرد اس عورت کے پاس آئے گا تو وہ خود دیکھے گا کہ یہ خوبصورتی حقیقی نہیں ہے لیکن مقصد یہ ہے کہ جیسے ہی اس پر نگاہ ڈالے تو اس کی تعریف کرے! یہ چیز مغربی ثقافت میں ایک امر مطلوب کی حیثیت رکھتی ہے۔

حکمت اور دوسرے کلام میں فرق

لیکن اسلامی ثقافت میں شوہر کے علاوہ زینت و آرائش ایک امر مذموم ہے۔ لہٰذا اس کو اچھی طرح سمجھنا چاہیے اور اس میں حکمت پوشیدہ ہے۔

"ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ" [1]

یہ وہ چیز ہے کہ جسے تمہارے رب نے تمہاری طرف حکمت کے ساتھ وحی کیا ہے۔

آپ قرآن میں ملاحظہ کریں کہ خداوند عالم نے پیغمبروں سے خطاب میں بہت جگہ

---

[1] سورہ اسراء/ ۳۹

حکمت کو مکرر بیان کیا ہے۔ مثلاً حضرت لقمان کے بارے میں چند مطلب کو ذکر کرتا ہے۔

"وَلَا تَمۡشِ فِي الۡاَرۡضِ مَرَحًا" [1]

زمین پر اکڑ کر مت چلو۔

یہ وہ بیانات ہیں کہ جو حضرت لقمان اپنے بیٹے کو بطور نصیحت فرماتے ہیں۔ اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ

"ذٰلِكَ مِمَّآ اَوۡحٰۤى اِلَيۡكَ رَبُّكَ مِنَ الۡحِكۡمَةِ ؕ" [2]

حکمت کی خصوصیت یہ ہے کہ جب آپ اسکے لب و لہجے پر نگاہ ڈالیں گے تو آپ کو یہ بہت سادی اور معمولی بات نظر آئے گی لیکن جب آپ اس میں غور و خوص کریں گے تو اس کی گہرائی کو نہیں پا سکیں گے کہ وہ کتنی عمیق ہے؟ یہ ہے حکمت کی خاصیت! توجہ فرمائیے۔

حکمت اور ہمارے اپنے بنائے ہوئے فلسفوں، اہل عقل و منطق اور ان کے استدلال کے درمیان بنیادی فرق یہ ہے کہ ہم کلمات کے ظاہر کو خوبصورت بناتے ہیں کہ جب انسان اس پر نگاہ ڈالتا ہے تو اسے ایک اوقیانوس کی مانند پاتا ہے لیکن جب اس کی گہرائی کو دیکھتا ہے تو گہرائی کو دو ملی میٹر پاتا ہے! ظاہر میں ایک اوقیانوس ہے لیکن باطن میں کچھ نہیں۔ لیکن قرآنی کلمات اور حکمتیں ایسی نہیں ہے۔ میرا حضرت امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی یہی تجربہ ہے۔ لہٰذا میں نے سب سے پہلے لفظ "حکیم" کو ان کیلئے استعمال کیا ہے۔ میں نے دیکھا کہ حکیم جسے کہا جاتا ہے وہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ جب باتیں کرتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ بہت ہی سطحی اور معمولی باتیں کر رہے ہیں اور ان کی باتیں انسان کی نظر میں کوئی جلوہ نہیں کرتی تھیں لیکن جب انسان اس میں غور و فکر کرتا تھا تو دیکھتا تھا کہ کتنی گہری و عمیق ہیں!

---

[1] سورہ اسراء/ ۳۷

[2] سورہ اسراء/ ۳۹

عورت کا اجتماعی کردار

جو کچھ قرآن و احادیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و اہلبیت علیہم السلام میں عورت کے بارے میں بیان کیا گیا ہے وہ حکمت ہے کہ جس پر واقعاً توجہ کرنی چاہیے۔ ان تمام بیانات میں سے ایک مسئلہ یہی حجاب اور مرد و عورت کے درمیان حفاظتی وجود کا مسئلہ ہے۔ حجاب کے ذریعے سے ہونے والی یہ حفاظت سب جگہ کے لیے نہیں ہے بلکہ خاص جگہ پر ہے۔ فرض کیجئے کہ ایک خاتون حکومت کے اعلیٰ عہدے پر فائز ہوتی ہے۔ البتہ میں یہ نہیں کہوں گا کہ کون سا مقام؟ کیونکہ میں نے بطور مثال ایک مقام کو مجمل انداز سے بیان کیا ہے جو واضح نہیں ہے اور ایسی حالت میں یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ انسان بغیر کسی وجہ سے کسی بھی حکومتی عہدے کو تنقید کا نشانہ بنائے۔ بہرحال اگر وہ ایک ایسے عہدے کو حاصل کرلے کہ جہاں رجوع کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور نہ ہی یہ امر عورت کی فعالیت میں مانع بنے گا۔ اس مقام پر عورت ہزاروں مرد اور دیگر رجوع کنندگان کی حکیمانہ انداز سے پذیرائی کرے، ان کے مسائل کو سنے، جواب دے اور ان کے جائز حقوق کیلئے احکامات صادر کرے۔ اس میں نہ کوئی محدودیت ہے اور نہ کوئی چیز مانع ہے۔

اسلامی خواتین کا اجتماعی کردار مختلف مسائل سے مقابلے اور میدان جنگ میں بھی ایسا ہی ہے۔ حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے سامنے ایک میدان تھا جہاں آپ نے کام کیا، حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے بھی ایک میدان میں قدم رکھا، جناب حکیمہ خاتون یا حضرت امام صادق علیہ السلام کی خواہر نے میدان عمل میں قدم رکھا۔ حضرت امام صادق علیہ السلام نے کسی سے فرمایا کہ جاؤ اور یہ مسئلہ ان (میری بہن) سے پوچھو۔ کچھ ائمہ علیہم السلام کی خواہر اور زوجات یا بعض پیغمبروں کی بیویوں نے علمی و ثقافتی، سیاسی، انقلابی، اور فوجی میدانوں میں قدم رکھا ہے۔ توجہ فرمایئے۔ عورت کا عورت

ہونا ان تمام میدانوں میں اس کی فعالیت کی راہ میں ہرگز مانع نہیں ہوتا لیکن ان سب جگہ حجاب کا حکم ضرور موجود ہے۔ آپ اس کی پابندی کیجئے اور مقابلے کیلئے میدان عمل میں قدم رکھیے۔

۳۔ گھرانے میں شوہر و بیوی کے کردار پر زیادہ توجہ کی ضرورت

خواتین کے حقوق کے دفاع کیلئے تیسرا بنیادی اور لازمی نکتہ جو آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ میری نظر میں خواتین پر ظلم ستم کے جتنے مقامات بیان کیے گئے ہیں ان میں سب سے زیادہ ظلم گھرانے میں ہوا ہے۔ اس مسئلے کو آپ جتنا بیان کر سکتے ہیں، بیان کیجئے۔ یہ جو میں نے بیان کیا ہے کہ خواتین فلاں مقام و منصب کو حاصل کریں، یہ بعد کا مرحلہ ہے اور اتنا قابل اہمیت نہیں ہے۔ سب سے اہم مرحلہ شوہر اور بیوی کا آپس میں ایک دوسرے سے برتاؤ اور کردار کا مرحلہ ہے۔ اگر آپ ایسے قوانین وضع کر سکیں کہ جب ایک عورت اپنے شوہر کے گھر میں ہو تو امن و سکون کا احساس کرے تو یہ ایک قابل تحسین امر ہے۔

بیوی کیلئے امن و سکون کا ماحول فراہم کیجئے

انسان اپنی بیٹی کو بہت محنت، محبت، نرمی اور والدین سے عشق کے ساتھ پروان چڑھاتا ہے اور اس کے بعد وہ لڑکی جوانی کے مرحلے میں قدم رکھتی ہے۔ اس مرحلے میں بھی لڑکی اپنے والدین کے گھر میں ان کی بچی ہی شمار کی جاتی ہے، اس کے بعد اس کے ہاتھ پیلے کر کے اسے شوہر کے گھر بھیج دیا جاتا ہے اور اس کے بعد وہ ایک ایسی عورت کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے کہ جس سے (خاندانی مسائل، تربیت اولاد اور خانہ داری جیسے مسائل سے متعلق) ہر چیز کو سمجھنے، ہر چیز کو جاننے اور ہر کام کو انجام دینے کی توقع کی جاسکتی ہے! پس اگر عورت یہاں چھوٹی سی بھی غلطی

کرے تو وہ تنقید کا نشانہ بنتی ہے! لیکن یہ نہیں ہونا چاہیے۔ آپ ایسا کام کیجئے کہ جب ایک لڑکی شوہر کے گھر جائے تو وہ جس سن وسال میں بھی ہو امن وسکون کا احساس کرے اور اسے یہ اطمئنان حاصل ہو کہ وہ (شوہر یا شوہر کے گھر والوں کی طرف سے) کسی بھی قسم کے ظلم وستم کا نشانہ نہیں بنے گی۔ اس نکتے کی طرف توجہ فرمایئے! اگر آپ یہ ماحول فراہم کرسکیں تو ضرور اقدام کیجئے تو میری نظر میں آپ نے ایک بہت بڑا اقدم اٹھایا ہے۔ یعنی وہ اپنے شوہر کے گھر میں ناحق بات نہیں سنے یا اگر وہ کسی ظلم کا نشانہ بنے یا اس سے ناحق بات کی جائے تو اپنے حق کا دفاع کرسکے اور وہ قانونی امکانات کے ذریعے اپنے حق کو محفوظ رکھ سکے [1] اور یہ کام اتنا اہم ہے کہ میری نظر، توجہ اور فکر کا زیادہ حصہ (ایک مسلمان عورت کیلئے) اسی ماحول کی فراہمی میں مشغول ہے۔ میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ (ہمارے معاشرے سمیت دیگر اسلامی مما لک میں) عورت کو یہ ماحول فراہم نہیں ہوسکا ہے حتی کہ مومن ومتقی افراد کے گھروں میں بھی ایسا ماحول نہیں ہے اور موجودہ زمانے کے گھرانے بھی اس آئیڈیل ماحول سے محروم ہیں۔

---

[1] یہاں بہت سے لوگ ان توہمات کا شکار ہیں کہ یہ کیا حق وحقوق کی رٹ لگا رکھی ہے؟! حق وحقوق تو اس وقت بات ہے جب وہ اپنے باپ کے گھر میں ہو۔ جب وہ شوہر کے گھر آ گئی تو کون سا حق اور کیسے حقوق؟! سب کچھ ختم ہوجاتا ہے، اب اس کا جنازہ ہی اس کے شوہر کے گھر سے نکلے گا! وغیرہ وغیرہ۔۔۔ یہ افراد احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں۔ اگر لڑکی شوہر کے گھر آ جائے تو صحیح ہے کہ اس کے اپنے گھر سے متعلق کچھ حقوق ختم ہوجاتے ہیں لیکن شوہر کے گھر اس کے حقوق میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ جس میں سب سے پہلے امن وسکون کا ماحول اور ناحق بات اور ظلم وستم سے دوری وغیرہ شامل ہیں۔ شادی کرنے سے عورت کی ذات ختم نہیں ہوجاتی بلکہ شوہر کے گھر آنے سے اس کی شخصیت مزید نکھر جاتی ہے اور اس کا اجتماعی روپ سامنے آتا ہے، اب وہ ایک بیوی کے روپ میں پہلے سے زیادہ حساس وجود رکھتی ہے۔ اپنے میکے، والدین اور بہن بھائیوں کو چھوڑ کر آنے والی ایک لڑکی جواب شوہر کے ساتھ اس کے نئے گھر، نئے افراد اور نئے ماحول میں زندگی بسر کرنا چاہتی ہے۔ اس کے بعد وہ مزید حساس ہوجاتی ہے کیونکہ وہ اب تربیت اولاد کے مرحلے میں قدم رکھتی ہے۔ غرضیکہ شادی سے عورت کا وجود ختم ہونے کے بجائے مزید وسعت، نکھار اور خوبصورتی اور زیبائی حاصل کرتا ہے۔ (مترجم)

چند سال قبل ایک پی ایچ ڈی خاتون نے ہم سے شکایت کی کہ اس کا شوہر جو زیادہ تعلیم یافتہ نہیں ہے، مجھ پر (مختلف مسائل زندگی میں) زور وزبردستی کرتا ہے اور یہ خاتون اپنے حق کا دفاع نہیں کرسکتی ہے۔ یہ ایک نمونہ ہے اور ایسی بہت سی مثالیں ہیں اور افسوس یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں یہ چیزیں موجود ہیں۔ اگر آپ کچھ کرسکیں تو ان تمام چیزوں کو قوانین کے ذریعے ختم کردیجئے (تاکہ خواتین کے حقوق شوہروں کے ظلم اور زبردستی کی وجہ سے ضایع نہ ہوں)۔ وہ نکتہ کہ جسے میں نے پہلے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ مرد کی بہ نسبت عورت کا جسمانی لحاظ سے کمزور ہونا اس پر ظلم ہونے کا باعث بنا ہے تو اسے معرفت اور تعلیم کے ذریعے سے ایک جہت سے اور قانون کی مدد سے دوسری جہت سے مضبوط بنانا چاہیے یعنی خواتین کے ہاتھ میں ان کے حقوق کے دفاع کے اقتدار کے وسائل دینے چاہئیں۔

یہ وسائل، معرفت اور تعلیم کی طرف سے خواتین پر ظلم وستم کی راہ میں ایک طرف سے مانع بن جاتے ہیں جبکہ دوسری طرف قانون ہے جو خواتین کے حقوق اور ظلم سے ان کی حفاظت کرتا ہے۔ لہٰذا اگر یہ "دونوں طرف" خواتین کیلئے فراہم ہوجائیں تو یہ ایک قابل تحسین امر ہے۔ آپ اپنی خواتین کو تحصیل علم اور بیٹیوں کو اعلیٰ تعلیم کے حصول کی ترغیب دلائیے اور اعلیٰ تعلیمی مراکز میں اپنی بیٹیوں کے داخلے کو قانونی لحاظ سے سہل وآسان بنائیے۔ اگر یہ چیز حاصل ہوگئی تو میری نظر میں تمام چیزیں حاصل ہوجائیں گی۔ مثلاً فرض کیجئے کہ موجودہ زمانے میں ممکن ہے کہ خواتین کو اس بارے میں فکر لاحق ہو کہ وہ ڈرائیونگ کیوں نہیں کرتیں یا ٹرک ڈرائیور کیوں نہیں بنیں؟ فلاں کام انجام کیوں نہیں دیتیں؟ ان چیزوں کی اہمیت نہیں ہے اور نا ہی ان چیزوں کی قدر وقیمت ہے کہ انسان ان کیلئے جدوجہد کرے۔

ہندوستانی عورت اور روزانہ پانچ روپے اجرت!

میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا کہ میں ہندوستان میں ایک یونیورسٹی کے طالب علم کے گھر مہمان تھا۔ ہم دوپہر کے کھانے کے بعد استراحت کرنا چاہتے تھے تو اچانک باہر سے کسی چیز کے توڑنے کی آوازیں آنے لگی۔ میں نے کھڑکی سے دیکھا کہ ایک بڑا سا صحن نما میدان ہے کہ جس میں مختلف پتھر پڑے تھے اور ایک چالیس پچاس سالہ مزدور عورت ہتھوڑی ہاتھ میں لیے بڑے پتھروں کو توڑ رہی تھی۔ وہ عورت فربہ بدن کی مالک اور کالی تھی اور اس نے خاص قسم کا لباس پہنا ہوا تھا کہ جب خواتین یہ لباس (جمپر) پہنتی ہیں تو اپنے بدن کا ایک حصہ سینہ کا اوپری حصہ کھلا رہنے دیتی ہیں۔ یہ وہاں کے لباس کا انداز ہے کہ لباس میں سینے کا اوپری حصہ کھلا رہتا ہے اور یہ فیشن سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ مزدور عورت بھی اسی حلیے میں تھی اور محنت مزدوری کے دوران اس نے اپنے فیشن کو فراموش نہیں کیا تھا! وہ سخت محنت کرتے ہوئے مسلسل پتھروں کو توڑ رہی تھی۔ میں نے پوچھا کہ یہ عورت یہ کام کیوں کر رہی ہے؟

اس نے جواب دیا کہ "یہ مزدور ہے"۔

میں نے دوبارہ سوال کیا کہ "یہ روزانہ کتنی اجرت لیتی ہے؟"

اس نے کہا کہ "روزانہ کے چار یا پانچ روپے"۔

اس وقت ہندوستانی ایک روپیہ شاید ہمارے پندرہ ریال کے برابر تھا۔ یعنی ماہانہ تقریباً ایک سو بیس سے ایک سو پچاس روپے! اور اس کیلئے روزانہ چودہ یا بارہ گھنٹے محنت و مشقت کرتی اور پتھروں کو توڑتی تھی!

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی ماحول میں ایک عورت کو اس طرح کا کام نہیں دیا جاتا

ہے [1] اور یہ بات خود باعث افتخار ہے۔ البتہ عورت اپنے کھیتوں میں اپنے لیے کام کرتی ہے لیکن وہ دوسروں کی مزدور نہیں بنتی ہے۔ ایسے وقت ایک انسان آئے اور بڑی جدوجہد کے بعد فرض کیجئے کہ عورت کے ٹرک ڈرائیور ہونے کے امکانات فراہم کرے! ان باتوں کی قطعاً کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ [2]

---

[1] یہ تقریر اسلامی انقلاب کے تقریباً اٹھارہ سال بعد کی ہے۔ ایرانی معاشرے میں یقیناً یہ حالات نہیں رہے ہیں اور نہ ہی انقلاب کی کامیابی کے بعد تھے۔ مگر ہندوستان و پاکستان جیسے ترقی پذیر اور تیسری دنیا کے ممالک میں عورت بھی مرد مزدوروں کے ساتھ مکانات کی تعمیر، روڈوں کی تعمیر، سڑکوں کی صفائی اور دیگر کاموں کو انجام دیتی ہے۔ یہاں ہمارا معاشرہ عورت کی نسوانیت، اس کے صنف نازک ہونے اور اس کی عزت و آبرو کو یکسر فراموش کر دیتا ہے۔ (مترجم)

[2] ۱۹۹۷ میں پارلیمنٹ کی خواتین اراکین سے خطاب

پانچواں باب

اسلامی خواتین کا آئیڈیل

دریچہ

اسلام نے نہ صرف یہ کہ خواتین کیلئے حقوق، حدوداور آئیڈیل کو مشخص اور واضح کیا ہے بلکہ اپنی تعلیمات کے مطابق ان آئیڈیل اور مثالی نمونوں کو پرورش دیتے ہوئے انہیں عوام کے سامنے ان کی قدر و قیمت کا اندازہ لگانے اور پیروی کرنے کیلئے قرار دیا ہے۔

اسلام میں آئیڈیل شخصیات کی کوئی کمی نہیں ہے لیکن ان میں سب سے زیادہ معروف اور کامل شخصیت حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی ہے۔ اگر چہ کہ ان کی زندگی بہت مختصر تھی لیکن زندگی کے مختلف شعبوں، جہاد، سیاست، گھر اور معاشرے واجتماعیت میں ان کی زندگی کی برکت، نورانیت، درخشندگی اور جامعیت نے انہیں ممتاز اور بے مثل و بے نظیر بنا دیا ہے۔

خواتین اپنے حقوق اور اسلام کی نظر میں عورت کے کردار میں معیار و میزان کے فہم اور ان معیاروں کی اساس پر اپنی تربیت وخودسازی کی روش وطریقہ کار کی دستیابی کیلئے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا جیسی عظیم المرتبت شخصیت کو اپنے سامنے موجود پاتی ہیں اور اس بنا پر وہ دیگر آئیڈیل شخصیات سے بے نیاز ہیں۔ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا اور ان کی سراپا درس وسبق آموز زندگی کی طرف توجہ کرنا خواتین کو معنویت، اخلاق، اجتماعی فعالیت وجدوجہد اور گھرانے کے ماحول میں ان کی انسانی شان کے مطابق ایک مطلوبہ منزل تک پہنچانے کا باعث ہوگا۔

مردوں کے جہاد، فعالیت وجدوجہد اور خودسازی اور اجتماعی ومعاشرتی وظائف میں ان کی پیشرفت میں خواتین بہت اہم کردار کی مالک ہیں اور حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی زندگی میں یہ کردار بہت نمایاں نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی انقلاب میں یہ کردار بہت واضح صورت میں ظہور پذیر ہوا اور تاریخ نے اس کردار کو سنہری حروف سے اپنے دامن میں محفوظ کرلیا ہے۔

پہلی فصل

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی جامع وکامل شخصیت

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا، عظیم نعمت الٰہی

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی شخصیت کی نسبت محبت ومجذوبیت کے مراحل کے بعد ہم جس نکتے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم معدن نور اور فضیلت کے اس منبع سے جتنی محبت کریں گے وہ کم ہی ہوگی اور اس میں ہمیشہ تشنگی باقی رہے گی۔ ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ اس قلبی اور روحانی رابطے ورشتے کے ضمن میں ہمارا کیا وظیفہ ہے۔ چنانچہ اگر ہم نے اپنی اس ذمے داری پر توجہ نہیں دی اور اس کے تقاضے پورے نہیں کیے تو ممکن ہے خدانخواستہ یہ محبت ہمیں وہ نتیجہ نہ دے کہ جس کا ہم انتظار کر رہے ہیں کیونکہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کوئی معمولی شخصیت نہیں ہیں۔ وہ تاریخ بشریت کی اعلیٰ ترین شخصیات میں سے ایک ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ

"یاسیدۃ نساء العالمین"۔

راوی نے سوال کیا کہ

"ھی سیّدۃ نسآء عالمھا ؟"،

کیا آپ کی جدہ امجد اپنے زمانے کی خواتین کی سردار تھیں؟

امام نے جواب دیا کہ

"ذاك مریم"،

وہ جناب مریم سلام اللہ علیہا تھیں

جو اپنے زمانے کی خواتین کی سردار تھیں،

"ھی سیّدۃ نسآء الاوّلین والاٰخرین فی الدّنیا و الآخرۃ" [1]

"وہ دنیا وآخرت میں اولین وآخرین کی سرور زنان ہیں"

اور ان کی یہ عظمت ان کے زمانے تک محدود نہیں ہے۔ اگر آپ تمام مخلوقات عالم میں پوری تاریخ میں خلق کیے گئے ان کھربوں انسانوں کے درمیان اگر انگلیوں پر شمار کی جانے والی بہترین شخصیات کو ڈھونڈھنا چاہیں تو ان میں سے ایک یہی مطہرہ و منورہ شخصیت ہے کہ جس کا نام اور یاد و ذکر ہمیں عطا کیا گیا ہے۔ خداوند عالم نے اپنے فضل واحسان کے ذریعے ہمیں یہ موقع دیا ہے کہ اپنی زندگی کے کچھ حصوں کو ان کی یاد میں بسر کریں، ان کے بارے میں باتیں کریں اور اس عظیم ہستی سے متعلق باتوں کو سنیں۔ لوگوں کی اکثریت ان سے غافل ہے جبکہ یہ ہم پر خداوند متعال کا بہت بڑا لطف و کرم ہے کہ ہم ان سے متمسک ہیں۔ یعنی وہ اتنی عظیم المرتبت شخصیت کی مالک ہیں کہ بڑے بڑے مسلمان علما اور مفکرین یہ بحث کرتے تھے کہ کیا حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی شخصیت بلند ہے یا امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کا مقام زیادہ ہے؟

کیا یہ کوئی کم مقام وحیثیت ہے کہ مسلمان علما بیٹھیں اور ایک کہے کہ علی کا مرتبہ زیادہ بلند ہے اور ایک کہے زہرا سلام اللہ علیہا کی عظمت زیادہ ہے! یہ بہت بلند مقام ہے۔ لہٰذا اس عظیم

---

[1] بحار الانوار جلد ۴۳ صفحہ ۲۶

المرتبت ذات سے ہمارے تعلق اور محبت نے ہمارے دوش پر ایک بہت سنگین ذمے داری عائد کی ہے۔ وہ ذمہ داری یہ ہے کہ ہم اس عظیم ذات کی سیرت اور نقش قدم پر چلیں، خواہ ان کا ذاتی و انفرادی کردار ہو یا ان کی اجتماعی و سیاسی زندگی۔ راستہ یہی ہے کہ جس نے آج خداوند عالم کے فضل وکرم سے لوگوں کیلئے انقلاب کی راہ ہموار کی ہے۔

یہ وہی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی راہ ہے یعنی خودسازی (تعمیر ذات) اور جہان سازی (تعمیر دنیا) کی راہ۔ خودسازی یعنی اس جان وروح کی آبادی وتعمیر کہ جس کیلئے جسم کا پیکر خاکی دیا گیا ہے فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا:

"كانت تقوم في محراب عبادتها حتّٰى تورّمت قدماها" [1]

اس عظیم اور جوان دختر نے کہ جو اپنی شہادت کے وقت صرف اٹھارہ سال کی تھی، اتنی عبادت کی آپ کے پاؤں ورم کر جاتے تھے! یہ عظیم المرتبت خاتون اتنے عظیم مقام ومنزلت کے باوجود گھر کے کام بھی خود انجام دیتی تھیں اور شوہر کی خدمت بچوں کی دیکھ بھال اور تربیت بھی انہی کے ذمے تھی۔

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے بچپن کا سخت ترین زمانہ

یہ عظیم خاتون ایک گھریلو عورت تھی، اس کا اپنا گھر تھا، شوہر، بچے سب کچھ اور یہ اپنے بچوں کی بہترین تربیت کرنے والی ماں بھی تھی۔ یہ بانوئے عصمت وطہارت، زندگی کے سخت سے سخت مراحل میں اپنے شوہر اور والد کیلئے دلجوئی اور دلگرمی کا سبب تھی۔ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے بعثت کے پانچویں سال دنیا میں قدم رکھا کہ جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت حق اپنے عروج

---

[1] بحارالانوار۔ جلد ۴۳ صفحہ ۷۶

پر تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ تمام سختیوں، مشکلات اور مصائب نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے گھرانے کو اپنے نشانے پر لیا ہوا تھا۔

یہ واقعہ تو آپ نے سنا ہی ہے کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی ولادت کے وقت شہر کی خواتین حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کی مدد کیلئے نہیں آئی تھیں۔ یہ بہت بڑی بات ہے کہ جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفار سے مقابلہ کر رہے تھے تو اس وقت کفار مکہ نے آپ کا ہر طرح سے بائیکاٹ کیا ہوا تھا اور ہر قسم کے رابطے اور تعلقات کو بالکل قطع کر دیا تھا تاکہ اس کے ذریعے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دباؤ ڈالا جاسکے۔ یہ وہ مقام تھا کہ جہاں حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا جیسی فداکار اور ایثار کرنے والی عورت نے استقامت دکھائی۔ آپ اپنے شوہر حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلجوئی فرماتیں اور اس کے بعد گھر میں اپنی بیٹی کی دیکھ بھال اور تربیت کرتیں۔ جب یہ دختر نیک اختر بڑی ہوئی اور پانچ چھ سال کی عمر کو پہنچی تو شعب ابی طالب علیہ السلام کا واقعہ پیش آیا۔ آپ نے اس کوہستانی وادی کی گرمی، بھوک، سختی، دباؤ اور غریب الوطنی کی مشکلات کو اس وقت تحمل کیا کہ جب سب نے ساتھ چھوڑ دیا تھا۔

شعب ابی طالب علیہ السلام میں آفتاب کی تمازت سے دہکنے والے دن، سرد راتیں اور اس علاقے کی شب و روز میں ناقابل تحمل آب و ہوا، ان دشوار حالات میں بچے بھوکے پیٹوں اور تشنہ لبوں کے ساتھ ان افراد کے سامنے تڑپتے رہتے تھے۔ سختی اور مشکلات کے یہ تین سال کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکے سے باہر بیابان میں اسی طرح گزارے۔

فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اپنے والد کی مونس و غمخوار

یہ بیٹی، ان سخت ترین حالات میں اپنے والد کیلئے فرشتہ نجات تھی اور یہ زمانہ تھا کہ جب

حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا نے داعی اجل کو لبیک کہا اور یہی وقت تھا کہ جب آپ کے محسن اور چچا، حضرت ابوطالب علیہ السلام نے دنیا سے رخت سفر باندھا اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یکتا و تنہا چھوڑ دیا۔ یہ وہ وقت تھا کہ جب یہ بیٹی اپنے باپ کی دلجوئی کرتی تھی، ان کی خدمت کرتی اور غم و مشکلات کی گرد وغبار کو ان کو چہرے سے صاف کرتی۔ اس بچی نے اپنے باپ کی اتنی خدمت کی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سات، آٹھ سالہ دختر کو کہا "امّ ابیھا"، یعنی "ماں" یعنی یہ بچی اپنے والد کی ماں کی طرح دیکھ بھال کرتی تھی۔

ایسا باپ کہ عالم کی تمام مشکلات نے جسے اپنے نشانے پر لیا ہوا تھا لیکن اس کے باوجود تمام بشریت کی ہدایت کی ذمہ داری اس کے دوش پر تھی۔ وہ ایسا پیغمبر تھا کہ اس کا رب اسے سختیوں، مشکلات، غموں کے برداشت کرنے اور حق میں مسلسل اور ان تھک محنت و مشقت کی وجہ سے اس کی دلجوئی کرتا ہے۔

"طٰهٰ ما آنزلنا علیك القران لتشقیٰ" [1]

اے رسول تم خود کو اتنی سختی میں کیوں ڈالتے ہو؟

اتنا رنج کیوں اٹھاتے ہو اور اپنی پاک و پاکیزہ روح پر اتنا دباؤ کیوں ڈالتے ہو؟

یہ وہ مقام ہے کہ جہاں خدا اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دیتا ہے۔ ان سخت ترین حالات میں حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پر دباؤ بہت زیادہ تھا اور دشوار ترین حالات میں یہ چھوٹا فرشتہ، معنوی وملکوتی روح کی حامل بیٹی اور دختر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس نور کی مانند ہے جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نئے مسلمان ہونے والے افراد کی تاریک شبوں میں اپنی پوری آب و تاب اور نورانیت کے ساتھ چمک رہا ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام کا وجود بھی بالکل ایسا ہی نورانی تھا۔ روایت میں ہے کہ

---

[1] سورہ طٰہٰ/۱۔۲

"سمّیت فاطمۃ زھرا" [1]

حضرت فاطمہ کو "زہرا" اس لیے کہا جاتا ہے آپ دن میں تین بار حضرت علی علیہ السلام کی نگاہوں کے سامنے جلوہ فرماتیں۔

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی علمی فضیلت اور راہ خدا میں آپ کا جہاد

اگر عورت مرد کی پشت پناہ ہو اور زندگی کے مختلف میدان ہائے عمل میں اس کے شانہ بشانہ، قدم بقدم اور اس کی ہمت و حوصلے کو بڑھانے والی ہو تو مرد کی قوت و طاقت کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ یہ حکیمہ، عالمہ اور محدثہ خاتون، یہ خاتون کہ جو عالم ہائے غیب سے متصل تھی، یہ خاتون کہ فرشتے جس سے ہمکلامی کا شرف حاصل کرتے تھے [2] اور یہ عظیم المرتبت ہستی کہ جس کا قلب، علی علیہ السلام و پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلوب کی مانند ملک وملکوت کے عالموں کی نورانیت سے منور تھا، اپنی تمام تر استعداد و صلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے اور اپنے تمام تر اعلیٰ درجات کے ساتھ تمام مراحل زندگی میں جب تک زندہ رہی (اپنے شوہر، صحابی رسولؐ، اپنے امام وقت اور) امیر المومنین علیہ السلام کے پیچھے ایک بلند و بالا اور مضبوط پہاڑ کی مانند کھڑی رہی۔

آپ نے اپنے امام وقت اور اس کی ولایت کے دفاع کیلئے کسی بھی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کیا اور حضرت علی علیہ السلام کی حمایت میں ایک بہت ہی فصیح و بلیغ خطبہ دیا۔

علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فصاحت و بلاغت کے علما اور دانشوروں نے اس خطبے

---

[1] بحار الانوار جلد ۴۳ صفحہ ۱۶

[2] حضرت استاد مولانا سید آغا جعفر نقوی مرحوم اپنے استاد آیت اللہ شیخ محمد شریعت اصفہانی (آقائے شریعت) سے نقل فرماتے تھے کہ حدیث کسا کی راوی حضرت زہرا سلام اللہ علیہا ہیں اور یہ آپ کی عظمت و فضیلت ہے کہ آپ حضرت جبرئیل علیہ السلام اور خدا کے درمیان ہونے والی گفتگو کو خود سن کر نقل فرما رہی ہیں! (مترجم)

کی فصاحت و بلاغت، اعلیٰ اور بے مثال کلمات، جملوں کی ترتیب، معانی اور اس کے ظاہر و باطن کی خوبصورتی سے اپنے ہاتھوں کو کاٹ ڈالا ہے! یہ نکتہ بہت ہی عجیب ہے۔ علامہ مجلسی نے ائمہ علیہم السلام سے اتنی کثیر تعداد میں روایات کو نقل کیا اور ہمارے لیے گراں بہا ذخیرہ چھوڑا ہے لیکن جب اس خطبے کے مقابل اپنے آپ کو پاتے ہیں تو ان کا وجود فرط جذبات و احساسات اور خطبے کی عظمت سے لرز اٹھتا ہے! یہ بہت ہی عجیب خطبہ ہے اور اسے نہج البلاغہ کے خوبصورت اور فصیح و بلیغ ترین خطبوں کا ہم وزن شمار کیا جاتا ہے۔

ایسا خطبہ جو شدید ترین غم و اندوہ کے عالم میں، مسجد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سینکڑوں مردوں اور مسلمانوں کے سامنے دیا جاتا ہے۔ یہ خطبہ بغیر کسی تیاری اور تفکر کے فی البدیع اس عظیم خاتون کی زبان پر جاری ہوتا ہے۔ اس کا وہ بیان رسا، اس کی حکمتیں، عالم غیب سے اس کا رابطہ، وہ عظیم ترین مطالب، وہ معرفت الٰہی و شریعت کے گوہر ہائے بے مثل و بے نظیر، وہ عمق و گہرائی، وہ عظمت الٰہی کو بیان کرنے والے کلام کی رفعت و بلندی اور سب سے بڑھ کر وہ نورانی قلب کہ جس سے حکمت و معرفت کہ یہ چشمے جاری ہوئے، وہ نورانی بیان کہ جس نے سب کو مبہوت کر دیا اور وہ نورانی اور مبارک زبان کہ جس کے ذریعے اس خاتون نے اپنے کلمات کو خدا کی راہ میں بیان کیا۔ اس تمام عظمت و فضیلت کے بارے میں ہمارے سرمائے کی کیا حیثیت ہے کہ اگر ہم اسے مکمل طور پر خدا کی راہ میں خرچ کر دیں! ہمارے سرمائے کیا حیثیت رکھتے ہیں؟ کیا ہمارا سرمایہ اس عظیم سرمائے کہ جسے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا، ان کے شوہر، ان کے والد ماجد اور ان کی اولاد نے خدا کی راہ میں خرچ کیا، قابل مقائسہ ہے؟!

ہمارا یہ مختصر علم، ہماری یہ نا قابل قوت بیان و زبان، قلیل سرمایہ، مختصر پیمانے پر ہمارا اثر و نفوذ، ہماری محدود صلاحیتیں اور نچلی سطح کی مختصر سی معرفت اس عظیم اور بے مثل و نظیر ذخیرے کے مقابلے میں کہ جسے خداوند عالم نے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے ملکوتی و نورانی وجود میں قرار دیا

تھا، کس اہمیت کا حامل ہے؟! ہمارے پاس ہے ہی کیا جو راہ خدا میں بخل سے کام لیں؟ آج علی علیہ السلام، فاطمہ سلام اللہ علیہا اور ائمہ کی راہ وہی امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کی راہ ہے۔ اگر کسی نے اس (راہ اور اس راہ دکھانے والی شخصیت) کو نہ جانا اور نہ سمجھا ہو تو اسے اپنی بصیرت کے حصول کیلئے از سر نو جدوجہد کی ضرورت ہے۔ ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے، اسی راہ میں خرچ کرنا چاہیے اور یہی وہ چیز ہے کہ جو اہل بیت علیہم السلام سے ہمارے تعلق اور لگاؤ کو حقیقت کا رنگ بخشتی ہے۔ [1]

فاطمہ سلام اللہ علیہا، عالم ہستی کا درخشاں ستارہ

ہم نے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے بارے میں حقیقتاً بہت کم گفتگو کی ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ ہمیں نہیں علم کہ ہم کیا کہیں اور کیا سوچیں؟ اس انسیہ حوراء، روح مجرد اور خلاصہ نبوت ولایت کے بابرکت وجود کے ابعاد اور جہات ہمارے سامنے اتنے زیادہ وسیع، لامتناہی اور ناقابل درک ہیں کہ ہم جب اس شخصیت پر نگاہ ڈالتے ہیں تو وادی حیرت میں ڈوب جاتے ہیں۔ آپ اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ زمانہ ان من جملہ سے تعلق رکھتا ہے کہ جو انسان کی شخصیت کو صحیح طور پر پہچاننے اور درک کرنے کی راہ میں مانع ہوتے ہیں۔

عالم بشریت کے اکثر و بیشتر ستارے اپنی حیات میں اپنے ہم عصر افراد کے ذریعے ناقابل شناخت رہے اور انہیں پہچانا نہیں گیا۔ انبیا و اولیا میں سے بہت کم افراد ایسے تھے جو اپنے قریبی ترین مخصوص و مختصر افراد کے ذریعے پہچانے گئے۔ لیکن حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی شخصیت ایسی ہے کہ جس کی نہ صرف اپنے زمانے میں اپنے والد، شوہر، اولاد اور خاص شیعوں کے ذریعے سے بلکہ ان افراد کے ذریعے سے بھی کہ جو حضرات زہرا سلام اللہ علیہا سے شاید اتنے قریب

---

[1] ۱۵ دسمبر ۱۹۹۲ میں نوحہ خوان حضرات سے خطاب

بھی نہیں تھے، مدح وثنا کی گئی ہے۔

اہل سنت کی کتابوں میں حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی شخصیت

اگر آپ اہل سنت محدثین کی حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے بارے میں لکھی ہوئی کتابوں کا مطالعہ کریں تو آپ دیکھیں کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان حضرت صدیقہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کی مدح و ستائش میں بہت سی روایات نقل کی گئی ہیں یا حضرت زہرا سلام اللہ علیہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کردار وسلوک کو بیان کیا گیا ہے یا ازواج نبی یا دیگر شخصیات کی زبانی تعریف کی گئی ہے۔

حضرت عائشہ سے یہ معروف حدیث نقل کی گئی ہے:

"مَا رَأَيْتُ أَحَداً أَشْبَهَ حَدِيثاً وَ كَلَاماً بِرَسُولِ اللهِ ﷺ مِنْ فَاطِمَةَ" [1]

میں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل وشمائل، ظاہری قیافے، درخشندگی اور حرکات ورفتار کے لحاظ سے کسی ایک کو بھی فاطمہؑ سے زیادہ شباہت رکھنے والا نہیں پایا"

"أَنَّ فَاطِمَةَ كَانَتْ إِذَا دَخَلَتْ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ قَامَ لَهَا" [2]

جب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لاتیں تو آپؐ ان کے

---

[1] کشف الغمة فی معرفة الائمة (ط-القديمة) / ج 1 / 453 / فی فضائلها..... ص:450

کتب اہل سنت:

۱۔ترمذی الجامع الصحیح ۵:۰۰ ۷، رقم ۳۸۷۲

۲۔ابوداود السنن ۴: ۳۵۵، رقم ۵۲۱۷

۳۔نسائی فضائل الصحابہ ۷۸،۷۷ رقم: ۲۶۴

۴۔حاکم المستدرک ۴: ۳۰۳ رقم: ۴۷۳۲ ۱۵

[2] مناقب آل أبی طالب علیهم السلام (لابن شهرآشوب) / ج 3 / 333 / فصل فی حب النبی إياها..... ص:331

احترام میں کھڑے ہوجاتے اور مشتاقانہ انداز میں ان کی طرف بڑھ کر ان کا استقبال کرتے۔ یہ ہے "قَامَ لَهَا" کی تعبیر کا معنی۔ ایسا نہیں تھا کہ جب حضرت زہرا سلام اللہ علیہا تشریف لاتیں تو آپؐ صرف کھڑے ہو کر ان کا استقبال کرتے، نہیں!

"قَامَ لَهَا"

یعنی کھڑے ہو کر ان کی طرف قدم بڑھاتے۔

بعض مقامات پر اسی راوی نے اس روایت کو اس طرح نقل کیا ہے کہ

"و کان یقبّلها و یجلسها مجلسه"

"وہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو پیار کرتے، چومتے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ پر بٹھاتے"۔

یہ ہے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا مقام ومنزلت۔ اس باعظمت شخصیت کے بارے میں ایک عام انسان کی کیا مجال کہ وہ لب کشائی کرے!

سیرت حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی کما حقہ معرفت

میرے محترم دوستو! حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی عظمت وفضیلت ان کی سیرت میں واضح وآشکار ہے۔ ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ ہم حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے بارے میں کیا شناخت وآشنائی رکھتے ہیں۔ اہل بیت علیہم السلام کے محبوں نے پوری تاریخ میں حتی الامکان یہی کوشش کی ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی کما حقہ معرفت حاصل کریں۔ ایسا نہیں ہے کہ کوئی یہ خیال کرے کہ یہ عظیم شخصیت صرف ہمارے زمانے میں ہی ہردلعزیز ہے۔

آج الحمدللہ اسلامی حکومت کا زمانہ ہے اور حکومت قرآن، حکومت علوی اور حکومت

اہل بیت علیہم السلام کا دوردورہ ہے۔ جو کچھ دل میں موجزن ہے وہ زبانوں پر بھی جاری ہوتا ہے اور ہمیشہ سے ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔

دنیائے اسلام کی قدیم ترین جامعہ (یونیورسٹی) جس کا تعلق تیسری اور چوتھی صدی ہجری سے ہے، حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے نام پر ہے۔ اسی معروف جامعۃ الازھر کا نام حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے نام سے اخذ کیا گیا ہے۔ ان ایام میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے نام پر یونیورسٹی بناتے تھے۔ مصر میں حکومت کرنے والے فاطمی خلفاء سب شیعہ تھے۔ بنابرایں، صدیوں سے شیعوں کی یہی کوشش رہی ہے کہ اس عظیم ہستی کی کما حقہ معرفت حاصل کریں۔

عظمت خدا کا ایک نمونہ!

ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ ہم تمام ستاروں سے اپنی راہ تلاش کریں۔

"وبالنّجم هم يهتدون" [1]

عاقل انسان کا یہی عمل ہوتا ہے۔ ستارہ جو آسمان پر چمک رہا ہے اس سے استفادہ کرنا چاہیے۔ ستاروں کی بھی اپنی ایک عجیب اور عظیم دنیا ہے۔ کیا یہ ستارے یہی ہیں کہ جو ہم اور آپ دیکھ رہے ہیں؟ کہتے ہیں کہ آسمان پر چمکنے والے ان چھوٹے سے ستاروں میں سے بعض ستارے کہکشاں کہ جس میں خود اربوں ستارے موجود ہیں، سے بڑے ہیں! قدرت الٰہی کی نہ کوئی حد ہے اور نہ کوئی اندازہ۔ عاقل انسان کہ جسے خداوند عالم نے قوت بصارت دی ہے، کو چاہیے کہ اپنی زندگی کیلئے ان تمام ستاروں کے وجود سے فائدہ حاصل کرے۔ قرآن کہتا ہے کہ "وبالنّجم ھم یھتدون"۔ یہ ستاروں کے ذریعے سے راستہ کو پاتے ہیں۔

---

[1] سورہ نحل/١٦

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا سے درس خدا لیجئے!

میرے عزیز دوستو! عالم خلقت کا یہ درخشاں ستارہ ایسا نہیں ہے جو ہمیں نظر آ رہا ہے، اس کی حقیقت اور مقام و منزلت اس ظاہری اور نظر آنے والے وجود سے بہت بلند و برتر ہے۔ ہم حضرت زہرا سلام اللہ علیہا سے صرف ایک نور و روشنی دیکھ رہے ہیں لیکن حقیقت اس سے بہت آگے اور بلند ہے۔ میں اور آپ ان بزرگوار ہستی سے کیا استفادہ کر سکتے ہیں؟ روایت میں ہے کہ

"تظهر الأهل السّمآء"

عالم ملکوت کے رہنے والوں کی آنکھیں حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے نور سے خیرہ ہو جاتی ہیں، تو میں اور آپ کیا حقیقت رکھتے ہیں!

یہاں ایک بنیادی سوال یہ ہے کہ ہم اس عظیم ہستی کے وجود سے کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں؟ چاہیے کہ اس روشن و درخشاں ستارے سے خدا اور اس کی بندگی کی راہ کو ڈھونڈیں کیونکہ یہی سیدھا راستہ ہے اور فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے اس راہ کو پایا اور فاطمۃ الزہرا بن گئیں۔ خداوند عالم نے ان کے وجود کو اعلیٰ و ارفع قرار دیا، اس لیے کہ وہ جانتا تھا کہ وہ عالم مادہ اور عالم ناسوت کے امتحان میں اچھی طرح کامیاب ہوں گی۔

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے صبر اور غور و فکر کی عظمت!

امتحنك الله الّذی خلقك قبل ان يخلقك فوجدك لما امتحنك صابرة"[1]

---

[1] مناقب، جلد ۳، صفحہ ۳۴۱

خدا نے آپ کی تخلیق سے قبل امتحان لیا اور ان تمام حالات میں آپ کو صابر پایا۔

اگر خداوند عالم نے (خلقت سے قبل) ان کے (نورانی) وجود پر اپنا خاص لطف کیا ہے تو اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ وہ جانتا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا (دنیوی) امتحانات میں کس طرح کامیاب ہوں گی۔ ورنہ بہت سے افراد کی شروعات تو بہت اچھی تھیں۔

لیکن کیا وہ سب امتحانات میں کامیاب ہو گئے؟ ہمیں اپنی نجات کیلئے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی زندگی کے اس حصے کی اشد ضرورت ہے۔ یہ حدیث شیعہ راویوں سے نقل کی ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا سے فرمایا:

"یا فاطمة بنت محمّد! انّی لا اغنیٰ عنك من الله شیئا"۔

اے میری پیاری لخت جگر، اے میری فاطمہ میں خدا کیلئے تم کو کسی چیز سے بے نیاز نہیں کر سکتا ہوں۔

یعنی تم اپنے غور و فکر کے ذریعے سے بارگاہ الٰہی میں آگے بڑھو اور ایسا ہی تھا۔ وہ اپنی فکر و معرفت کے ذریعے اس مقام تک پہنچیں۔

دوسری فصل

عملی سیرت

فاطمہ سلام اللہ علیہا، ماں کی خالی جگہ

آپ توجہ کیجئے کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے اپنے بچپن سے لیکر شہادت تک کی مختصر زندگی کس طرح بسر کی ہے؟ اپنی شادی سے قبل کہ جب وہ ایک چھوٹی سے لڑکی تھیں تو انہوں نے نور ورحمت کے پیغمبر، دنیائے نور کو متعارف کرانے والی عظیم شخصیت اور عظیم عالمی انقلاب کے رہبر و مدیر کے ساتھ کہ جن کا انقلاب تا قیامت باقی رہے گا کہ جس دن سے انہوں نے اس پرچم توحید کو بلند کیا، حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے ایسا برتاؤ کیا کہ ان کی کنیت "امّ ابیھا"، "اپنے والد کی ماں" رکھی گئی۔

یہ تھی ان کی خدمت، کام، محنت و مشقت اور جدوجہد۔ بغیر کسی وجہ کے تو ان کو "امّ ابیھا" نہیں کہا جاتا ہے۔ خواہ وہ مکے کے شب و روز ہوں یا شعب ابی طالب علیہ السلام کے اقتصادی و معاشی محاصرے کے سخت ترین دن و رات یا وہ وقت کہ جب آپ کی والدہ حضرت خدیجہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تنہا چھوڑ گئیں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک کو مختصر عرصے میں دو صدمے

اٹھانے پڑے، یعنی حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا اور حضرت ابوطالب علیہ السلام کی پے در پے وفات۔ ایسے کڑے و مشکل وقت میں حضرت زہرا سلام اللہ علیہا آگے بڑھیں اور اپنے ننھے ہاتھوں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک پر پڑے ہوئے غم واندوہ کے گرد وغبار کو صاف کیا اور اپنے والد کی تسلی کا سبب بنیں۔ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی جدوجہد یہاں سے شروع ہوئی۔ آپ دیکھئے کہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی شخصیت اور جدوجہد کا یہ بحر بیکراں کتنا عظیم ہے!

طلوع اسلام کے بعد علی و فاطمہ سلام اللہ علیہا کی خدمات

اس کے بعد اسلام کا آفتاب طلوع ہوتا ہے اور اس کے بعد آپ حضرت علی مرتضی علیہ السلام سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہو جاتی ہیں۔ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام ایک فداکار اور انقلابی رضا کار کا مصداق کامل ہیں۔ یعنی ان کا پورا وجود اسلام کی تبلیغ اور اسے مضبوط بنانے اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی و رضا کے حصول کیلئے وقف تھا۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اپنی ذات کیلئے کوئی سرمایہ نہیں چھوڑا۔ حضرت ختمی مرتبت کی حیات مبارکہ کے آخری دس سالوں میں امیر المومنین نے جو کام بھی انجام دیا وہ صرف اسلام کی پیشرفت کیلئے تھا۔

یہ جو کہا جاتا ہے کہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا، امیر المومنین اور ان کے بچے کئی کئی دن بھوکے رہتے تھے تو اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کے پاس جو کچھ تھا وہ سب راہ خدا میں نئے مسلمان ہونے والوں کیلئے وقف کر دیا تھا۔ ورنہ تو اگر یہ جوان تجارت اور کمانے کی فکر کرتا تو سب لوگوں سے زیادہ کما سکتا تھا۔ یہ وہی علی علیہ السلام ہیں کہ جو آنے والے زمانے میں کنویں کھودتے تھے اور جب پانی تیزی سے ابلنے لگتا تو باہر تشریف لاتے اور مٹیالے پانی میں آلودہ اپنے ہاتھ و پیر کو دھوئے بغیر بیٹھ کر کنویں کو وقف کرنے کا حکم تحریر فرماتے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے اس قسم کے کام

بہت زیادہ انجام دیئے ہیں، کتنے ہی نخلستانوں کو آپ نے خود آباد و سرسبز و شاداب بنایا ہے، یہ وہی مدینہ ہے تو امیر المومنین اس مدینے میں بھوکے کیوں رہیں؟ حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا خدمت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تشریف لے گئیں تو فاقوں کی وجہ سے آپ کا رنگ زرد ہو گیا تھا۔ جب حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی اس حالت کا مشاہدہ کیا تو ان کا دل بہت بیقرار ہوا اور انہوں نے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کیلئے دعا کی۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی تمام جدوجہد کا ہدف، خوشنودی خدا کا حصول اور اسلام کی پیشرفت تھی، انہوں نے اپنے لیے کوئی ایک کام بھی انجام نہیں دیا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ایک رضا کار کا مصداق کامل ہیں۔ میں علی و فاطمہ سلام اللہ علیہا کے نام نامی سے منسوب اس ملک کے تمام رضا کاروں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو اپنے لیے اسوۂ عمل قرار دیں۔ اس لیے کہ پوری دنیا میں مسلمان رضا کاروں کیلئے سب سے بہترین اور بزرگ ترین اسوہ، حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔

علی علیہ السلام سے شادی کیلئے خدا کا انتخاب

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا سے شادی کے بہت سے طلبگار تھے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے اس لئے کہ آپ عالم اسلام کے عظیم رہبر اور حاکم وقت کی صاحبزادی تھیں۔ رشتے کے طلبگاروں میں بڑے بڑے افراد، صاحب مقام وحیثیت اور ثروت مند افراد شامل تھے۔ لیکن حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے راہ الٰہی میں اپنی پوری دنیا کو وقف کر دینے والے پاکیزہ نوجوان، جو ہمیشہ میدان جنگ کا شہسوار تھا، کا انتخاب کیا۔ یعنی یہ انتخاب خدا نے کیا تھا اور وہ بھی خدا کے انتخاب سے راضی اور خوشحال تھیں۔

رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کے بعد حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے حضرت علی کے ساتھ اس طرح زندگی بسر کی کہ امیر المومنین علیہ السلام ان سے پوری طرح سے راضی تھے۔ اپنی عمر کے آخری ایام میں حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے حضرت علی علیہ السلام سے جو الفاظ ادا کیے وہ اسی چیز کی عکاسی کرتے ہیں کہ میں آج عید کے دن ان (مصائب کے) جملوں کو دہرانا نہیں چاہتا۔ انہوں نے صبر سے کام لیا، بچوں کی صحیح تربیت کی اور ولایت کے دفاع کیلئے تن من دھن، سب کچھ قربان کر دیا۔ اس راہ میں تما صعوبتوں کو برداشت کیا اور اس کے بعد خندہ پیشانی سے شہادت کا استقبال کیا اور اسے خوشی خوشی گلے لگایا۔ [1]

---

[1] نومبر ۱۹۹۴ میں نوحہ خواں حضرات سے خطاب

تیسری فصل

شوہروں کی جدوجہد وفعالیت میں خواتین کا بنیادی کردار

عورت کا جہاد؟!

مختلف شعبہ ہائے زندگی میں ایک مرد مختلف قسم کی جدوجہد اور فعالیت انجام دینے میں اپنی بیوی کے ساتھ دینے، ہمراہی، صبر اور موافقت کا مرہون منت ہے اور ہمیشہ یہی ہوتا رہتاہے۔ یہ جو کہا گیا کہ "جھاد المرآۃ حسن التّبعّل"، عورت کا جہاد بہترین شوہر داری ہے۔ "حسن التّبعّل" کا کیا مطلب ہے؟ کچھ لوگ خیال کرتے ہیں کہ عورت کا جہاد یہ ہے کہ وہ صرف شوہر کے آرام وسکون کے وسائل فراہم کرے، حسن التّبعّل صرف یہ نہیں ہے اور نہ ہی یہ جہاد ہے۔ عورت کا جہاد یہ ہے کہ جب ایک مومن وفدا کار عورت کا شوہر مختلف قسم کی سنگین ذمے داریوں کا حامل ہے تو اس سنگین ذمے داری کا بار گراں آپ کے کندھوں پر بھی آئے گا اور آپ خواتین بھی ان کی ماموریت اور وظائف میں شریک ہوں گی۔ آپ خواتین کی خدمات اسی طرح

کی ہیں۔

جب مرد دن بھر کے کام، کاج، تجارت اور دیگر وظائف کی بجا آوری سے تھکا ہارا گھر لوٹتا ہے تو اس کی تھکاوٹ کے اثرات گھر میں بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ جب وہ گھر میں قدم رکھتا ہے تو تھکا ہوا، خستہ تن اور کبھی بد اخلاق بھی ہوتا ہے۔ اس کے کام، آفس یا تجارت و بازار سے آنے والی یہ خستگی، بداخلاقی اور درد سر گھر کی اندورنی فضا میں بھی منعکس ہوتی ہے۔ اب اگر یہ عورت جہاد کرنا چاہتی ہے تو اس کا جہاد یہ ہے کہ وہ شوہر کی بداخلاقی اور کم ہمتی کا خوش اخلاقی سے جواب دے، ان سختیوں اور زحمتوں کے ساتھ اپنی شیریں زندگی کی تعمیر کرے اور خدا کی خوشنودی کیلئے انہیں برداشت کرے۔ اسے کہا جاتا ہے **حسن التّبعّل** یا بہترین شوہر داری۔

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا عظیم ترین جہاد!

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینے ہجرت کی تو امیر المومنین علیہ السلام کی عمر مبارک تقریبا تئیس یا چوبیس سال تھی۔ ہجرت کے فورا بعد مختلف قسم کے غزوات اور جنگیں شروع ہو گئیں۔ ان تمام جنگوں یا غزوات میں یہ نوجوان یا علمدار سپاہ اسلام تھا یا سب سے آگے آگے رہتا تھا یا جنگ کا شجاع ترین مجاہد تھا۔ غرضیکہ سب سے زیادہ ذمے داری اسی نوجوان کے پاس تھیں۔

جنگ تو موسم کے مطابق نہیں ہوتی ہے، کبھی موسم گرم ہے اور کبھی ٹھنڈا، کبھی صبح اور گھر میں بچہ بیمار ہے (اسے دوا کی ضرورت ہے لیکن حکم جنگ آ گیا تو اب جنگ کیلئے فورا جانا ہے، سب کچھ چھوڑ کر)۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دس سالہ حکومت میں تقریبا ستر چھوٹی بڑی جنگیں ہوئیں، کچھ جنگیں چند روز پر مشتمل تھیں اور کچھ جنگیں ایک ماہ کے طویل عرصے تک لڑی گئیں۔ صرف ایک جنگ کے علاوہ امیر المومنین علیہ السلام نے تمام جنگوں اور غزوات میں شرکت کی۔ ان جنگوں میں شرکت کے علاوہ انہیں مختلف قسم کی ماموریت کیلئے بھیجا جاتا تھا، مثلا رسول

اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین علیہ السلام کو کچھ مدت کیلئے قضاوت کی غرض سے یمن بھیجا۔ بنابرایں، یہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا تھیں جو ہمیشہ ان تمام حالات کا سامنا کرتی رہیں۔ یا ان کے شوہر جنگ میں ہوتے یا زخمی وخون آلودہ بدن کے ساتھ گھر لوٹتے یا اگر یہ دونوں حالتیں نہیں بھی ہوتیں تو بھی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مختلف اہم امور کی انجام دہی کیلئے مدینے میں سرگرم عمل ہیں یا پھر سفر و ماموریت پر گئے ہیں۔ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے ان تمام سخت و دشوار حالات کا جبکہ ان کے فعال ترین شوہر ہمیشہ کاموں میں مشغول تھے، مہربانی، ایثار اور فداکاری سے مقابلہ کیا اور چار بچوں کو اپنی تعلیم و تربیت کے زیر سایہ پروان چڑھایا۔ ان میں سے ایک حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں کہ پوری تاریخ بشریت میں پرچم آزادی کو بلند کرنے والی ان سے بڑی شخصیت کوئی اور نہیں ہے۔ پس "حسن التّبعّل" کا معنی یہ ہے۔

یہ وجہ ہے کہ میرا یقین ہے اور اسی بنا پر تاکیداً آپ مرد حضرات کی خدمت میں عرض کررہا ہوں کہ آپ کی مائیں خصوصا آپ کی زوجات آپ کے اجر وثوات میں شریک ہیں اور یہ درحقیقت ان کا آپ کی فعالیت، کام اور جدوجہد میں اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے ساتھ دینا ہے کہ جو انہوں نے انجام دیا۔ کبھی پچاس فیصد، کبھی ساٹھ فیصد اور کبھی ستر فیصد وہ آپ کے کاموں اور اجر وثواب میں شریک ہیں۔

مرد، خواتین کی اکثر زحمتوں سے بے خبر ہیں!

اگر آپ خواتین اپنے شوہروں کی طرف سے زحمت ومشقت کو برداشت کرتی ہیں اور آپ کا شوہر کام، ملازمت، اجتماعی فعالیت وجدوجہد کی وجہ سے (نہ چاہتے ہوئے بھی) یہ زحمت ومشقت آپ کے کندھوں پر ڈالتا ہے تو جان لیجئے کہ آپ کی اس زحمت ومشقت کا خدا کی بارگاہ میں اجر محفوظ ہے۔ خواہ وہ ایک لمحے وایک گھنٹے ہی کا کیوں نہ ہو اور خواہ کوئی اس کی طرف متوجہ

نہیں بھی ہو۔

بہت سے افراد، خواتین (خصوصا بیویوں) کی زحمت و مشقت سے بے خبر ہیں۔ اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ زحمت و مشقت وہ چیز ہے کہ جسے انسان اپنے زور بازو اور بدنی طاقت سے برداشت کرے یا انجام دے لیکن وہ لاعلم ہیں کہ کبھی کبھی روحی اور قلبی احساسات کے ذریعے برداشت کی جانے والی زحمت کا بار بہت سنگین ہوتا ہے اور لوگوں نے اسی مطلب کو اپنے ذہنوں میں بٹھالیا ہے۔ مرد حضرات بھی آپ خواتین کی زحمتوں سے اچھی طرح مطلع نہیں ہیں لیکن خداوند متعال "لا یخفی علیہ خافیۃ" ہے اور کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں رہتی، وہ آپ کے کاموں پر حاضر و ناظر ہے اور آپ اس کی بارگاہ میں ماجور ہیں۔

پس آپ مرد حضرات کی خدمت میں عرض کروں کہ ان خواتین کی قدر کیجئے کہ جو زندگی کے مسائل میں اپنے اپنے محاذ جنگ پر رہتے ہوئے آپ کے ساتھ آپ کی فعالیت و جدّ و جہد شریک ہیں۔ آپ خواتین کی خدمت میں بھی عرض کروں یہ مرد حضرات جو کام انجام دے رہے ہیں اگر اچھی طرح انجام دیں تو ان کے یہ کام بہترین کاموں سے تعلق رکھتے ہیں۔ راہ انقلاب میں پاسداری و حفاظت، بہترین کاموں سے تعلق رکھتی ہے اور اس کا اجر و ثواب بھی بہت زیادہ ہے۔ اگر آپ اپنے جوان شوہر جو اس ذمے داری کا حامل ہے، کی کامیابی میں اس کی مدد کریں تو اسی نسبت سے خدا کی بارگاہ میں آپ کی قدر و اہمیت اور اجر و ثواب زیادہ ہوگا۔ ہمت و حوصلے سے ان وظائف کو انجام دینا ہی ہر ملک میں بڑے بڑے کاموں کی انجام دہی کا سبب بنتا ہے۔ جب ایک ملک کے مردوں، خواتین اور پیر و جوان اور مختلف افراد کی ہمت و حوصلے اور ارادے و طاقت ایک ساتھ جمع ہو جائے تو اس قوم سے عظمت و قدرت کا ایک سیلاب امڈتا ہے کہ جو قوموں کی بے مثل و نظیر طاقت و قدرت کا باعث بنتا ہے۔ [1]

---

[1] ۲۰۰۲ میں ولی امر مسلمین کی حفاظت پر مامور سپاہ سے خطاب

چھٹا باب

اسلامی گھرانہ اور خاندانی نظام زندگی

دریچہ

اسلام میں ایک معاشرے کی اصل اکائی گھرانہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام گھرانے اور خاندان کے استحکام کو بہت زیادہ اہمیت دیتا ہے۔ اس لیے کہ گھرانہ، آرام وسکون و آسائش، امن، تربیت و ایمان اور معنویت کی پرورش کا اور روحی اور نفسیاتی مشکلات کے حل کی جگہ ہے۔ یہ خاندان ہی ہے جہاں ثقافت، اعتقادات، خاندانی روایتیں اور آداب و رسوم اگلی نسلوں تک منتقل ہوتے ہیں۔ یہی وہ مقام ہے کہ جہاں کھوئی ہوئی طاقت کو بحال کیا جاتا ہے، ارادوں کو مضبوط بنایا جاتا ہے اور خوشبختی اور بہشت بریں کا راستہ اسی گھرانے سے ہو کر گزرتا ہے۔ اسلام نے گھر کے ماحول میں شادابی و نشاط اور معنویت و محبت پر بہت زیادہ تاکید کی ہے۔

پہلی فصل

اسلام میں گھرانے اور خاندان کی اہمیت

گھرانہ،کلمہ طیبہ یا پاکیزہ بنیاد

گھرانہ،کلمہ طیبہ [۱] کی مانند ہے اور کلمہ طیبہ کی خاصیت یہ ہے کہ جب یہ وجود میں آتا ہے تو مسلسل اس کے وجود سے خیر و برکت اور نیکی ملتی رہتی ہے اور وہ اپنے اطراف کی چیزوں میں نفوذ کرتا رہتا ہے۔کلمہ طیبہ وہی چیزیں ہیں کہ جنہیں خداوند متعال نے انسان کی فطری ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی صحیح بنیادوں کے ساتھ اسے تحفہ دیا ہے۔ یہ سب کلمہ طیبہ ہیں خواہ وہ معنویات ہوں یا مادیات۔ [۲]

---

[۱] سورہ ابراہیم کی آیت ۲۴ کی طرف اشارہ ہے کہ "اللہ تعالٰی نے کلمہ طیبہ کی مثال پیش کہ ہے کہ جیسے ایک شجر طیبہ کہ جس کی جڑیں زمین میں مستحکم ہوں اور شاخیں آسمان پر پھیلی ہوئی ہوں۔۔۔۔"

[۲] خطبہ نکاح ۶ / ۳ / ۲۰۰۰

گھرانہ، انسانی معاشرے کی اکائی

جس طرح ایک انسانی بدن ایک اکائی "سیل" یا "خلیے" سے تشکیل پاتا ہے اور ان خلیوں کی نابودی، خرابی اور بیماری خودبخود اور فطری طور پر بدن کی بیماری پر اختتام پذیر ہوتی ہے۔ اگر ان اکائیوں "خلیوں" میں پلنے والی بیماری بڑھ جائے تو خطرناک شکل میں بڑھ کر پورے انسانی بدن کیلئے خطرے کا باعث بن سکتی ہے۔ اسی طرح انسانی معاشرہ بھی اکائیوں سے مل کر بنا ہے جنہیں ہم "گھرانہ" کہتے ہیں اور گھرانہ انسان کے معاشرتی بدن کی اکائی ہے۔ جب یہ صحیح وسالم ہوں گے اور صحیح اور اچھا عمل انجام دیں گے تو معاشرے کا بدن بھی یقیناً صحیح وسالم ہوگا۔ [۱]

اچھا گھرانہ اور اچھا معاشرہ اگر کسی معاشرے میں ایک گھرانے کی بنیادیں مستحکم ہوجائیں، میاں بیوی ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھیں، آپس میں خوش رفتاری، اچھے اخلاق اور باہمی تعاون سے پیش آئیں، مل کر مشکلات کو حل کریں اور اپنے بچوں کی اچھی تربیت کریں تو وہ معاشرہ بہتر صورتحال اور نجات سے ہمکنار ہوگا اور اگر معاشرے میں کوئی مصلح موجود ہو تو وہ معاشروں کی اصلاح کرسکتا ہے۔ لیکن اگر صحیح وسالم اور اچھے گھرانے ہی معاشرے میں موجود نہ ہوں تو کتنے ہی بڑے مصلح کیوں نہ آجائیں وہ معاشرے کی اصلاح نہیں کرسکتے۔ [۲]

ہر وہ ملک جس میں گھرانے کی بنیادیں مستحکم ہوں تو اس ملک کی بہت سے مشکلات خصوصا اور اخلاقی مشکلات اس مستحکم اور صحیح وسالم گھرانے کی برکت سے دور ہوجائیں گے یا

---

[۱] خطبہ نکاح ۲۹ / ۵ / ۲۰۰۲

[۲] خطبہ نکاح ۵ / ۹ / ۱۹۹۳

سرے ہی سے وجود میں نہیں آئیں گی۔ [۱]

گھر کو بسانا دراصل انسان کی ایک اجتماعی ضرورت ہے۔ چنانچہ اگر کسی معاشرے میں ”گھرانے“ صحیح وسالم اور مستحکم ہوں، حالات زمانہ ان کے پائے ثبات میں لغزش پیدا نہ کریں اور وہ مختلف قسم کی اجتماعی آفات سے محفوظ ہوں تو ایسا معاشرا اچھی طرح اصلاح پاسکتا ہے، اس کے باشندے فکری رشد حاصل کر سکتے ہیں، وہ روحانی لحاظ سے مکمل طور پر صحیح وسالم ہوں گے اور وہ ممکن ہے کہ نفسیاتی بیماریوں سے بھی دور ہوں۔ [۲]

گھرانہ، روح وایمان اور پاکیزہ فکروخیال کی بہترین پرورش گاہ

اچھے گھرانوں سے محروم معاشرہ ایک پریشان، غیر مطمئن اور زبوں حالی کا شکار معاشرہ ہے اور ایک ایسا معاشرہ ہے کہ جس میں ثقافتی، فکری اور عقائدی ورثہ آنے والی نسلوں تک باآسانی منتقل نہیں ہوسکتا۔ ایسے معاشرے میں انسانی تربیت کے بلند مقاصد حاصل نہیں ہو پاتے یا اس میں صحیح وسالم گھرانوں کا فقدان ہوتا ہے یا پھر ان کی بنیادیں متزلزل ہوتی ہیں۔ ایسے معاشروں میں انسان اچھے تربیتی مراکز اور پرورش گاہوں میں بھی اچھی پرورش نہیں پاسکتے۔ [۳]

صحیح وسالم گھرانے کا فقدان اس بات کا سبب بنتا ہے کہ نہ اس میں بچے صحیح پرورش پاتے ہیں اور نہ ہی نوجوان اپنی صحیح شخصیت تک پہنچ سکتے ہیں اور انسان بھی ایسے گھرانوں میں کامل نہیں بنتے۔ اس گھر سے تعلق رکھنے والے میاں بیوی بھی صالح اور نیک نہیں ہوں گے، اس گھر میں اخلاقیات کا بھی فقدان ہوگا اور گزشتہ نسل کے اچھے اور قیمتی تجربات اگلی نسلوں تک منتقل

---

[۱] خطبہ نکاح ۲۳ / ۱۱ / ۱۹۹۷

[۲] خطبہ نکاح ۲۳ / ۸ / ۱۹۹۵

[۳] خطبہ نکاح ۱ / ۱ / ۱۹۹۶

نہیں ہوسکتے۔[1] جب ایسے معاشرے میں اچھے گھرانے موجود نہ ہوں تو جان لیجئے کہ اس معاشرے میں ایمان اور دینداری کو وجود میں لانے کا کوئی مرکز موجود نہیں ہے۔[2]

ایسے معاشرے کہ جن میں گھرانوں کی بنیادیں کمزور ہیں یا جن میں اچھے گھرانے سرے ہی سے وجود نہیں رکھتے یا اگر ہیں تو ان کی بنیادیں متزلزل ہیں تو وہ معاشرے نابوی کے دھانے پر کھڑے ہیں۔ ایسے معاشروں میں نفسیاتی الجھنوں اور بیماریوں کے اعداد و شمار ان معاشروں کی بہ نسبت زیادہ ہیں جن میں اچھے اور مستحکم گھرانے موجود ہیں اور مرد و عورت ” گھرانے“ جیسے ایک مضبوط مرکز سے متصل ہیں۔[3]

گھرانہ، سکون اور اصلاح کا مرکز

انسانی معاشرے میں گھرانہ بہت اہمیت اور قدر و قیمت کا حامل ہے۔ آنے والی نسلوں کی تربیت اور معنوی، فکری اور نفسیاتی لحاظ سے صحیح و سالم انسانوں کی پرورش کیلئے گھرانے کے فوائد تک نہ کوئی پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی چیز تعلیم و تربیت کے میدان میں گھر و گھرانے کی جگہ لے سکتی ہے۔ جب خاندانی نظام زندگی بہتر انداز میں موجود ہو تو ان کروڑوں انسانوں میں سے ہر ایک کیلئے دیکھ بھال کرنے والے (والدین جیسے دو شفیق وجود) ہمیشہ ان کے ہمراہ ہوں گے کہ جن کا کوئی نعم البدل نہیں ہوسکتا۔[4]

” گھرانہ“ ایک امن و امان کی وادی محبت اور پر فضا ماحول کا نام ہے کہ جس میں بچے

---

[1] خطبۂ نکاح ۲۰/ ۵/ ۲۰۰۰

[2] خطبۂ نکاح ۱/ ۲/ ۱۹۹۳

[3] خطبۂ نکاح ۱۲/ ۳/ ۲۰۰۰

[4] خطبۂ نکاح ۲۵/ ۵/ ۲۰۰۰

اور والدین اس پر امن ماحول اور قابل اعتماد فضا میں اپنی روحی وفکری اور ذہنی صلاحیتوں کو بہتر انداز میں محفوظ رکھتے ہوئے ان کی پرورش اور رشد کا انتظام کر سکتے ہیں۔ لیکن جب خاندانی نظام کی بنیادیں ہی کمزور پڑ جائیں تو آنے والی نسلیں غیر محفوظ ہو جاتی ہیں۔ [۱]

انسان تربیت، ہدایت اور کمال وترقی کیلئے خلق کیا گیا ہے اور یہ سب اہداف صرف ایک پر امن ماحول میں ہی حاصل ہو سکتے ہیں۔ ایسا ماحول کہ جس کی فضا کو کوئی نفسیاتی الجھن آلودہ نہ کرے اور ایسا ماحول کہ جس میں انسانی صلاحیتیں اپنے کمال تک پہنچ سکیں۔ ان مقاصد کے حصول کیلئے ایسے ماحول کا وجود لازمی ہے جس میں تعلیمات ایک نسل کے بعد دوسری نسل میں منعکس ہوں اور انسان بچپن ہی سے صحیح تعلیم، مددگار نفسیاتی ماحول اور فطری معلموں یعنی والدین کے زیر سایہ تربیت پائے جو عالم دنیا کے تمام انسانوں سے زیادہ اس پر مہربان ہیں۔ [۲]

اگر معاشرے میں صحیح خاندانی نظام رائج نہ ہو تو انسانی تربیت کے تمام اقدامات ناکام ہو جائیں گے اور اس کی تمام روحانی ضرورتوں کو مثبت جواب نہیں ملے گا۔ یہ وجہ ہے کہ انسانی تخلیق اور فطرت ایسی ہے کہ جو اچھے گھرانے، صحیح وکامل خاندانی نظام کے پر فضا اور محبت آمیز ماحول اور والدین کی شفقت ومحبت کے بغیر صحیح وکامل تربیت، بے عیب پرورش اور نفسیاتی الجھنوں سے دور اپنی لازمی روحانی نشوونما تک نہیں پہنچ سکتی ہے۔ انسان اپنی باطنی صلاحیتوں اور اپنے احساسات وجذبات کے لحاظ سے اسی وقت مکمل ہو سکتا ہے کہ جب وہ ایک مکمل اور اچھے گھرانے میں تربیت پائے۔ ایک مناسب اور اچھے خاندانی نظام کے تحت چلنے والے گھر میں پرورش پانے والے بچوں کیلئے کہا جا سکتا ہے کہ وہ نفسیاتی لحاظ سے صحیح وسالم اور ہمدردی اور مہربانی کے جذبات

---

[۱] خطبہ نکاح ۹ / ۳ / ۱۹۹۷

[۲] خطبہ نکاح ۱۱ / ۸ / ۱۹۹۷

سے سرشار ہوں گے۔ [۱]

ایک گھرانے میں تین قسم کے انسانوں کی اصلاح ہوسکتی ہے۔ایک مرد ہیں جو اس گھر کے سرپرست یا والدین ہیں، دوسرے درجے پر خواتین جو ماؤں کا کردار ادا کرتی ہیں اور تیسرے مرحلے پر اولاد جو اس معاشرے کی آنے والے نسل ہے۔ [۲]

اچھے گھرانے کی خوبیاں

ایک اچھا گھرانہ یعنی ایک دوسرے کی نسبت اچھے، مہربان، پرخلوص جذبات اور احساسات کے مالک اور ایک دوسرے سے عشق ومحبت کرنے والے میاں بیوی جو ایک دوسرے کی جسمانی اور روحانی حالت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ضرورت کے مطابق ایک دوسرے کی مدد کریں، ایک دوسرے کی فعالیت، کام کاج اور ضرورتوں کو اہمیت دیں اور ایک دوسرے کو آرام و سکون اور بہتری اور بھلائی کو مدنظر رکھیں۔

دوسرے درجے پر اس گھر میں پرورش پانے والی اولاد ہے کہ جس کی تربیت کیلئے وہ احساس ذمے داری کریں اور مادی اور معنوی لحاظ سے اسے صحیح وسالم پرورش کا ماحول فراہم کریں۔ان کی خواہش یہ ہونی چاہیے کہ ان کے بچے مادی اور معنوی لحاظ سے بہتری اور سلامتی تک پہنچیں، وہ اپنی اولاد کو بہترین تعلیم وتربیت دیں، انہیں مؤدب بنائیں، اچھے طریقوں سے اپنی اولاد کو برے کاموں کی انجام دہی سے روکیں اور بہترین صفات سے ان کی روح کو مزین کریں۔ایک ایسا گھرانہ دراصل ایک ملک میں ہونے والی تمام حقیقی اصلاحات کی بنیاد فراہم کرسکتا ہے۔چونکہ ایسے گھرانوں میں اچھے انسان ہی تربیت پاتے ہیں اور وہ بہترین صفات کے

---

[۱] خطبہ نکاح ۲۵ / ۱۱ / ۱۹۹۵

[۲] خطبہ نکاح ۹ / ۵ / ۱۹۹۵

مالک ہوتے ہیں۔ جب کوئی معاشرہ شجاعت، عقلی استدلال، فکری آزادی، احساس ذمے داری، پیار ومحبت، جرأت و بہادری، وقت پر صحیح فیصلہ کرنے کی صلاحیت، دوسروں کی خیر خواہی اور اپنی خاندانی پاکیزگی اور نجابت کے ساتھ پرورش پانے والے لوگوں کا حامل ہو تو وہ کبھی بدبختی اور روسیاہی کی شکل نہیں دیکھے گا۔ [۱]

اچھے خاندانی نظام میں ثقافت کی منتقلی کی آسانی

ایک معاشرے میں اس کی تہذیب وتمدن اور ثقافت کے اصولوں کی حفاظت اور آئندہ نسلوں تک ان کی منتقلی اچھے گھرانے یا بہترین خاندانی نظام کی برکت ہی سے انجام پاتی ہے۔ [۲]

رشتہ ازدواج میں نوجوان لڑکے اور لڑکی کے منسلک ہونے کا سب سے بہترین فائدہ "گھر بسانا" ہے۔ اس کا سبب بھی یہی ہے کہ ایک معاشرہ اچھے گھرانوں، خاندانی افراد اور بہترین نظام تربیت پر مشتمل ہو تو وہ بہترین معاشرہ کہلائے جانے کا مستحق ہے اور وہ اپنے تاریخی اور ثقافتی خزانوں اور ورثے کو بخوبی احسن اگلی نسلوں تک منتقل کرے گا اور ایسے معاشرے میں بچے بھی صحیح تربیت پائیں گے۔ چنانچہ وہ ممالک اور معاشرے کہ جہاں خاندانی نظام مشکلات کا شکار ہوتا ہے تو وہاں ثقافتی اور اخلاقی مسائل جنم لیتے ہیں۔ [۳]

اگر موجودہ نسل اس بات کی خواہشمند ہو کہ وہ اپنی ذہنی اور فکری ارتقا، تجربات اور نتائج کو آنے والی نسلوں تک منتقل کرے اور ایک معاشرہ اپنے ماضی اور تاریخ سے صحیح معنی میں فائدہ حاصل کرے تو یہ صرف اچھے گھرانوں یا اچھے خاندانی نظام کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ گھر کی اچھی

---

[۱] خطبہ نکاح ۳/۳/۱۹۹۸

[۲] خطبہ نکاح ۱۵/۴/۱۹۹۸

[۳] خطبہ نکاح ۱۵/۴/۱۹۹۸

فضا میں اس معاشرے کی ثقافتی اور تاریخی بنیادوں پر ایک انسان اپنے تشخص کو پاتا ہے اور اپنی شخصیت کی تعمیر کرتا ہے۔ یہ والدین ہی ہیں جو غیر مستقیم طور پر بغیر کسی جبر اور تصنع (بناوٹ) کے فطری اور طبیعی طور پر اپنے فکری مطالب، عمل، معلومات اور تمام مقدس امور کو آنے والی نسلوں تک منتقل کرتے ہیں۔[1]

خوشحال گھرانہ اور مطمئن افراد

اسلام "گھرانے" پر مکمل توجہ دیتا ہے اور گھرانے پر اس کی خاص الخاص نظر اپنے پورے اہتمام کے ساتھ جمی ہوئی ہے کہ جس کی وجہ سے خاندانی نظام یا گھرانے کو انسانی حیات میں مرکزیت حاصل ہے۔اسی لیے اس کی بنیادوں کو کمزور یا کھوکھلا کرنے کو بدترین فعل قرار دیا گیا ہے۔[2]

اسلام میں گھرانے کا مفہوم یعنی ایک چھت کے نیچے دو انسانوں کی سکونت، دو مختلف مزاجوں کا بہترین اور تصوراتی روحانی ماحول میں ایک دوسرے کا جیون ساتھی بننا، دو انسانوں کے انس والفت کی قرارگاہ اور ایک انسان کے ذریعے دوسرے انسان کے کمال اور معنوی ترقی کا مرکز، یعنی وہ جگہ کہ جہاں انسان پاکیزگی حاصل کرے اور اسے روحانی سکون نصیب ہو۔ یہ ہے اسلام کی نظر اور اسی لیے اس مرکز "گھرانے" کو اتنی اہمیت دی ہے۔[3]

قرآن کے بیان کے مطابق اسلام نے مرد و عورت کی تخلیق، ان کے ایک ساتھ زندگی گزارنے اور ایک دوسرے کا شریک حیات بننے کو میاں بیوی کیلئے آرام وسکون کا باعث قرار دیا

---

[1] خطبہ نکاح ۵/۱/۲۰۰۱

[2] خطبہ نکاح ۵/۱/۲۰۰۱

[3] خطبہ نکاح ۲۵/۱۲/۲۰۰۵

ہے۔ [۱]

قرآن میں ارشاد خداوندی ہے کہ

"وَجَعَلَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا لِيَسۡكُنَ إِلَيۡهَا"۔ [۲]

جہاں تک مجھے یاد ہے کہ قرآن میں دو مرتبہ "سکون" کی تعبیر آئی ہے۔

"وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَكُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡكُنُوۡۤا اِلَيۡهَا" [۳]

خداوند عالم نے انسانی جوڑے کو اس کی جنس (انسانیت) سے ہی قرار دیا ہے۔ یعنی عورت کا جوڑا مرد اور مرد کا جوڑا عورت تاکہ "لیسکن الیها" یعنی یہ انسان خواہ مرد ہو یا عورت، اپنے میاں یا بیوی سے آرام وسکون حاصل کرے۔ [۴]

یہ آرام وسکون دراصل باطنی اضطراب کی زندگی کے پر تلاطم دریا سے نجات وسکون پانے سے عبارت ہے۔ زندگی ایک قسم کا میدان جنگ ہے اور انسان اس میں ہمیشہ ایک قسم اضطراب و پریشانی میں مبتلا رہتا ہے لہٰذا یہ سکون بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اگر یہ آرام وسکون انسان کو صحیح طور پر حاصل ہوجائے تو اس کی زندگی سعادت وخوش بختی کو پالے گی، میاں بیوی دونوں خوش بخت ہوجائیں گے اور اس گھر میں پیدا ہونے والے بچے بھی بغیر کسی نفسیاتی دباؤ اور الجھن کے پرورش پائیں گے اور خوش بختی ان کے قدم چومے گی۔ صرف میاں بیوی کے باہمی تعاون، اچھے اخلاق وکردار اور پرسکون ماحول سے اس گھرانے کے ہر فرد کیلئے سعادت وخوش

---

[۱] خطبہ نکاح ۲۷/۱۱/۱۹۹۷

[۲] سورہ اعراف/۱۸۹

[۳] سورہ روم/۲۱

[۴] خطبہ نکاح ۲۵/۱۲/۱۹۹۶

بختی کی زمین ہموار ہو جائے گی۔ [۱]

گھرانہ، زندگی کی کڑی دھوپ میں ایک ٹھنڈی چھاؤں

جب میاں بیوی دن کے اختتام پر یا درمیان میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں تو دونوں ایک دوسرے سے یہی امید رکھتے ہیں کہ انہوں نے گھر کے ماحول کو خوش رکھنے، اسے زندہ رکھنے اور تھکاوٹ اور ذہنی الجھنوں سے دور کر کے اسے زندگی گزارنے کے قابل بنانے میں اپنا اپنا کردار موثر طریقے سے ادا کیا ہوگا تو ان کی ایک دوسرے سے توقع بالکل بجا اور درست ہے۔ اگر آپ بھی یہ کام کرسکیں تو حتماً انجام دیں کیونکہ اس سے زندگی شیریں اور میٹھی ہوتی ہے۔ [۲]

انسانی زندگی میں مختلف ناگزیر حالات و واقعات کی وجہ سے طوفان اٹھتے رہتے ہیں کہ جس میں وہ ایک مضبوط پناہ گاہ کا متلاشی ہوتا ہے۔ میاں بیوی کا جوڑا اس طوفان میں ایک دوسرے کی پناہ لیتا ہے۔ عورت اپنے شوہر کے مضبوط بازوؤں کا سہارا لے کر اپنے محفوظ ہونے کا احساس کرتی ہے اور مرد اپنی بیوی کی چاہت وفداکاری کی ٹھنڈی چھاؤں میں سکھ کا سانس لیتا ہے۔ مرد اپنی مردانہ کشمکش والی زندگی میں ایک ٹھنڈی چھاؤں کا ضرورت مند ہے تاکہ وہاں کی گھنی چھاؤں میں تازہ دم ہو کر دوبارہ اپنا سفر شروع کرے۔ یہ ٹھنڈی چھاؤں اسے کب اور کہاں نصیب ہوگی؟

اس وقت کہ جب وہ اپنے گھر کی عشق والفت اور مہربانی ومحبت سے سرشار فضا میں قدم رکھے گا، جب وہ اپنی شریک حیات کے تبسم کو دیکھے گا کہ جو ہمیشہ اس سے عشق ومحبت کرتی ہے،

---

[۱] خطبہ نکاح ۲۲/ ۷/ ۱۹۹۷

[۲] خطبہ نکاح ۱۳/ ۴/ ۱۹۹۸

زندگی کے ہر اچھے برے وقت میں اس کے ساتھ ساتھ ہے، زندگی کے ہر مشکل لمحے میں اس کے حوصلوں میں پختگی عطا کرتی ہے اور اسے یک جان دو قالب ہونے کا احساس دلاتی ہے۔ یہ ہے زندگی کی ٹھنڈی چھاؤں۔ [۱]

بیوی بھی اپنی روزمرہ کی ہزاروں جھمیلوں والی زنانہ زندگی میں (صبح ناشتے کی تیاری، بچوں کو اسکول کیلئے تیار کرنے، گھر کو سمیٹنے اور صفائی ستھرائی، دوپہر کے کھانے کی تیاری، بچوں کی اسکول سے آمد اور انہیں دوپہر کا کھانا کھلانے، سلانے، نماز ظہر وعصر، شام کی چائے، شوہر کی آمد اور رات کے کھانے کی فکر جیسی دیگر) دسیوں مشکلات اور مسائل کا سامنا کرتی ہے۔ خواہ وہ گھر سے باہر کام میں مصروف ہو اور مختلف قسم کی سیاسی اور اجتماعی فعالیت انجام دے رہی ہو یا گھر کی چار دیواری میں گھریلو کام کاج میں عرق جبیں بہا رہی ہو کہ اس کے اندرون خانہ کام کی زحمت و سختی اور اہمیت گھر سے باہر اس کی فعالیت سے کسی بھی طرح کم نہیں ہے!

ایک صنف نازک اپنی لطیف وظریف روح کے ساتھ جب ان مشکلات کا سامنا کرتی ہے تو اسے پہلے سے زیادہ آرام وسکون اور ایک مطمئن شخص پر اعتماد کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، ایسا شخص کون ہوسکتا ہے؟ یہ اس کے وفادار شوہر کے علاوہ اور کون ہوسکتا ہے! [۲]

انسان کوئی گاڑی یا مشین تو ہے نہیں، انسان روح اور جسم کا مرکب ہے، وہ معنویت کا طالب ہے، وہ ہمدردی، مہربانی وفداکاری کے جذبات واحساسات کا نام ہے اور وہ زندگی کی کڑی دھوپ میں آرام وسکون کا متلاشی ہے اور اسے آرام وسکون صرف گھر کی ہی فضا میں میسر آسکتا ہے۔ [۳]

---

[۱] خطبہ نکاح ۲۸/۸/۲۰۰۲

[۲] خطبہ نکاح ۲۸/۸/۲۰۰۲

[۳] خطبہ نکاح ۸/۲/۱۹۸۹

گھر کے ماحول کو آرام دہ ہونا چاہیے۔ میاں بیوی میں ایک دوسرے کیلئے موجود ہمدردی اور ایثار و محبت کے یہ احساسات ان کے اندرونی سکون میں ان کے مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ اس آرام و سکون کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان اپنے کام کاج کو متوقف اور فعالیت کو ترک کردے! نہیں، کام کاج اور فعالیت ضروری اور بہت اچھی چیز ہے۔ آرام و سکون کا تعلق دراصل انسانی زندگی کی مشکلات اور مسائل سے ہے۔

انسان کبھی کبھی اپنی زندگی میں پریشان ہوجاتا ہے تو اس کی بیوی یا شوہر اسے سکون دیتا ہے۔ یہ سب اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب گھر کی فضا اور ماحول آپس کی چپقلش، لڑائی، جھگڑوں، باہمی نااتفاقی اور مشکلات کا شکار نہ ہو۔ [۱]

اچھے گھر کا پرسکون ماحول

ہر انسان کو خواہ مرد ہو یا عورت، اپنی پوری زندگی میں شب و روز مختلف پریشانیوں اور مشکلات کا سامنا رہتا ہے اور غیر متوقع حالات و واقعات سے اس کی زندگی اضطراب کا شکار رہتی ہے۔ یہ حادثات و واقعات انسان کو اعصابی طور پر کمزور، خستہ تن اور اس کی روح کو بوجھل اور طبیعت و مزاج کو چڑچڑا بنادیتے ہیں۔ ایسی حالت میں جب انسان گھر کی خوشگوار فضا میں قدم رکھتا ہے تو اس گھر کا روح افزا ماحول اور سکون بخش نسیم اسے توانائی بخشتی ہے اور اسے ایک نئے دن و رات اور نئے عزم و حوصلے کے ساتھ خدمت و فعالیت انجام دینے کیلئے آمادہ و تیار کرتی ہے۔ اسی لئے خاندانی نظام زندگی یا گھرانے، انسانی حیات کی تنظیم میں بہت کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ البتہ یہ بات پیش نظر رہے کہ گھر کو صحیح روش اور اچھے طریقے سے چلانا چاہیے۔ [۲]

---

[۱] خطبہ نکاح ۲۹ / ۵ / ۲۰۰۲

[۲] خطبہ نکاح ۱۹ / ۱ / ۱۹۹۸

رشتہ ازدواج کے بندھن میں ایک دوسرے کا جیون ساتھی بننا اور گھر بسانا، میاں بیوی کیلئے زندگی کا سب سے بہترین ہدیہ اور سب سے اہم ترین زمانہ ہے۔ یہ روحانی آرام وسکون، زندگی کی مشترکہ جدوجہد کیلئے ایک دوسرے کو حوصلہ دینے، اپنے لیے نزدیک ترین غمخوار ڈھونڈھنے اور ایک دوسرے کی ڈھارس باندھنے کا ایک وسیلہ ہے کہ جو انسان کی پوری زندگی کیلئے اشد ضروری ہے۔ [1]

گھریلو فضا میں خود کو تازہ دم کرنے کی فرصت

ایک گھر میں رہنے والے میاں بیوی جو ایک دوسرے کی زندگی میں شریک اور معاون ہیں، گھر کے پرفضا ماحول میں ایک دوسرے کی خستگی، تھکاوٹ اور اکتاہٹ کا شکار کرنے والی یکسانیت کو دور کرکے کھوئی ہوئی جسمانی اور ذہنی قوتوں کو بحال اور اپنی ہمت کو تازہ دم کرکے خود کو زندگی کی بقیہ راہ طے کرنے کیلئے آمادہ کرسکتے ہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ زندگی ایک میدان جنگ ہے۔ پوری زندگی عبادت ہے ایک بڑی مدت والی جنگ سے، فطری وطبیعی عوامل سے جنگ، اجتماعی موانع سے جنگ اور انسان کی اپنی اندرونی دنیا سے جنگ کہ جسے جہاد نفس کہا گیا ہے۔ لہٰذا انسان ہر وقت اس حالت جنگ میں ہے۔ انسان کا بدن بھی ہر وقت جنگ میں مصروف عمل ہے اور وہ ہمیشہ مضر عوامل سے جنگ میں برسر پیکار ہے۔ جب تک بدن میں اس لڑائی کی قدرت اور قوت مدافعت موجود ہے آپ کا جسم صحیح وسالم ہے۔ ضروری بات یہ ہے کہ انسان میں یہ مبارزہ اور جنگ، درست سمت میں اپنی صحیح اور اچھی روش وطریقے اور صحیح عوامل کے ساتھ انجام پانی چاہیے۔

---

[1] خطبہ نکاح ۲۹/ ۲/ ۲۰۰۱

زندگی کی اس جنگ میں کبھی استراحت و آرام لازمی ہوتا ہے۔ زندگی ایک سفر اور مسلسل حرکت کا نام ہے اور اس طولانی سفر میں انسان کی استراحت گاہ اس کا گھر ہے۔[۱]

دینداری، خاندان کی بقا کا راز

اپنے گھر کو آباد کرنے اور اس کی حفاظت کیلئے اسلامی احکام کا خیال رکھنا ضروری ہے تا کہ یہ گھر ہمیشہ آباد اور خوشحال رہے۔ لہٰذا آپ، دیندار گھرانوں میں کہ جہاں میاں بیوی اسلامی احکامات کا خیال رکھتے ہیں، دیکھیں گے کہ وہ سالہا سال مل جل کر زندگی بسر کرتے ہیں اور میاں بیوی کی محبت ایک دوسرے کیلئے ہمیشہ باقی رہتی ہے، ہر گزرنے والا دن ان کی چاہت میں اضافہ کرتا ہے، ایک دوسرے سے جدائی اور فراق کا تصور بھی دونوں کیلئے مشکل ہو جاتا ہے اور ان دونوں کے دل ایک دوسرے کی محبت سے سرشار ہوتے ہیں۔ یہ ہے وہ محبت و چاہت جو کسی گھرانے یا خاندان کو دوام بخشتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسلام نے ان چیزوں کو اہمیت دی ہے۔[۲]

اگر اسلام کے بتائے ہوئے طریقے اور روش پر عمل درآمد کیا جائے تو ہمارا خاندانی نظام پہلے سے زیادہ مستحکم ہو جائے گا کہ جس طرح گزشتہ زمانے میں طاغوتی دور حکومت میں جب لوگوں کا ایمان، سالم اور محفوظ تھا اور ہمارے گھرانے اور خاندانی نظام مضبوط اور مستحکم تھے تو اس ماحول میں میاں بیوی ایک دوسرے سے پیار کرنے والے تھے اور گھر کے پرسکون ماحول میں اپنی اولاد کی تربیت کرتے تھے اور آج بھی یہی صورتحال ہے۔ وہ گھرانے اور خاندان جو اسلامی احکامات اور آداب کا خیال رکھتے ہیں وہ غالباً دوسروں کی بہ نسبت زیادہ مضبوط و مستحکم اور

---

[۱] خطبہ نکاح ۲۹ / ۵ / ۲۰۰۲

[۲] خطبہ نکاح ۱۳ / ۳ / ۲۰۰۲

بہتر ہوتے ہیں اور وہ اپنے بچوں کو پرسکون ماحول فراہم کرتے ہیں۔ [۱]

دینداری، خاندان کی حقیقی صورت

اسلامی معاشرے میں میاں بیوی، زندگی کے سفر میں ایک ساتھ، ایک دوسرے سے متعلق، ایک دوسرے کی نسبت ذمہ دار، اپنی اولاد کی تربیت اور اپنے گھرانے کی حفاظت کے ذمہ دار اور جوابدہ تصور کیے جاتے ہیں۔ آپ ملاحظہ کیجئے کہ اسلام میں گھرانے اور خاندان کی اہمیت کتنی ہے! [۲]

اسلامی ماحول میں خاندان کی بنیادیں اتنی مضبوط اور مستحکم ہیں کہ کبھی آپ دیکھتے ہیں دو نسلیں ایک ہی گھر میں زندگی گزار دیتی ہیں اور دادا، باپ اور بیٹا (پوتا) باہم مل کر ایک جگہ زندگی گزارتے ہیں، یہ کتنی قیمتی بات ہے! نہ ان کے دل ایک دوسرے سے بھرتے ہیں اور نہ ایک دوسرے کی نسبت بدبین و بدگمان ہوتے ہیں بلکہ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ [۳]

اسلامی معاشرے میں یعنی دینی اور مذہبی فضا میں ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ دو آدمی ایک طویل عرصے تک باہم زندگی بسر کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے بالکل نہیں اکتاتے بلکہ ایک دوسرے کیلئے ان کی محبت و خلوص زیادہ ہوجاتا ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کیلئے ان کی الفت، انس اور چاہت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور یہ سب آثار، دینداری، مذہبی ہونے اور خداوند عالم کے بتائے ہوئے احکامات اور آداب اسلامی کی رعایت کرنے کا ہی

---

[۱] خطبہ نکاح ۴/ ۴/ ۱۹۹۸

[۲] خطبہ نکاح ۹/ ۹/ ۱۹۹۲

[۳] خطبہ نکاح ۱۰/ ۱/ ۱۹۹۳

نتیجہ ہیں۔ [1]

اسلام اور اسلامی ثقافت وتمدن میں خاندان کو دوام حاصل ہے۔ گھر میں دادا، دادی اور ماں باپ سبھی تو موجود ہیں جو اپنے پوتے پوتیوں کو اپنے ہاتھوں سے کھلا کر جوان کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو آداب و رسوم کو آنے والی نسلوں تک منتقل کرتے ہیں اور پچھلی نسل اپنے تاریخی اور ثقافتی ورثے کو آنے والی نسلوں کے ہاتھوں میں باحفاظت تھماتی ہیں۔ ایسے ماحول میں ایک دوسرے سے کٹ کر رہنے، تنہائی اور عزت نشینی اختیار کرنے اور مہربانی ومحبت سے عاری سلوک روا رکھنے کے تمام دروازے اس گھر کے تمام افراد کیلئے بند ہیں۔ [2]

---

[1] خطبہ نکاح ۲۳/۳/۲۰۰۱

[2] خطبہ نکاح ۱۵/۸/۱۹۹۵

دوسری فصل

اسلامی تعلیمات میں مذہبی گھرانے کے خدوخال

مذہبی گھرانہ، دنیا کیلئے ایک آئیڈیل

الحمدللہ ہمارے ملک اور مشرق کے مختلف معاشروں میں خصوصا اسلامی معاشروں میں گھرانے اور خاندان کی بنیادیں ابھی تک محفوظ ہیں اور خاندانی روابط تعلقات ابھی تک برقرار ہیں۔

آپس میں محبت، خلوص، دلوں کا کینہ وحسد سے خالی ہونا ابھی تک معاشرے میں موجود ہے۔ بیوی کا دل اپنے شوہر کیلئے دھڑکتا ہے جبکہ مرد کا دل اپنی بیوی کیلئے بے قرار رہتا ہے، یہ دونوں دل کی گہرائیوں سے ایک دوسرے کو چاہنے والے اور عاشق ہیں اور دونوں کی زندگی میں پاکیزگی ونورانیت نے سایہ کیا ہوا ہے۔ اسلامی ممالک خصوصا ہمارے ملک میں یہ تمام چیزیں زیادہ ہیں لہٰذا ان کی حفاظت کیجئے۔ [1]

---

[1] خطبہ نکاح ۲۲/ ۷/ ۱۹۹۷

دو مختلف نگاہیں مگر دونوں خوبصورت

فطری طور پر مرد کے بارے میں عورت کی سوچ، مرد کی عورت کے بارے میں فکر وخیال سے مختلف ہوتی ہے اور اسے ایک دوسرے سے مختلف بھی ہونا چاہیے اور اس میں کوئی عیب اور مضائقہ نہیں ہے۔ مرد، عورت کو ایک خوبصورت، ظریف ولطیف اور نازک وحساس وجود اور ایک آئیڈیل کی حیثیت سے دیکھتا ہے اور اسلام بھی اسی بات کی تائید کرتا ہے۔

"اَلْمَرْأَةُ رَيْحَانَةٌ؟" [1]

یعنی عورت ایک نرم ونازک اور حسین پھول ہے،

یہ ہے اسلام کی نظر۔ عورت، نرم ولطیف اور ملائم طبیعت ومزاج سے عبارت ہے جو زیبائی اور لطافت کا مظہر ہے۔ مرد، عورت کو انہی نگاہوں سے دیکھتا ہے اور اپنی محبت کو اسی قالب میں مجسم کرتا ہے۔ اسی طرح مرد بھی عورت کی نگاہوں میں اس کے اعتماد اور بھروسے کا مظہر اور مضبوط تکیہ گاہ ہے اور بیوی اپنی محبت اور دلی جذبات واحساسات کو ایسے مردانہ قالب میں سموتی اور ڈھالتی ہے۔

زندگی کی اس مشترکہ دوڑ دھوپ میں مرد وعورت کہ جو ایک دوسرے سے مختلف دو کردار ہیں اور دونوں اپنی اپنی جگہ صحیح اور لازمی ہیں۔ عورت جب اپنے شوہر کو دیکھتی ہے تو اپنی چشم محبت وعشق سے اس کے وجود کو ایک مستحکم تکیہ گاہ کی حیثیت سے دیکھتی ہے کہ جو اپنی جسمانی اور فکری صلاحیتوں اور قوت کو زندگی کی گاڑی کو آگے بڑھانے اور اس کی ترقی کیلئے بروئے کار لاتا ہے۔ مرد بھی اپنی شریکۂ حیات کو انس والفت کے مظہر، ایثار وفداکاری کی جیتی جاگتی اور زندہ

---

[1] الکافی (ط-الاسلامیۃ) / ج5 / 510 / باب إکرام الزوجۃ ص:۵۰۹

مثال اورآرام وسکون کے مخزن کی حیثیت سے دیکھتا ہے کہ جوشوہر کوآرام وسکون دے سکتی ہے۔ اگرمردزندگی کے ظاہری مسائل میں عورت کا تکیہ گاہ اوراس کے اعتماد و بھروسے کا مرکز ہے تو بیوی بھی اپنی جگہ روحانی سکون اور معنوی امور کی وادی کی وہ باد نسیم ہے کہ جس کا لطیف احساس انسان کی تھکاوٹ و خستگی کو دور کر دیتا ہے۔ گویا وہ انس ومحبت، چاہت ورغبت، پیار و الفت اور ایثار و فداکاری کا موجیں مارتا ہوا بحر بیکراں ہے۔ یقیناً شوہر بھی محبت، سچے عشق اور پیار سے سرشار ایسی فضا میں اپنے تمام غم واندوہ، ذہنی پریشانیوں اور نفسیاتی الجھنوں کے بارسنگین کو اتار کر اپنی روح کو لطیف وسبک بنا سکتا ہے۔ یہ ہیں میاں بیوی کی روحی اور باطنی قدرت وتوانائی۔ [۱]

حقیقی اور خیالی حق

کسی بھی قسم کے "حق" کا ایک فطری اور طبیعی منشا سبب ہوتا ہے، حقیقی اور واقعی حق وہ ہے کہ جو کسی فطری سبب سے جنم لے۔ یہ حقوق جو بعض محفلوں [۲] میں ذکر کیے جاتے ہیں، صرف توہمات اور باطل خیالات کا پلندا ہیں۔

مرد وعورت کیلئے بیان کیے جانے والے حقوق کو ان کی فطری تخلیق، طبیعت ومزاج اور ان کی بدنی طبیعی ساخت کے بالکل عین مطابق ہونا چاہیے۔ [۳]

آج دنیا کے فیمنسٹ (Femuinism) یا حقوق نسواں کے ادارے کہ جو ہر قسم کے مرد وعورتوں سے بھرے پڑے ہیں، حقوق نسواں کے دفاع کے نعرے سے سامنے آتے ہیں۔

---

[۱] خطبہ نکاح ۲۸/۹/۲۰۰۲

[۲] اشارہ ہے حقوق نسواں، انسانی حقوق کے کمیشن اور مختلف ممالک میں ان کے ذیلی اداروں اور NGO کے بے بنیاد فرضیوں اور ایجنڈوں کی جانب جواز خود مرد وعورت کیلئے حقوق اختراع کرتے پھرتے ہیں۔ (مترجم)

[۳] خطبہ نکاح ۱۲/۳/۱۹۹۹

میری نظر میں یہ لوگ حقوق نسواں کی الف ب سے بھی واقف نہیں ہیں کیونکہ حق وحقوق کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جنہیں گڑھا یا اختراع کیا جا سکے اور ان کا حقیقت سے کوئی رابطہ نہ ہو بلکہ ان سب حقوق کا ایک فطری منشا وسبب ہے۔ [۱]

خوش بختی کا مفہوم

خوش بختی عبارت ہے روحی آرام وسکون، سعادت اور امن کے احساس سے [۲] بڑے بڑے فنکشن اور اسراف وفضول خرچی کسی کو خوش بخت نہیں بناتے۔ اس طرح مہر کی بڑی بڑی رقمیں اور جہیز کی بھر مار بھی انسانی سعادت وخوش بختی میں کسی بھی قسم کا کردار ادا کرنے سے قاصر ہے۔ یہ صرف شریعت ہی کی پابندی ہے کہ جو انسان کو خوش بخت بناتی اور سعادت سے ہمکنار کرتی ہے۔ [۳]

ایک دوسرے کو جنتی بنائیے

شادی اور شریکہ حیات کا انتخاب انسانی قسمت میں کبھی موثر کردار ادا کرتا ہے۔ بہت سی ایسی بیویاں ہیں جو اپنے شوہروں کو اور بہت سے مرد اپنی بیویوں کو جنتی بناتے ہیں اور صورتحال اس کے برعکس بھی پیش آتی ہے۔ اگر میاں بیوی اس اہم مرکز "گھر" کی قدر کریں اور اس کی اہمیت کے قائل ہوں تو ان کی زندگی امن وسکون کو گہوارہ بن جائے گی اور اچھی شادی کی

---

[۱] خطبہ نکاح ۱۲ / ۳ / ۱۹۹۹
[۲] خطبہ نکاح ۲۰۰ / ۶ / ۲۰۰
[۳] خطبہ نکاح ۳۰ / ۵ / ۱۹۹۶

برکت سے انسانی کمال کا حصول میاں بیوی کیلئے آسان ہوجائے گا۔ [1]

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مرد زندگی میں ایسے دوراہے پر جا پہنچتا ہے کہ جس میں ایک راہ کا انتخاب اس کیلئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ دنیا یا صحیح راہ اور امانت داری وصداقت میں سے کسی ایک کو منتخب کرے۔ یہاں اس کی بیوی اہم کردار ادا کرتی ہے کہ اسے پہلے یا دوسرے راستے کی طرف کھینچ کر لے جائے۔ صورتحال اس کے برعکس بھی ہوتی ہے کہ شوہر حضرات بھی اپنی شریکۂ حیات کیلئے مؤثر ثابت ہوسکتے ہیں۔ آپ سعی کیجئے کہ آپ دونوں اچھی راہ کے انتخاب میں ایک دوسرے کی مدد کریں۔

آپ کوشش کریں کہ دینداری، خدا اور اسلام کی راہ میں قدم اٹھانے، حقیقت، امانت اور صداقت کی راہ میں اپنا سفر جاری رکھنے کیلئے ایک دوسرے کی مدد کریں اور انحراف اور لغزش سے ایک دوسرے کی حفاظت کریں۔ [2]

اسلامی انقلاب کی کامیابی سے قبل اور اس کے بعد ابتدائی سخت سالوں اور جنگ کے مشکل زمانے میں بہت سی خواتین نے اپنے صبر وتعاون سے اپنے شوہروں کو جنتی بنالیا۔ مرد مختلف قسم کے محاذوں پر گئے اور انہوں نے گونا گوں قسم کی مشکلات اور خطرات کو مول لیا، یہ خواتین گھروں میں تنہا رہ گئیں اور انہوں نے تن تنہا مشکلات کا مقابلہ کیا لیکن زبان پر کسی قسم کا شکوہ نہیں لائیں اور یوں انہوں نے شوہروں کو بہشت بریں کا مسافر بنایا۔ جبکہ وہ ایسا بھی کرسکتی تھیں کہ ان کے شوہر میدان جنگ جانے اور جنگ کرنے سے پشیمان ہوجائیں مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا اور صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

بہت سے ایسے شوہر تھے کہ جنہوں نے اپنی بیویوں کو جنت کا راہی بنایا۔ ان کی

---

[1] خطبۂ نکاح ۳۰/ ۵/ ۱۹۹۶

[2] خطبۂ نکاح ۱۲/ ۳/ ۲۰۰۱

ہدایت، تعاون، دستگیری اور مدد سے یہ خواتین اس قابل ہوئیں کہ خدا کی راہ میں حرکت کرسکیں۔

صورتحال اس کے برعکس بھی ہے۔ بہت سی خواتین اور مرد ایسے تھے کہ جنہوں نے ایک دوسرے کو جہنمی بنایا۔آپ کو چاہیئے کہ ایک دوسرے کی مدد کریں اور ایک دوسرے کو جنتی اور سعادت مند بنائیں۔آپ کی کوشش ہونی چاہئے کہ تحصیل علم، کمال کے حصول، پرہیز گاری، تقویٰ کے ساتھ سادہ زندگی گزارنے کیلئے ایک دوسرے کی مدد کریں۔ [۱]

ایک دوسرے کو خوش بخت کیجئے

بہت سی بیویاں اپنے شوہروں کو جنتی اور بہت سے مرد اپنی بیویوں کو حقیقتاً سعادت مند بناتے ہیں جبکہ اس کے برخلاف بھی صورتحال تصور کی جاسکتی ہے۔ممکن ہے کہ مرد اچھے ہوں لیکن ان کی بیویاں انہیں اہل جہنم بنادیں یا بیویاں اچھی اور نیک ہوں مگر ان کے شوہر انہیں راہ راست سے ہٹادیں۔اگر میاں بیوی ان مسائل کی طرف توجہ رکھیں تو اچھی باتوں کی تاکید، بہترین انداز میں ایک دوسرے کی اعانت و مدد اور گھر کی فضا میں دینی اور اخلاقی احکامات کو زبانی بیان کرنے سے زیادہ اگر عملی طور پر ایک دوسرے کے سامنے پیش کریں اور ہاتھ میں ہاتھ دیں تو اس وقت ان کی زندگی کامل اور حقیقتاً خوش بخت ہوگی۔ [۲]

ایک مرد اپنی ہمدردانہ نصیحتوں، راہنمائی، وقت پر تذکر دینے اور اپنی بیوی کی بعض خامیوں، زیادتیوں اور انحرافات کا راستہ روک کر اسے اہل جنت بنا سکتا ہے۔ البتہ اس کے برعکس بھی اس کی زیادتی، ہوس، بے جا توقعات اور غلط روش کی اصلاح نہ کرتے ہوئے اسے جہنمی

---

[۱] خطبہ نکاح ۱۳ / ۳ / ۲۰۰۰

[۲] خطبہ نکاح ۲ / ۳ / ۱۹۹۸

بھی بنا سکتا ہے۔ [۱]

حق بات نصیحت اور صبر کی تلقین

میاں بیوی کے دلوں کے ایک ہونے اور ایک دوسرے کی مدد کرنے کا معنی یہ ہے کہ آپ راہ خدا میں ایک دوسرے کی مدد کریں۔ ”تواصوا بالحقّ وتواصوا بالصبر“، یعنی حق بات کی نصیحت اور صبر کی تلقین کریں۔

اگر بیوی دیکھے کہ اس کا شوہر انحراف کا شکار ہو رہا ہے، ایک غیر شرعی کام انجام دے رہا ہے یا رزق حرام کی طرف قدم بڑھا رہا ہے اور غیر مناسب دوستوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے لگا ہے تو سب سے پہلے جو اسے تمام خطرات سے محفوظ رکھ سکتا ہے، وہ اس کی بیوی ہے۔ یا اگر مرد اپنی بیوی میں اس قسم کی دوسری برائیوں کا مشاہدہ کرے تو اسے بچانے والوں میں سب سے پہلے اس کا شوہر ہوگا۔ البتہ ایک دوسرے کو برائیوں سے بچانا اور خطرات سے محفوظ رکھنا محبت، میٹھی زبان، عقل و منطق کے اصولوں کے مطابق، حکیمانہ اور مدبرانہ رویے کے ذریعے سے ہو نہ کہ بد اخلاقی اور غصے وغیرہ کے ذریعے۔ یعنی دونوں کی ذمے داری ہے کہ وہ ایک دوسرے کی حفاظت کریں تا کہ وہ راہ خدا میں ثابت قدم رہیں۔ [۲]

ایک دوسرے کا ساتھ دیں اور مدد کریں خصوصا دینی امور میں۔ اگر آپ یہ دیکھیں کہ آپ کا شوہر یا بیوی نماز کی چور ہے، دونوں میں کوئی ایک نماز کو کم اہمیت دیتا ہے، سچ بولنے یا نہ بولنے میں اسے کوئی فرق نہیں پڑتا، شوہر لوگوں کے مال میں بے توجہی سے کام لیتا ہے اور اپنے کام سے غیر سنجیدہ ہے تو یہ آپ کا کام ہے کہ اسے خواب غفلت سے بیدار کریں، اسے بتائیے،

---

[۱] خطبہ نکاح ۲۰/۹/۱۹۹۹
[۲] خطبہ نکاح ۱۲/۱۱/۲۰۰۰

سمجھایئے اور اس کی مدد کیجئے تا کہ وہ اپنی اصلاح کرے۔

اگر آپ دیکھیں کہ وہ محرم و نامحرم، پاک ونجس اور حلال وحرام کی پرواہ نہیں کرتا اور ان سے بے اعتنائی برتتا ہے تو آپ اسے متوجہ کریں، اسے تذکر دیں اور اس کی مدد کریں تا کہ وہ بہتر اور اچھا ہو جائے۔ یا وہ جھوٹ بولنے یا غیبت کرنے والا ہو تو آپ کی ذمہ داری ہے کہ اسے سمجھایئے نہ کہ اس سے لڑیں جھگڑیں، نہ کہ اپنے گھر کی فضا خراب کریں اور نہ اس شخص کی مانند اسے زبانی نصیحت کریں جو الگ بیٹھ کر صرف زبانی تنقید کے نشتر چلاتا ہے۔[1]

تمت بحمد اللہ

[1] خطبہ نکاح ۴/۹/۱۹۹۵